ایک ہی مجلس میں جنّت کی خوشخبری
پانے والے دس خوش نصیب صحابہ کرامؓ کے
دلچسپ اور سبق آموز واقعات کا مجموعہ!

مرتّب

ابن سرور محمّد اویس

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
کے
دلچسپ واقعات

ایک ہی مجلس میں جنّت کی خوشخبری
پانے والے دس خوش نصیب صحابہ کرامؓ کے
دلچسپ اور سبق آموز واقعات کا مجموعہ!

مرتّب
ابن سرور محمد اویس

بیت العُلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون، ۷۳۵۲۴۸۳

کتاب: عشرہ مبشرہؓ کے دلچسپ واقعات
مرتب: ابن سرور محمد اویس
باہتمام: محمد ناظم اشرف
ناشر: بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبرا
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبرا
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبۂ قرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فہرست

﴿مقدمہ﴾

الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ لہ و من یضلل فلا ھادی لہ، واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ. یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَ نِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًاo

حمد وصلوٰۃ کے بعد!

دین اسلام کا بنیادی مقصد لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی فراہم کرنا اور انہیں باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے نکال کر حق کی دیدہ زیب روشنیوں میں لانا قرار دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے سرفراز کرنا، سعادتِ دائمی کا حامل بنانا اور ایک صالح و یکتا معاشرہ کا قیام ہی اسلامی نظریہ حیات ہے۔

اسی مقصد کی تکمیل کیلئے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت کے مقصد کو واضح الفاظ میں اجاگر کیا اور فرمایا:

﴿ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ

اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الجمعۃ:۲)

''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔'' (ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری)

لہٰذا لوگوں کو توحید و عبادت الٰہی کی طرف دعوت دینا، لوگوں کے نفوس کا تزکیہ و تربیت اور نفوس انسانی اور معاشرہ کو بگاڑنے والی ہر چیز کا قلع قمع کرنا، آنحضرت ﷺ کا مقصد رسالت قرار دیا گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس مقصد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دن رات ترویج اسلام کیلئے جدوجہد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی لاثانی قربانیوں، مخلصانہ جدوجہد اور للّٰہیت سے بھرپور محنت و دعوت کو قبول فرمایا اور ایک مبارک جماعت کو کھڑا کیا جو مقصد پیغمبر ﷺ کو لے کر حرکت میں آئی اور روئے زمین پر حق کی صدا کو بلند کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اس جماعت پیغمبر کے تربیت یافتہ افراد نے دینِ حنیف کی آبیاری کے لئے نفس و نفیس کو قربان کیا اور پرچم اسلام کو کفر کے قلعوں میں گاڑ کر ہی دم لیا۔

جونہی ایمان نے ان کے دلوں میں جگہ پکڑی یہ لوگ خدائے وحدہٗ لاشریک لہ پر یقین محکم کی نعمت عالیہ سے سرفراز ہوتے چلے گئے اور قرآن کی زبانی ان کی عظمت کے زمزمے گونجنے لگے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے)

مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیک کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔"

ایک جگہ عدالت وعظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا یوں اعلان ہوتا ہے:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ (الحجرات: ۷)

"لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بے زار کر دیا، وہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔"

یہ ارشاد ربانی بھی ملاحظہ ہو:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾ (الفتح: ۲۹)

"محمد خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کر رہے ہیں۔ کثرت سجود کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں ان کے یہی اوصاف تورات اور انجیل میں (مرقوم) ہیں۔"

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن

ہر مسلمان کیلئے اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنانا اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے، ہم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی صداقت، حضرت عمرؓ کی عدالت، حضرت عثمانؓ کی حیاء، حضرت علیؓ کی شجاعت، حضرت حسنؓ کی نرمی، حضرت حسینؓ کی پختگی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فقاہت، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اتباع سنت، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طلب علم، حضرت عبدالرحمٰن کی سخاوت، حضرت ابوہریرہؓ کے توکل، حضرت سعدؓ کی جانثاری، حضرت ابوعبیدہؓ کا جذبہ رضا برقضا، حضرت ابوذرؓ کا زہد اور حضرت امیر معاویہؓ کے اندازِ حکمرانی کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ہر صحابی ایسا ستارہ ہے جو باطل کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں راہنمائی فراہم کرسکتا ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع و پیروی کو اپنانے کے لئے مسلمانوں کو جن اسباب کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ اہمیت ان عظیم ہستیوں کی سیرت و حالات کے مطالعہ کو حاصل ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں ایسے لوگوں کے حالات سے روشناس کراتا ہے جن کے دل نور ایمان سے روشن، جن کی پیشانیاں سجود عاشقانہ سے مزین، جن کے دل حب خدا اور حب رسول سے سرشار، جن کی زبانیں ذکر الٰہی سے تروتازہ اور جن کے اعضاء اطاعت الٰہی سے مہکتے دکھائی دیتے ہیں۔

زیرنظر کتاب حضور ﷺ کے صحبت یافتہ دس ایسے بہترین افراد کے تذکرہ پر مشتمل ہے جن کو دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دے دی گئی۔ ان حضرات کی زندگی کے روشن ترین پہلوؤں کو اس کتاب میں سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے اور عالمِ اسلام کی ان عظیم ہستیوں کے واقعات کو سیر و تاریخ اور حدیث کی مستند کتابوں کے حوالہ سے قلمبند کیا گیا ہے۔

عشرہ مبشرہؓ کی سوانح پر مشتمل ذخیرۂ اردو ادب میں کچھ کتابیں موجود ہیں جو اختصار کے باوجود حضرات عشرہ مبشرہؓ کا تعارف کرانے کی صلاحیت رکھتی ہیں لیکن زیرنظر کتاب کو واقعاتی طرز تحریر میں جمع کیا گیا جو قارئین کے لئے زیادہ دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس مجموعہ میں یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ ان حضرات کی زندگی قدرے تفصیل کے ساتھ سامنے آسکے۔ واقعاتی طرز تحریر اور مجموعہ کی ضخامت اس کتاب کو اس موضوع پر لکھی گئی دوسری کتابوں سے ممتاز کر دیتی ہے۔

کتاب کی ترتیب وخصوصیات

(۱) واقعات کو جمع کرنے میں حدیث و سیر کی مستند ترین کتابوں کو سامنے رکھا گیا ہے۔ نیز عربی اور بنیادی ماخذ کو ترجیح دی گئی ہے۔

(۲) اگر کسی مقام پر کوئی بات قابل وضاحت معلوم ہوئی تو معتمد شروحات وتعلیقات کے حوالہ سے اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

(۳) عشرہ مبشرہؓ میں سے ہر صحابیؓ کے واقعات کو الگ الگ ذکر کیا گیا اور واقعات کے تذکرہ سے پہلے ان کے مختصر حالات زندگی بھی رقم طراز کر دیئے گئے ہیں۔

(۴) کتاب کے آغاز میں قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصراً فضائل صحابہؓ کا باب باندھا گیا ہے۔

(۵) جو احادیث و واقعات حدیث کی نو کتابوں (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، موطا مالک، دارمی، مسند احمد) سے لئے گئے ہیں انکا ''رقم الحدیث'' بھی ذکر کر دیا گیا ہے اور یہ ترقیم ''ترقیم العالمیۃ'' کے اعتبار سے ہے۔

(۶) تنشیط قاری کے لئے بعض مقامات پر موقع محل کے مطابق اشعار کا اضافہ کیا گیا ہے۔

میں اس مقدمہ میں اپنے ان محسنین کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جن کی راہنمائی، سرپرستی اور مشاورت اس کتاب کی ترتیب میں معاون رہی۔ ان میں سرفہرست

میرے محترم استاد مولانا ناظم اشرف صاحب دامت برکاتہم (مدیر بیت العلوم) ہیں جن کے ایماء پر اس کام کو شروع کیا گیا اور اس کی مشاورت اور سرپرستی شامل حال رہی اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے تمام معاونین کو اس عمل خیر کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ نیز میں اپنے مشفق و مربی استاد محترم مفتی عبداللہ یاسر صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے مسودہ کا تفصیلی جائزہ لیا اور قیمتی ہدایات سے آگاہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی خزانہ غیب سے انعامات کا فیضان بخشے۔

زیر نظر کتاب ہر لحاظ سے ایک طالب علمانہ کاوش ہے اور یقینی طور پر قلم لغزشات سے محفوظ نہیں کیونکہ بقول حریری ''زیادہ بولنے والا شاذ و نادر ہی غلطی سے بچتا ہے اور اس کی غلطی پر پردہ بھی نہیں ڈالا جاتا'' لہٰذا اگر اس کتاب کے مطالعہ کے دوران کوئی لغزش نظر آئے تو اسے راقم کی کوتاہی اور شیطانی مکر پر محمول کر لیا جائے اور اگر مثبت پہلو سامنے آئے تو یہ اللہ کا فضل اور راقم کے بڑوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

اندازِ بیاں گرچہ ذرا شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں مری بات

ابن سرور محمد اویس

﴿عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے فضائل﴾
(آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی کی روشنی میں)
﴿آیات قرآنیہ﴾

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی﴾

(الحجرات: ۳)

''خدا نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں۔''

(۲) ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَ اَعَدَّلَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیک کاری کے ساتھ انکی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔''

(۳) صحابہ کرامؓ سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ملاحظہ فرمائیں جسے اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا﴾ (النور: ۵۵)

''جولوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے۔ ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے ان نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔''

(۴) اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشیر بنا کر ان کی عزت وعظمت میں اضافہ فرمایا:

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ (ال عمران: ۱۵۹)

''تو ان کو معاف کردو اور ان کے لئے (خدا سے) مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو۔''

(۵) ان حضرات کے اخلاق حسنہ کا تذکرہ اس انداز میں فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيمًا﴾ (سورة الفتح: ۲۹)

''محمد خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ خدا کے آگے جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں کثرت سجود کی وجہ سے ان کی پیشانیوں میں نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی۔ پھر اس کو مضبوط کیا۔ پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تا کہ کافروں کا جی جلائے، جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔''

(۶) اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرامؓ کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر وفسق اور گناہوں کی نفرت ڈال دی تھی:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

(الحجرات: ۷۔۸)

''لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بے زار کر دیا ہے۔ یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔ (یعنی) خدا کے فضل اور احسان سے۔ اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

(۷) ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (الفتح: ۱۸۔۱۹)

''(اے پیغمبر) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی اور بہت سی غنیمتیں جو انہوں نے حاصل کیں اور خدا غالب حکمت والا ہے۔''

(۸) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الحشر: ۸۔۹)

''ان مسلمان تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج اور جدا کر دیئے ہیں۔ (اور) خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور خدا اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور

ایمان میں (مستقل رہے) اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔"

(۹) ایک مقام پر فرمایا:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۲۳۔۲۴)

"مومنین میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے خدا سے کیا تھا ان کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنے قول کو ذرا بھی نہیں بدلا، تا کہ خدا سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے (چاہے) تو ان پر مہربانی کرے۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

﴿احادیث نبویہ﴾

(۱) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم﴾[1]

''بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں، ان کے بعد وہ لوگ جو میرے زمانہ کے لوگوں کے ساتھ ملے ہوئے اور پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔''

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لاتسبّوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبامابلغ مدّاحدھم ولا نصیفه﴾[2]

''میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دے ان کے اعمال کے برابر یا نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

﴿بینما رسول الله صلی الله علیه وسلم مضیف ظھره الی قبة ادم یمان اذقال لاصحابه اترضون ان تکونوا ربع اھل الجنة قالوا بلی قال افلم ترضوا ان تکونوا ثلث اھل الجنة قالوا بلٰی قال فوالذی نفس محمد بیده انی

---

[1] رواہ البخاری (۲۴۵۷)، (۲۴۵۸) ومسلم (۴۶۰۳) و الترمذی (۲۱۴۷)، (۲۱۴۸) والنسائی (۳۷۴۱) وابوداؤد (۴۰۳۸) واحمد (۱۸۹۷۹)، (۱۸۹۹۴)، (۱۹۰۵۹)، (۱۹۱۰۵)

[2] رواہ البخاری (۳۳۹۷) ومسلم (۴۶۱۱) والترمذی (۳۷۹۶) وابوداؤد (۴۰۳۹) وابن ماجہ (۱۵۷) و احمد (۱۰۶۵۷)، (۱۱۰۹۲)، (۱۱۱۸۰)

لارجو ان تکونوا نصف اھل الجنۃ﴾[1]

''ایک مرتبہ حضور ﷺ چمڑے کے ایک قبہ سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے کہ اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا'' کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھائی ہو؟'' عرض کیا'' کیوں نہیں!'' پھر فرمایا'' کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی ہو'' عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا'' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! مجھے امید کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔''

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے سوال کیا:

﴿ای الناس خیر؟﴾

''سب سے بہتر کون لوگ ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿القرن الذی انافیہ ثم الثانی ثم الثالث﴾[2]

''وہ زمانہ جس میں میں ہوں پھر دوسرا پھر تیسرا''

(۵) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبّی احبھم و من ابغضھم فبغضی ابغضھم ومن آذاھم فقد آذانی و من اذانی فقد اذی اللہ ومن آذی اللہ یوشک ان یاخذہ﴾[3]

---

[1] رواہ البخاری (۶۱۵۱) ومسلم (۳۲۴) والترمذی (۲۴۷۰) وابن ماجہ (۴۲۷۳) واحمد (۳۴۷۹)

[2] رواہ مسلم (۴۶۰۴) واحمد (۲۴۰۷۴)

[3] رواہ الترمذی (۳۷۹۷) واحمد (۱۶۲۰۱)

''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو طعن وتنقید کا نشانہ نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے میری دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی رکھی۔ جس نے ان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اور جس نے اللہ کو ناراض کیا عنقریب اللہ تعالیٰ اس پر گرفت فرمائے گا۔''

(۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿لا تمس النار مسلما رآنی ورای من رآنی﴾[۱]

''جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہیں چھو سکتی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھے ہوئے کو دیکھا۔''

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿مامن احدٍ من اصحابی یموت بارض الابعث قائدا ونوراً لهم یوم القیامة﴾[۲]

''میرا کوئی صحابی کسی علاقہ میں بھی انتقال کرے اسے قیامت کو ان لوگوں کے لئے راہنما اور نور کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔''

(۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرّکم﴾[۳]

---

۱ رواہ الترمذی (۳۷۹۳)

۲ رواہ الترمذی (۳۸۰۰)

۳ رواہ الترمذی (۳۸۰۱)

''جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔''

(۹) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاشت کی نماز کے بعد ہمیں ایسا پر اثر وعظ فرمایا کہ جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور دل ڈر گئے۔ ایک آدمی نے کہا ''یہ تو کسی رخصت کرنے والے کی نصیحت معلوم ہوتی ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟'' رسول اللہ نے فرمایا:

﴿اوصیکم بتقوی اللہ والسمع الطاعة وان عبد حبشی فانه من یعش منکم یری اختلافا کثیرا وایاکم و محدثات الامور فانها ضلالة فمن ادرک ذلک منکم فعلیه بسنتی سنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بانواجذ﴾[1]

''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور امیر کی اطاعت وفرماں برداری کی وصیت کرتا ہوں خواہ امیر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تم پر لازم ہے کہ دین میں پیدا کی جانے والی نئی نئی باتوں سے دور رہو کیونکہ یہ گمراہی ہے۔ جس کا کسی بدعت سے سامنا ہو تو اس پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو اپنانا لازم ہے، اس سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔''

ایک مرتبہ حضرت سعید بن زیدؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿عشرة فی الجنة ابوبکر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان وعلی والزبیر وطلحه وعبدالرحمٰن و ابوعبیدة

[1] رواہ الترمذی (۲۶۰۰) وابوداؤد (۳۹۹۱) وابن ماجہ (۴۲) واحمد (۱۶۵۱۹) والدارمی (۹۵)

وسعد بن ابی وقاص﴾

''دس آدمی جنتی ہیں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، عبدالرحمٰنؓ، ابوعبیدہؓ، اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سب جنتی ہیں۔''

ان نو کا تذکرہ کر کے حضرت سعید بن زید رضی اللہ خاموش ہو گئے اور دسویں کا تذکرہ نہ کیا۔ لوگوں نے کہا ''اے ابوالاعور (حضرت سعیدؓ کی کنیت ہے) آپ کو اللہ کا واسطہ ہے ہمیں بتا دیں کہ دسواں آدمی کون ہے؟'' حضرت سعیدؓ نے فرمایا ''تم نے مجھے اللہ کا واسطہ دیا ہے اس لئے بتاتا ہوں کہ ابوالاعور (سعید بن زیدؓ) جنتی ہے۔''[1]

---

[1] رواہ الترمذی (۳۶۸۰) واحمد (۱۵۸۵)

﴿سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ﴾

''اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔'' (فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

﴿حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ﴾

مختصر حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدیم رفیق، اسلام کے سب سے پرانے جان نثار، محرم اسرارِ نبوت، ثانی اثنین فی الغار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان نشین منتخب ہوئے۔

آپ کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکر اور صدیق عتیق لقب ہے، والد کا نام قحافہ تھا، آپ قریش کی شاخ بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ چھٹی پشت پر آپ کا نسب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کا گھرانہ زمانہ جاہلیت سے نہایت معزز چلا آتا تھا۔ قریش کے نظام سیاسی میں خون بہا کے مال کی امانت داری کا عہدہ آپ ہی کے گھر میں تھا۔[1] اسلام سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شغل تجارت تھا۔ آپ ابتداء ہی سے سلیم الفطرت تھے۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کا دامن اخلاق عرب کے عام مفاسد سے بالکل پاک رہا اور اس زمانہ کے لوگوں پر آپ کے حسن اخلاق، راست بازی اور متانت و سنجیدگی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور شرفائے مکہ میں آپ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تقریباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عمر تھے۔ طبیعت کی یکسانیت کی وجہ سے بچپن سے ہی دونوں میں گہرے تعلقات و روابط پیدا ہو گئے تھے۔ ان روابط کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کے اخلاق و سیرت سے اچھی طرح واقف تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت سب سے پہلی مرتبہ اسلام کی دعوت دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی شک و شبہ کے اس کی تصدیق کی۔ قبول اسلام کے بعد اسلام کی تبلیغ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست راست بن گئے اور راہ خدا میں جان و مال اور

---

[1] کنز العمال (۳۱۲/۶)

عزت وآبرو سب نثار کردی اور میدان جان نثاری میں کوئی دوسرا صحابی آپ سے بازی نہ لے جاسکا۔ بعض مواقع پر گھر کا سارا اثاثہ اللہ کی راہ میں دے دیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کچھ اہل وعیال کے لئے بھی چھوڑا ہے تو عرض کیا، "ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے"

کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی اسلامی خدمات آپ کے برابر نہیں ہیں، اس کی مختصر فہرست یہ ہے:

(۱) قریش کے سن رسیدہ لوگوں میں سب سے اول اسلام قبول کیا اور مکہ کی پرخطر اور مظلومیت کی زندگی کے ہر مرحلے میں آنحضرت ﷺ کے پشت پناہ رہے۔

(۲) تبلیغ اسلام میں حضور ﷺ کی رفاقت کرتے، جہاں حضور ﷺ تشریف لے جاتے ساتھ جاتے اور اپنے جاننے والوں سے آپ ﷺ کا تعارف کراتے۔[1]

(۳) حضرت عثمان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم جیسے اکابرین اسلام آپ ہی کی کوششوں سے مشرف باسلام ہوئے۔

(۴) کفار کے ظلم و جور کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے۔

(۵) حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما اور متعدد غلاموں کو اپنے مال سے آزاد کرایا جو اسلام کے جرم میں اپنے مشرک آقاؤں کے ظلم و جور کا نشانہ تھے۔

(۶) ہجرت کے بعد جب آنحضرت ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو اس کی زمین کی قیمت جو دو یتیموں کی ملکیت تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ادا کی۔ اس طرح مدینہ میں سب سے پہلا اللہ تعالیٰ کا گھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدد سے تعمیر ہوا۔[2]

(۷) غزوات بدر، بنی مطلق، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین وطائف وغیرہ تمام معرکوں میں مجاہدانہ شریک ہوئے اور سب میں نمایاں اور امتیازی خدمات سرانجام دیں۔

---

[1] کنزالعمال (۶/۳۱۹) [2] فتح الباری (۷/۱۹۲)

(۸) ۵ ہجری میں امارات حج کا منصب تفویض ہوا۔

غرض آغاز اسلام سے لے کر وفات نبوی ﷺ تک ہر مرحلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی جانثارانہ رفاقت کی۔ آپ ﷺ پر ان قربانیوں کا اتنا اثر تھا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

"جان و مال کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکر سے زیادہ کسی کا احسان نہیں۔"[۱]

اس رفاقت اور خدمات کی بناء پر صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام کے سب سے بڑے محسن اور اسرار نبوی کے محرم تھے۔ اس لئے وہ قدرتاً نیابت نبوی کے سب سے زیادہ اہل و مستحق تھے اور آنحضرت ﷺ کی حیات ہی میں خاص خاص مواقع پر اس کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے مرض الموت میں جب نقل و حرکت کی طاقت آپ ﷺ میں نہ رہی تو اس وقت آپ ﷺ نے نبوت کا سب سے بڑا منصب یعنی مسجد نبوی کی امامت کا شرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ جو درحقیقت آپ کی جانشینی کی طرف اشارہ تھا۔ لیکن اسلام کا نظام شوریٰ پر ہے اس لئے آپ ﷺ اپنی جانب سے کسی کو اپنا جانشین مقرر کر کے اس کو توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے صراحۃً کسی کو جانشین نامزد نہیں فرمایا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ کی صحبت اور آپ ﷺ کی تعلیم نے آپ ﷺ کے حاشیہ نشینوں میں ایسی صحیح بصیرت اور قوت فیصلہ پیدا کر دی تھی کہ آپ ﷺ کے بعد اسلامی نظام کے قیام میں کسی غلطی کا امکان باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے آئندہ کے بارے میں تصریح سے سکوت فرمایا۔[۲]

عہد صدیقیؓ پر مختصر تبصرہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تعلیم اسلام کا زندہ پیکر اور اخلاق نبوی ﷺ کی مجسم تصویر تھے۔ آپ کے دور کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ اس میں کوئی ایسا کام نہیں ہونے پایا

---

۱ رواہ البخاری

۲ تاریخ اسلام (۱/۱۳۴۔۱۳۵)

جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ ہوا۔ آپ کو کل سوا دو سال مسلمانوں کی خدمت کا موقع ملا۔ اس قلیل مدت میں آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی وہ گراں قدر خدمات انجام دیں اور آئندہ حکمرانوں کے لئے ایسا نمونہ چھوڑ گئے جو دوسروں سے برسوں میں ممکن نہ تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ اس کا لحاظ رکھا کہ کسی امر میں عہد نبوی سے سر مو تجاوز نہ ہونے پائے۔ گو عہد رسالت کے قرب کے اثر سے اس کے تدارک کی ضرورت کم پیش آتی تھی لیکن جہاں شائبہ بھی نظر آتا تھا، سختی کے ساتھ اس کا تدارک فرماتے تھے۔ جہاں تک فتوحات اور نظام خلافت میں وسعت کا تعلق ہے، خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آپ کے زمانہ سے زیادہ مہتم بالشان تھا۔ لیکن یہ اسی بنیاد کا نتیجہ تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رکھ گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی جدید الاسلام عربوں نے جزیرۃ العرب میں شمع اسلام کو گل کر دینا چاہا تھا اور قریب قریب سارا عرب مرتد ہو گیا تھا۔ جو قبائل اسلام پر قائم بھی تھے۔ انہوں نے اسلام کے ایک رکن اعظم زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ جھوٹے مدعیان نبوت علیحدہ اسلام کو زیر وزبر کر دینا چاہتے تھے۔ ان نازک حالات میں محض ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روشن ضمیری اور استقلال نے اسلام کی کشتی کو بھنور سے نکالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ بھی منکرین زکوٰۃ پر تلوار اٹھانے کے خلاف تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے استقلال نے بزور ان سے زکوٰۃ وصول کر کے انہیں اسلام پر دوبارہ قائم کیا۔[1]

آخری وصیتیں اور وفات

انتخاب خلیفہ کی اہم ذمہ داری سے فراغت کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا:

”میرے بعد بیت المال کا جو قرض میرے ذمہ ہے، اسے ادا کرنا۔ میرے پاس مسلمانوں کے مال سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں ہیں اسے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس

[1] تاریخ اسلام (۱/۱۵۱)

بھجوا دینا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور چیز نکل آئے تو اسے بھی بیت المال میں داخل کرا دینا۔"

کفن کے متعلق فرمایا

"میرے بدن پر جو کپڑا ہے اس کو دھو کر کفن دینا۔

پھر پوچھا "آج کون سا دن ہے؟" معلوم ہوا "دوشنبہ" پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس دن انتقال فرمایا تھا؟ عرض کیا، اسی دن فرمایا "میری بھی یہی آرزو ہے۔"

یہ آرزو پوری ہوئی اور ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو دوشنبہ کا دن گزرنے کے بعد شب کو انتقال فرمایا۔ انتقال کے وقت عمر ۶۳ سال تھی، مدت خلافت دو سال تین مہینہ اور دس دن ہے۔

وصیت کے مطابق رات کو ہی تجہیز و تکفین ہوئی۔ آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آقائے نامدار جس کی رفاقت میں ساری عمر گزری تھی، ان کے پہلو میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

وفات کے بعد عبداللہ، عبدالرحمٰن، اسماء اور عائشہ (ام المومنین) رضی اللہ عنہم سمیت کئی اولاد یادگار چھوڑیں۔ ایک صاحبزادی وفات کے بعد پیدا ہوئیں [1]

حضرت ابوبکرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گہرے دوست تھے، بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے گھر سے نکلے، راستہ میں ملاقات ہوئی تو پوچھا "اے ابو قاسم! (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ہے) آپ اپنی قوم کو مجالس میں دکھائی نہیں دیتے اور آپ کی قوم کے لوگ آپ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ ان کے باپ دادا کو برا بھلا کہتے ہیں؟" حضور اقدس

[1] تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ اسلام" از شاہ معین الدین احمد ندویؒ۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اللہ کی طرف سے رسول بنایا گیا ہوں اور میں تجھے اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں" جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں وہاں سے رخصت ہوئے کہ مکہ کہ دو پہاڑوں کے درمیان اس وقت آپ سے زیادہ خوش اور مسرور کوئی آدمی نہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے بعد حضرت ابوبکرؓ اپنے ساتھیوں سے ملاقات کے لئے چلے گئے، اور حضرت عثمان بن عفانؓ، طلحہ بن عبیدؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو اسلام کی دعوت دی اور وہ سب کے سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اگلے دن صدیق اکبرؓ دعوت اسلام کی تبلیغ کے لئے حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ اور حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان سب نے بھی اسلام قبول کرلیا۔[1]

حضرت علیؓ کی حضرت ابوبکرؓ سے محبت

ایک مرتبہ ایک آدمی امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا، اس کی ظاہری حالت پرہیز گاروں جیسی تھی جبکہ خباثت و شرارت اس کی نگاہوں سے جھلک رہی تھی، اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: "اے امیر المومنین! اس کی کیا وجہ ہے کہ مہاجرین و انصار ابوبکرؓ کو فوقیت دیتے ہیں جبکہ آپ رضی اللہ عنہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ان سے افضل ہیں۔ آپ اسلام لانے میں بھی ان سے مقدم ہیں اور آپ کو ان پر کئی چیزوں میں سبقت حاصل ہے؟" حضرت علی نے اس شخص کی گفتگو کا مقصد بھانپ لیا اور فرمایا، "تم مجھے قریشی لگتے ہو اور شاید قبیلہ عائذہ کے!" اس نے ہاں میں جواب دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تیرا ناس ہو! اگر تو ایک مومن کی پناہ لینے والا نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل

---

[1] حیاۃ الصحابہ (۱/۷۷)، البدایۃ والنھایۃ (۳/۳۹)

کر دیا، یاد رکھو! ابوبکر رضی اللہ عنہ چار امور میں مجھ پر سبقت لے گئے، ایک تو وہ امامت میں مجھ سے سبقت لے گئے، دوسرے ہجرت میں، تیسرا غارِ ثور میں اور چوتھے اسلام کی ترویج میں مجھ سے آگے بڑھ گئے، تیرا ناس ہو! اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سب لوگوں کی مذمت بیان فرمائی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ﴾ (التوبہ: ۴۰)

''اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو خدا ان کا مددگار ہے۔''[1]

﴿صدیق کا اظہار صداقت﴾

چاشت کا وقت تھا، حضور ﷺ بیت اللہ کے پاس تشریف فرما تھے، آپ کا دہن مبارک ذکر و تسبیح سے معمور تھا کہ اتنے میں دشمن خدا ابوجہل کی نظر آپ پر پڑی جو بیت اللہ کے اردگرد بے مقصد گھوم رہا، وہ بڑے فخر و تکبر کے انداز میں حضور ﷺ کے قریب آیا اور ازراہ مزاح کہنے لگا:

''اے محمد (ﷺ) کیا کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟''

''ہاں! آج رات مجھے معراج کرائی گئی ہے۔'' حضور ﷺ نے جواب دیا۔

''کس طرف؟'' ابوجہل نے قہقہہ لگا کر تمسخر کے انداز میں پوچھا۔

''پھر ابوجہل حضور ﷺ کے قریب ہوا اور آہستگی کے ساتھ متعجبانہ لہجہ میں بولا: ''رات آپ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور صبح آپ ہمارے سامنے پہنچ گئے؟'' پھر مسکرایا اور بولا: ''اگر میں سب لوگوں کو جمع کردوں تو کیا آپ وہ بات جو مجھے بتائی ہے سب کو بتادیں گے؟''

چنانچہ ابوجہل جلدی جلدی خوشی کے ساتھ لوگوں کو جمع کرنے لگا اور انہیں حضور ﷺ کی بیان کردہ بات بتانے لگا، لوگوں کا رش لگ گیا، لوگ اظہار تعجب کرنے لگے اور اس خبر کو ناقابل یقین خیال کرنے لگے، اسی دوران چند آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کو بھی اس امید پر ان کے رفیق اور دوست کی یہ خبر سنائی کہ ان کے

---

[1] منتخب الکنز (۳۵۵/۴)

درمیان علیحدگی ہو جائے گی، کیونکہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اس خبر کو سنتے ہی ابوبکر حضور ﷺ کی تکذیب کر دیں گے۔ لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات سنی تو فرمایا ''اگر یہ بات حضور ﷺ نے فرمائی ہے تو یقیناً درست فرمائی ہے، تمہارا ستیاناس ہو! میں تو ان کی اس سے بھی زیادہ بعید العقل بات کی تصدیق کروں گا۔ جب میں صبح و شام آپ ﷺ پر آنے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں تو کیا آپ ﷺ کی اس بات کی تصدیق نہیں کروں گا کہ آپ ﷺ کو بیت المقدس کی سیر کرائی ہے۔''

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس جگہ پر پہنچے جہاں حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور لوگ آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے اور حضور ﷺ بیت المقدس کا واقعہ بیان فرما رہے تھے، جب بھی حضور ﷺ کوئی بات ارشاد فرماتے تو ابوبکر کہتے، آپ نے سچ فرمایا، آپ نے سچ فرمایا، لہٰذا اسی روز سے آنحضرت ﷺ نے آپ کا نام ''صدیق'' رکھ دیا۔[1]

حضرت عمرؓ کی حضرت ابوبکرؓ سے محبت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک دن کچھ لوگ اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ پر فوقیت حاصل ہے، یہ خبر جب حضرت عمرؓ تک پہنچی تو آپ جلدی سے تشریف لائے اور لوگوں کے ایک مجمع میں کھڑے ہو کر فرمایا:

''خدا گواہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات عمر کے سارے خاندانوں سے بہتر ہے اور ابوبکرؓ کا ایک دن عمر کے سارے خاندانوں سے بہتر ہے۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو واضح کرنے کے لئے حیاتِ صدیقی کا ایک واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کیا، چنانچہ فرمایا:

''ہجرت کی رات رسول کریم ﷺ غار کی طرف جانے کے لئے

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (۱۱۳/۳)

نکلے، حضرت ابوبکرؓ بھی حضور ﷺ کے ہمراہ تھے، راستہ میں ابوبکرؓ کبھی حضور ﷺ کے آگے چلتے کبھی پیچھے...... حضور ﷺ نے اس صورت حال کو دیکھ کر اس کی وجہ پوچھی تو ابوبکرؓ نے عرض کیا، میں کبھی آپ کے پیچھے اس لیے چلتا ہوں تاکہ دیکھ لوں کہ کوئی آپ کو تلاش تو نہیں کر رہا اور آگے اس لیے چلتا ہوں کہ تاکہ دیکھوں کہ کوئی گھات لگا کر آپ کا انتظار تو نہیں کر رہا، یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا ''اے ابوبکر! اگر کوئی چیز ہوتی، کوئی خطرہ درپیش ہوتا تو میں پسند کرتا کہ تم ہی میرے آگے ہوتے'' ابوبکرؓ نے شوق سے عرض کیا، ''جی ہاں، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے'' جب دونوں حضرات غارِ ثور میں پہنچ گئے تو ابوبکرؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ آپ ٹھہریئے! مجھے پہلے اس غار میں جانے دیں کہ اگر کوئی سانپ یا مضر جانور ہو تو مجھے نقصان پہنچائے اور آپ محفوظ رہیں۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کے اندر گئے اور پھر اپنے ہاتھ سے سوراخوں کو ٹٹولنے لگے اور سوراخ کو کپڑے سے بند کر دیا، جب سارا کپڑا اس میں لگ گیا تو دیکھا کہ ایک سوراخ باقی رہ گیا ہے تو اس میں اپنا پاؤں رکھ دیا، پھر نبی اکرم ﷺ اس غار میں داخل ہوئے، جب نبی اکرم ﷺ کی نگاہ صبح کی روشنی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر پڑی تو دیکھا کہ ان کے بدن پر کپڑا نہیں ہے، آپ نے حیرت سے پوچھا، اے ابوبکر! تمہاری قمیص کہاں ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے ساری بات بتائی تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! قیامت کے دن ابوبکرؓ کو میرے ساتھ میرے درجہ میں کر دے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ آپ کی دعا قبول ہوگئی ہے۔''

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شدت جذبات میں فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ابوبکرؓ کی وہ
رات عمر کے خاندانوں سے زیادہ بہتر ہے۔''[1]

﴿جنت کے ہر دروازے کی پکار ''ابوبکرؓ''﴾

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کو احادیث مبارکہ سے فیض یاب فرما رہے تھے کہ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اللہ کے راستہ میں دو ہم جنس چیزیں خرچ کرے گا، اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا اور جنت کے (آٹھ) دروازے ہیں۔ جو نماز کی کثرت کرنے والا ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو جہاد کثرت سے کرتا ہوگا اسے باب جہاد سے بلایا جائے گا، جو صدقہ کرنے میں فائق ہوگا اسے بابِ صدقہ سے بلایا جائے گا اور جو روزہ کثرت سے رکھتا ہوگا اسے ''باب الریان'' سے بلایا جائے گا۔'' یہ ارشاد مبارک سن کر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ ''بظاہر تو جنت کے سب دروازوں سے بلائے جانے کی ضرورت نہیں لیکن کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جسے جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿نعم و ارجو ان تکون مِنھُمْ﴾

''ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم ان ہی میں سے ہوگے۔''[2]

﴿حضرت ابوبکرؓ کا اپنے بیٹے سے ایمان افروز مکالمہ﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن بدر کی لڑائی میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد ایک دن اپنے والد کے ہمراہ تشریف فرما تھے، کہنے لگا، ''ابا جان! بدر کی لڑائی میں میری نظر آپ پر پڑی تھی اور اس وقت میرے لئے آپ کو نشانہ بنانا بہت آسان تھا لیکن میں ایک طرف کو ہوگیا اور آپ کو

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (۳/۱۸۰) وحلیۃ الاولیاء (۱/۳۲)

[2] رواہ البخاری (۱۷۶۴) ومسلم (۱۷۰۵) والترمذی (۳۶۰۷) والنسائی (۲۲۹۶) واحمد (۱۳۴۷) و مالک (۸۹۲)

قتل نہیں کیا'' یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''لیکن اگر تم میرے نشانہ پر ہوتے تو میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑتا بلکہ قتل کر دیتا۔''[۱]

اسی طرح ایک لڑائی کے موقع پر عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ جو کہ ایک طاقتور جوان تھے، مشرکین کی صفوں میں سے نمودار ہوئے اور للکار کر کہا ''کوئی ہے جو میدان میں آئے؟'' جونہی یہ آواز صدیق اکبرؓ کے کانوں میں پڑی جو حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، شیر کی طرح اٹھے اور للکارنے والے شخص کی طرف جانے لگے تاکہ اس کا مقابلہ کریں تو حضور ﷺ نے انہیں پکڑ لیا اور فرمایا ''اے ابوبکر! آپ نہ جائیں، آپ اپنی ذات سے ہمیں فائدہ دیں۔''[۲]

﴿تو خوش نصیب ہے کہ تری آنکھ نم تو ہے﴾

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ بیمار ہوگئے اور انتہائی ناتواں بدن کے ساتھ بستر پر سورہے تھے کہ صدیق اکبرؓ زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ بستر مرض پر پڑے ہیں تو اس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شدید غم لاحق ہوا، جب واپس اپنے گھر تشریف لائے تو خود بھی رسول اللہ ﷺ کے غم میں بیمار ہوگئے۔ جب نبی کریم ﷺ شفایاب ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات کرنے تشریف لائے، جب حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا تو آپؓ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا کہ حضور ﷺ شفایاب ہوگئے، صدیق اکبر اللہ عنہ نے اس بے مثال محبت کا کچھ اس طرح نقشہ کھینچا ہے:

مرض الحبیب فعدته　　　فمرضت من اسفی علیه

شفی الحبیب فزارنی　　　فشفیت من نظری الیه

''میرے حبیب ﷺ بیمار ہوئے تو میں نے ان کی عیادت کی،
پس میں ان کے غم میں بیمار ہوگیا، جب میرے حبیب ﷺ

---

۱ تاریخ الخلفاء ص ۶۴، مستدرک الحاکم (۳/۴۷۵)، حیاۃ الصحابہ (۲/۴۰۳)

۲ مستدرک الحاکم (۳/۴۷۳)

شفایاب ہو گئے تو وہ میری ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان پر نظر پڑتے ہی میں بھی شفایاب ہو گیا۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں ایک بابرکت سفر

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، اس سفر میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، اس واقعہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانی ملاحظہ کیجئے:

''میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مکہ سے چلا، چلتے چلتے ہم عرب کے ایک قبیلہ کے پاس پہنچ گئے، قبیلہ کے کنارے کے گھر پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچ کر ہم سواریوں سے نیچے اترے تو وہاں صرف ایک عورت تھی، اس عورت نے ہمیں دیکھا تو بولی، ''اے اللہ کے بندے! میں عورت ذات ہوں، میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے، اکیلی ہوں، اگر آپ لوگ مہمان بننا چاہتے ہیں تو قبیلہ کے سردار کے ہاں تشریف لے جائیں'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بات قبول نہ فرمائی اور وہیں ٹھہر گئے۔

تھوڑی دیر میں اس عورت کا بیٹا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا آیا، اس عورت نے بیٹے سے کہا ''اے بیٹے! یہ بکری اور چھری ان دو آدمیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ میری والدہ کہہ رہی ہے کہ یہ بکری ذبح کر کے آپ دونوں خود بھی کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں'' جب وہ لڑکا بکری لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ''چھری لے جاؤ اور دودھ نکالنے کے لئے پیالہ لے آؤ'' اس لڑکے نے کہا ''یہ بکری چراگاہ سے دور رہی تھی اور اس کا دودھ بھی نہیں ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''نہیں تم جاؤ'' وہ لڑکا جا کر پیالہ لے آیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بکری کے تھن پر ہاتھ پھیر کر دودھ نکالنا شروع کیا تو اتنا دودھ نکلا کہ پیالہ بھر گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لڑکے سے کہا کہ یہ دودھ جا کر اپنی والدہ کو دے آؤ۔ چنانچہ اس کی ماں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا، وہ لڑکا پیالہ واپس لے آیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''یہ بکری لے جاؤ اور دوسری بکری لے آؤ'' وہ لڑکا دوسری

---

[1] من وصایا الرسول (۳۹۴/۲) کذا فی ''مائۃ قصۃ من حیاۃ ابی بکرؓ''

بکری لے آیا، حضور ﷺ نے اس کا دودھ نکال کر مجھے پلایا، پھر وہ لڑکا تیسری بکری لے آیا، اس کا دودھ نکال کر حضور ﷺ نے خود پیا، پھر وہ رات ہم نے وہاں گزاری اور صبح وہاں سے آگے چلے گئے۔

اس عورت نے آپ ﷺ کا نام "مبارک" رکھ دیا، پھر اللہ نے اس کی بکریوں میں خوب برکت ڈالی یہاں تک کہ وہ بیچنے کے لئے بکریوں کا ریوڑ لے کر مدینہ آئی، میرا وہاں سے گزر ہوا تو اس عورت کے بیٹے نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا اور اپنی ماں سے کہنے لگا، "اے امی جان! یہ وہی آدمی ہے جو اس مبارک ہستی کے ساتھ تھا" وہ عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی "اے اللہ کے بندے! وہ مبارک آدمی جو تمہارے ساتھ تھا وہ کون ہے؟" میں نے کہا "اچھا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں؟" اس عورت نے نفی میں جواب دیا تو میں نے کہا "وہ نبی کریم ﷺ ہیں" اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کی، میں اسے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، حضور ﷺ نے انہیں کھانا کھلایا اور دراہم مرحمت فرمائے، ہدیہ میں پنیر اور دیہاتیوں والا سامان عطا فرمایا اور پہننے کے کپڑے بھی دیئے اور وہ عورت مسلمان بھی ہو گئی۔[1]

بس ایک جھلک تم کو دیکھا تھا، مگر اب تک
آئینے کو حیرت ہے، تصویر کو سکتا ہے
بادیدہ ترجب سے میں اٹھ کے چلا آیا
میخانے میں اس دن سے ہر جام چھلکتا ہے

حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں یہودی کی مرمت

یہودیوں کے بڑے بڑے سردار ایک جگہ جمع ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں تیار کرنے میں مصروف تھے اور اپنی باطنی عداوت کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر رہے تھے، اچانک حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں تشریف لائے اور زبردستی ان کے مجمع میں گھس گئے، آپ نے دیکھا کہ لوگ ایک

[1] حیاۃ الصحابۃ (۷۰/۳)

یہودی عالم "فخاص" کے گرد جمع ہیں، ابوبکر صدیقؓ نے فخاص کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تیرا ستیاناس ہو! خدا کا خوف کر اور مسلمان ہو جا، خدا کی قسم! تو جانتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور دین حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں، تم ان کا ذکر تورات اور انجیل میں مکتوب پاتے ہو۔"

فخاص نے سخت انداز میں جواب دیا:

"اے ابوبکر! خدا کی قسم! ہمیں اللہ کی طرف کوئی احتیاج نہیں، خدا ہمارا محتاج ہے، ہم اس سے بے نیاز ہیں، ہم اس کے سامنے ایسے نہیں گڑگڑاتے جیسے وہ ہمارے سامنے گڑگڑاتا ہے ہم تو اس سے بے نیاز ہیں لیکن وہ ہم سے بے نیاز نہیں ہے، اگر وہ ہم سے بے نیاز ہوتا تو ہم سے ہمارے اموال کا قرضہ طلب نہ کرتا جیسا کہ تمہارے صاحب کہتے ہیں، وہ تمہیں سود سے منع کرتا ہے جبکہ ہمیں سود دیتا ہے، اگر وہ ہم سے غنی ہوتا تو ہمیں سود نہ دیتا۔"

یہ سننا تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غصہ کی وجہ سے آگ بگولا ہو گئے اور اس کے چہرے پر مار مار کر اس کی شکل بگاڑ دی، پھر شیر کی طرح گرجتے ہوئے فرمایا:

"اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیرے سر کو اڑا دیتا، اے دشمن خدا!"

فخاص اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس روتا ہوا حاضر ہوا اور دربارِ رسالت میں عرض کرنے لگا:

"اے محمد! دیکھئے آپ (ﷺ) کے ساتھی نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟"

اس کی یہ حالت دیکھ کر اور شکایت سن کر حضور ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے پوچھا "تم نے یہ کام کیوں کیا؟"

''یا رسول اللہ! اس دشمن خدا نے بڑی بھاری بات کہی تھی، اس نے کہا کہ خدا محتاج ہے اور یہ بھی کہا کہ ہم مالدار ہیں، جب اس نے یہ بات کہی تو مجھے اس پر اللہ کی رضا کی خاطر غصہ آ گیا اور میں نے اس کے چہرہ پر مارا'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔

فحاص نے چلا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تردید کر دی کہ ''اے محمد! ابوبکرؓ جھوٹ کہتے ہیں میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔''

اللہ تعالیٰ نے خود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تائید فرمائی اور مندرجہ ذیل آیات کریمہ نازل ہوئیں:

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ (آل عمران: ۱۸۱)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے ان لوگوں کا قول جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں، ہم ان کے کہے ہوئے کو لکھ رہے ہیں اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی، اور ہم کہیں گے چکھو آگ کا عذاب''۔[1]

﴿حضرت ابوبکرؓ کا تقویٰ﴾

حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے کاتبوں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے پاس تھے، حضور ﷺ نے ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ گویا ہم انہیں دیکھ رہے ہیں۔ پھر میں اٹھ کر بیوی بچوں کے پاس چلا گیا اور ان کے ساتھ ہنسنے کھیلنے لگ گیا، پھر یکدم مجھے وہ حالت یاد آئی جو حضور ﷺ کے سامنے تھی، (کہ ہم دنیا بھولے ہوئے تھے اور جنت و جہنم آنکھوں کے سامنے تھیں اور اب وہ حالت نہ رہی تھی) یہ سوچ کر میں باہر نکلا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ مجھے ملے، میں نے کہا ''اے ابوبکر! میں تو منافق ہو گیا ہوں!'' انہوں نے کہا ''کیا بات

---

1. مائۃ قصۃ من حیاۃ ابی بکر

ہوئی؟'' میں نے عرض کیا ''جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور حضور ﷺ ہمارے سامنے جنت وجہنم کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ ﷺ کے پاس سے باہر جاتے ہیں اور بیوی بچوں اور کام کاج میں لگ جاتے ہیں تو اس حالت کو فراموش کر بیٹھتے ہیں'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہمارا بھی یہی حال ہے۔''

پھر یہ بات میں نے جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے حنظلہ! تمہاری جو حالت میرے پاس ہوتی ہے وہی اگر گھر والوں کے پاس جا کر بھی رہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں لیکن حنظلہ! بات یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اور گاہے گاہے۔''[1]

﴿غمِ آخرت کا چراغ﴾

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورۃ النساء کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿مَنْ یَعْمَلْ سُوْءً ا یُّجْزَ بِهٖ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا﴾ (سورۃ النساء: ۱۲۳)

''جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا۔''

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا ''اے ابوبکر! مجھ پر جو آیت نازل ہوئی ہے کیا وہ تمہیں نہ پڑھا دوں۔''

''یارسول اللہ! ضرور پڑھائیں'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

چنانچہ حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکھا دی، حضرت ابوبکر فرماتے ہیں ''یہ آیت سنتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میری کمر ٹوٹ گئی ہے جس کی وجہ سے میں نے انگڑائی لی۔''

---

[1] حیاۃ الصحابۃ، (۶۵/۳)

''اے ابوبکر! تمہیں کیا ہوا؟'' حضور ﷺ نے استفسار فرمایا۔

''ہم میں سے ایسا کون ہے جس نے برے کام نہ کئے ہوں؟ اور ہم جو بھی برا کام کریں گے کیا ہمیں اس کا بدلہ ضرور ملے گا؟'' صدیق اکبرؓ نے اپنی وجہ پریشانی عرض کی تو حضور ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''اے ابوبکر! تمہیں اور مومنوں کو برے کاموں کا بدلہ تو دنیا میں ہی مل جائے گا اور تم اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کرو گے (یعنی مرتے وقت یہ حالت ہوگی) کہ تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا اور دوسروں (کافروں) کے گناہوں کو جمع کیا جاتا رہے گا اور انہیں ان گناہوں کا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا۔''[1]

حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ

حضور ﷺ کی وفات کے اگلے روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک آدمی نے اعلان کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کا کام مکمل ہو جانا چاہیے، غور سے سنو! اب حضرت اسامہؓ کے لشکر کا کوئی آدمی مدینہ میں باقی نہیں رہنا چاہیے بلکہ مقام ''جُرف'' میں جہاں ان کے لشکر کا پڑاؤ ہے وہاں پہنچ جانا چاہیے، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا:

> ''اے لوگو! میں تمہارے جیسا ہی ہوں، مجھے معلوم نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ تم مجھے اس چیز کا مکلف بناؤ جو صرف حضور ﷺ کے بس میں تھی (اور میری طاقت سے باہر ہے) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں پر فوقیت عطا فرمائی تھی اور انہیں چنا تھا اور انہیں تمام آفات سے حفاظت عطا فرمائی تھی اور میں ان ہی کے پیچھے چلنے والا ہوں، اپنی طرف سے نئی چیزیں گھڑنے والا نہیں ہوں گر میں سیدھا چلوں تو تم میرے پیچھے چلو اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم لوگ مجھے سیدھا کر دو، حضور ﷺ کی شان تو یہ تھی کہ جب

[1] حیاۃ الصحابۃ (۹۱/۳)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو اس وقت امت میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا جو کوڑے کی مار یا اس سے بھی کم ظلم کا مطالبہ کر رہا ہو، غور سے سنو! میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا ہوا ہے، جو میرے پاس آتا رہتا ہے، جب وہ میرے پاس آئے تو تم لوگ مجھ سے الگ ہو جاؤ کہیں میں تمہاری کھالوں اور بالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں، تم لوگ صبح اور شام اس موت کے منہ میں ہو جس کا تمہیں علم نہیں کہ کب آجائے گی، تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ جب بھی تمہاری موت آئے تو تم اس وقت نیک عمل میں لگے ہوئے ہو اور ایسا تم صرف اللہ کی مدد سے کر سکتے ہو، لہٰذا جب تک موت نے مہلت دے رکھی ہے اس وقت تک تم لوگ نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اس سے پہلے کہ موت آجائے اور عمل کرنے کا موقع نہ دے کیونکہ بہت سے لوگوں نے موت کو بھلا رکھا ہے اور اپنے اعمال دوسروں کے نام کر دیئے ہیں لہٰذا تم ان جیسے نہ بنو، خوب کوشش کرو اور مسلسل کوشش کرو اور سستی سے کام نہ لو بلکہ جلدی کرو اور جلدی کرو کیونکہ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو تمہیں تلاش کر رہی ہے اور اس کی رفتار بہت تیز ہے لہٰذا موت سے چوکنے رہو اور آباؤ اجداد، بیٹوں اور بھائیوں کی موت سے عبرت حاصل کرو اور زندہ لوگوں کے ان نیک اعمال پر رشک کرو جن پر تم مردوں کے بارے میں رشک کرتے ہو یعنی دنیاوی چیزوں میں زندہ لوگوں پر رشک نہ کرو۔"[1]

"میں اپنے رب سے راضی ہوں"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک بوسیدہ چوغہ پہنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۱/۴۶۴)

بیٹھے ہوئے تھے، اس چوغے کے کنارے کھجوروں کی شاخوں اور مختلف قسم کی ٹہنیوں سے
جوڑے گئے تھے، اسی اثنا میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور دریافت
کیا: ''اے محمد ﷺ! کیا وجہ ہے کہ ابوبکرؓ کے جسم پر ایسی بوسیدہ قسم کا چوغہ نظر آرہا ہے جس کو
اس عجیب انداز میں جوڑا گیا ہے؟'' حضور ﷺ نے روح الامین کے جواب میں فرمایا:

''اے جبرئیل! ابوبکرؓ نے فتح سے پہلے اپنا مال مجھ پر خرچ کردیا
تھا۔''

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور آپ سے فرمارہے ہیں کہ
آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھیں کہ کیا وہ اس حالتِ فقر پر اللہ
سے خوش ہیں یا ناخوش؟''

چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو مخاطب کرکے یہ سوال کیا جو
حضرت جبرئیلؑ نے پوچھا تھا، پس حضرت ابوبکر صدیقؓ بلا تامل گویا
ہوئے:

''کیا میں اپنے رب سے ناخوش ہوسکتا ہوں؟''

پھر از راہِ شوق فرمانے لگے،

''میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں،
میں اپنے رب سے راضی ہوں۔''[1]

آلِ صدیق رضی اللہ عنہ کی برکت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم کسی سفر میں حضور ﷺ
کی معیت میں روانہ ہوئے جب ہم مقام بیداء میں یا مقام ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار
گم ہوگیا، حضور ﷺ اور دوسرے حضرات ہار کی تلاش میں لگ گئے، جس جگہ ہار گم ہوا
وہاں پانی نہ تھا۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۱۰۵/۷)

اس صورت حال کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ ''آپ نے دیکھا کہ عائشہ نے کیا کیا؟ اس نے حضور ﷺ اور لوگوں کو رکنے پر مجبور کر دیا جبکہ نہ لوگوں کے پاس پانی موجود ہے اور نہ اس علاقہ میں کہیں پانی ہے۔''

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے، اس حال میں کہ حضور ﷺ اپنا سر مبارک میری گود میں رکھے آرام فرما رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا:

''تو نے رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو آگے جانے سے روک رکھا ہے جبکہ اس جگہ پانی بھی نہیں ہے!'' اس کے بعد وہ بہت زیادہ ناراض ہوئے اور خدا جانے مجھے کیا کچھ کہتے رہے اور میری کمر میں اپنا ہاتھ بھی چبھویا لیکن میں نے بالکل حرکت نہیں کی کیونکہ حضور ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔

جب صبح ہوئی اور پانی کا انتظام نہ ہو سکا تو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمّم کو نازل فرمایا اور لوگوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھی۔

حضرت اسید بن حضیرؓ نے تیمّم کا حکم نازل ہونے کے بعد فرمایا ''اے آلِ ابی بکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو گمشدہ ہار ہمیں مل گیا۔''[1]

﴿اے دل سنبھل! یہ عشق کا نازک مقام ہے﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو دنیا اور اپنے پاس موجود خزانوں کے درمیان اختیار دیا کہ جس کو چاہے اختیار کر لے تو اس بندہ نے اللہ کے خزانوں کو اختیار کر لیا۔''

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے، میں نے دل میں کہا ''نہ

---

[1] رواہ البخاری (۳۳۴) ومسلم (۵۵۰)، (۵۵۱) والنسائی (۳۰۸)، (۳۲۱) وابوداؤد (۲۷۱) وابن ماجہ (۵۶۱) واحمد (۲۳۱۶۴)، (۲۴۲۸۳) ومالک (۱۱۰) والدارمی (۷۳۹)

جانے یہ بڑے میاں کس بات پر رونے لگے......؟؟؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندہ کو دنیا اور اپنے خزانے کے درمیان اختیار دیا اور اس نے اللہ کے خزانوں کو اختیار کرلیا۔ (تو اس میں ایسی کون سی بات ہے) لیکن (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے انتقال کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس بندہ سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، میں جان گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب میں سب سے بڑے عالم ہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روتا ہوا دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے ابوبکر! مت روئیں! اپنی صحبت اور مال کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اگر میں کسی کو خلیل بناتا (یعنی زائد محبت عطا کرتا) تو ابوبکر کو خلیل بناتا، لیکن اسلامی محبت اور بھائی چارہ کا رشتہ ضرور ہے، مسجد نبوی میں کھلنے والی ہر کھڑکی کو بند کردیا جائے لیکن ابوبکرؓ کی کھڑکی کو کھلا رہنے دیا جائے۔''[1]

﴿رقت آمیز تلاوت﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح وشام ہمارے گھر تشریف نہ لاتے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں مسجد بنانے کا خیال آیا اور انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، وہ اس مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت فرماتے، اس عمل کے دوران مشرکین کی عورتیں اور بچے انہیں تعجب خیز نگاہوں سے دیکھتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے، خصوصاً جب وہ قرآن کی تلاوت کرتے تو ان کے اشک تھمتے ہی نہیں تھے، اس چیز نے قریشی سرداروں کو بہت مرعوب کر رکھا تھا۔''[2]

﴿حیات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امامت کا شرف﴾

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدت اختیار کرگیا تو آپ نے فرمایا:

''ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

---

۱ رواہ البخاری (۴۴۲) ومسلم (۴۳۹۰) والترمذی (۳۵۹۳) واحمد (۱۰۷۱۰) والدارمی (۷۷)

۲ رواہ البخاری (۴۵۶) وابوداؤد (۳۵۶۱) واحمد (۱۶۹۳۰)

''وہ بہت رقیق القلب ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے، تو نماز نہ پڑھا سکیں گے'' حضرت عاۂ نے عرض کیا۔

''ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھا دیں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلی بات دوبارہ عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں، تم تو بالکل ان عورتوں کی مانند ہو جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے خلافت حقیقت کا اظہار کیا تھا۔''[1]

چنانچہ ایک قاصد یہ پیغام لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

دل کا جو حال ہے لفظوں میں بیان کیسے ہو

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے، اس دوران سوموار کے دن جب مسلمان نماز کی صفوں میں کھڑے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک انتہائی روشن اور چمکدار دکھائی دے رہا تھا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور مسکرا دیئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کر کے خوشی کی وجہ سے ہم بے خود سے ہو گئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس خیال سے پیچھے آ کر صف میں ملنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائیں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز مکمل کرنے کا اشارہ فرمایا اور پردہ لٹکا دیا پھر اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔[2]

فراستِ صدیق اکبرؓ

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور خلافت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب کر لیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی

---

۱ رواہ البخاری (۶۳۷) ومسلم (۶۳۸) واحمد (۱۸۸۶۹)

۲ رواہ البخاری (۶۳۹) ومسلم (۶۳۷)، (۱۹۹۶) والنسائی (۱۸۰۸) وابن ماجہ (۱۶۱۳) واحمد (۱۱۹۲۹)

کے لئے جہاد کا اعلان فرمایا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا:

''آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں، جب وہ اس کا اقرار کرلیں گے تو اپنے مالوں اور جانوں کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔''

''خدا کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور بضرور قتال کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز کے درمیان فرق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ ایک رسی کا بھی انکار کریں گے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں پھر بھی ان سے قتال کروں گا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عزم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''خدا کی قسم! جس بات کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا اور میں نے جان لیا کہ وہی بات حق تھی۔''[1]

﴿رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت ونصرت کا اعزاز﴾

حضرت عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ ''مجھے مشرکین کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کی گئی بدترین بدسلوکی سے آگاہ فرمائیں'' انہوں نے کہا کہ ''ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کہیں سے عقبہ بن ابی معیط آنکلا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کندھے سے پکڑا اور اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر گلا دبانے لگا، یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ دوڑے ہوئے آئے اور اسے کندھے سے پکڑ کر ادھر دھکیل دیا اور کہا:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المومن: ۲۸)

''کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار خدا ہے اور وہ تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نشانیاں لیکر آیا ہے۔''

---

[1] رواہ البخاری (۱۳۱۲) ومسلم (۲۹) والترمذی (۲۵۳۲) والنسائی (۲۴۰۰) وابوداؤد (۱۳۳۱) واحمد (۶۴)

﴿وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد......﴾

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حجرہ مبارک میں حاضر ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ ہٹایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کہا ''انا اللہ و انا الیہ راجعون '' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کی طرف سے انہوں نے اپنا منہ جھکایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لے کر کہا ''ہائے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پھر اپنے سر کو اوپر اٹھایا، پھر منہ کو جھکا کر دوبارہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا ''ہائے میرے دوست خاص! پھر سر کو اوپر اٹھایا، پھر منہ کو جھکا کر تیسری مرتبہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا ''ہائے میرے جگری دوست، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے۔''

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں بیان کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے ''جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو بالکل ختم نہیں کر دے گا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال نہیں ہوگا۔'' حضرت ابوبکرؓ کے آنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد یہ بیان کیا کہ:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ﴾ (الزمر: ۳۰)

''آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔''

اور یہ بھی فرماتے ہیں:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزرے ہیں، بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ (یعنی مرتد ہو جاؤ؟) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور خدا شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔''

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''جو اللہ کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تو زندہ ہیں ان پر موت طاری نہیں ہوسکتی اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے۔''
اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا کیا یہ آیات اللہ کی کتاب میں ہیں؟ (مجھے یہ آیت یاد ہی نہ رہی اب حضرت ابوبکر کے پڑھنے سے یاد آئی ہیں، ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال پانے کا ذکر ہے۔)
پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان فرمایا:
''اے لوگو! یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ مسلمانوں میں بڑے عمدہ اور اعلی کارناموں والے ہیں۔ لہٰذا ان سے بیعت ہوجاؤ۔''
چنانچہ لوگ ان سے بیعت ہوگئے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان بات بڑھ گئی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ برا بھلا کہہ دیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا (مجھ سے غلطی ہوگئی اس لیے) اے میرے بھائی! آپ میرے لیے اللہ سے استغفار کریں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا ہوا تھا، اس لیے وہ خاموش رہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا، لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے اور ساری بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتادی۔ اس سارے ماجرے کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''اے عمر (رضی اللہ عنہ) تم سے تمہارا بھائی استغفار کا مطالبہ کررہا ہے اور تم اس کے لیے استغفار نہیں کررہے، یہ کیا بات ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے، یہ جتنی دفعہ مجھ سے استغفار کا مطالبہ کرتے رہے میں ہر دفعہ (چپکے سے) ان کے لیے استغفار کرتا تھا، اور آپ کے بعد اللہ کی مخلوق میں مجھے ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔'' چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (۵/۲۴۱)

فرمایا ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، آپ کے بعد مجھے بھی ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔'' اس کے بعد حضور ﷺ نے شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مندرجہ ذیل کلمات ارشاد فرمائے:

''میرے ساتھی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تھا تو تم سب نے کہا تھا کہ تم غلط کہتے ہو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ان کا نام ساتھی نہ رکھا ہوتا تو میں انہیں خلیل (خاص دوست) بنالیتا، بہرحال وہ میرے دینی بھائی تو ہیں ہی...... اور یہ بھائی چارہ اللہ کی وجہ سے ہے، غور سے سنو (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والی ہر کھڑکی بند کردو لیکن (ابوبکر) ابن ابی قحافہ کی کھڑکی کھلی رہنے دو۔''[1]

مدینے کا بخار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت تیز بخار ہو گیا، چنانچہ میں ان دونوں حضرات کے پاس گئی اور میں نے کہا ''اے ابا جان! آپ کیسے ہیں؟ اور اے بلال! آپ کیسے ہیں؟'' جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بخار تیز ہوتا تو وہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

کل امرىءٍ مصبحٌ فی اهله
والموت ادنی من شراک نعله

''ہر آدمی اپنے گھر والوں میں رہتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے اللہ تمہاری صبح خیر و عافیت والی بنائے حالانکہ موت تو اس کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار اتر جاتا تو وہ (مکہ کو یاد کر کے) یہ اشعار پڑھتے:

الالیت شعری هل ابیتن لیلة
بوادٍ و حولی اِذخر و جلیل

[1] حیاۃ الصحابۃ (۵۵۳/۲)

وهل اردن يوما مياه مجنة
وهل يبدون شامة وطفيل

''غور سے سنو! کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کیا میں کوئی رات (مکہ)
کی وادی میں گزاروں گا اور میرے اردگرد اذخر (مکہ کا ایک گھاس)
اور جلیل (ایک گھاس) ہوگا، اور کیا میں کسی دن مجنہ کے چشموں پر
اتروں گا اور کیا شامہ اور طفیل نام (مکہ کے) پہاڑ مجھے نظر آئیں
گے۔''

میں نے یہ سارا ماجرا جا کر حضور ﷺ کو سنایا تو حضور ﷺ نے دعا مانگی:
''اے اللہ! مدینہ کو صحت افزا مقام بنا دے اور ہمارے لیے اس کے مُد اور صاع (دو پیانے) میں برکت ڈال دے اور اس کا بخار مقام جحفہ میں منتقل کر دے۔''[1]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت اور تصدیق نبی ﷺ

حضور ﷺ کے مرض الوفات میں جب نماز کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ''نماز کا وقت ہو گیا ہے، رسول اللہ ﷺ بھی موجود نہیں، کیا میں اذان و اقامت کہہ دوں اور آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ٹھیک ہے اگر تم چاہو''، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوسری یا تیسری بار نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے، جب نبی کریم ﷺ کو کچھ افاقہ محسوس ہوا تو مسجد تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ''کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟'' لوگوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے استفسار فرمایا ''تمہیں کس نے نماز پڑھائی ہے؟'' لوگوں نے کہا ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے'' حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''تم نے اچھا کیا، بہت خوب، جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں پھر اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا امامت کرے۔''[2]

---

1. رواہ البخاری (١٧٥٦)
2. ابوبکرؓ کے سو قصے، ص: ٥٣، بحوالہ ''المطالب العالیۃ'' لابن حجر (٣٣/٤)

﴿اعمالِ خیر کی جستجو اور سبقت﴾

حضرت محمد ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا ''تم میں سے آج کس کا روزہ ہے؟''

''یارسول اللہ ﷺ! آج میں روزہ سے ہوں'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''آج تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا ہے؟'' حضور ﷺ نے پھر پوچھا۔

''یارسول اللہ میں گیا ہوں'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے۔

''آج مسکین کو کھانا کس نے کھلایا ہے؟'' حضور ﷺ نے دریافت فرمایا۔

''یہ سعادت بھی مجھے ملی ہے'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟'' آنحضرت ﷺ نے استفسار فرمایا۔

''میں نے عیادت کی ہے'' حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا جس شخص میں یہ امور جمع ہوں وہ جنت میں داخل ہوگا۔''[1]

﴿احد پہاڑ کی سعادت﴾

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی معیت میں احد پہاڑ چڑھے، اچانک پہاڑ میں لرزہ پیدا ہوا اور وہ بہت زور زور سے ہلنے لگا، رسول کریم ﷺ نے اپنا پاؤں اس پر مارا اور فرمایا:

''اے احد! رک جا! اس وقت تیرے اوپر ایک نبی ﷺ، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔''[2]

---

[1] رواہ مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۲۸

[2] رواہ البخاری (۳۶۸۶)

''صدیق'' سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دو شہیدوں سے مراد حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ہیں۔

حوض کوثر اور غار ثور میں رفیق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر و حضر، عسر و یسر اور جنگ و امن کے ساتھی اور رفیق رہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کی جسمانی ہمراہی اور معیت آپ کو حاصل رہی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما لینے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اتباع سنت کے ذریعہ روحانی معیت کو باقی رکھا۔

لیکن اس قرب و معیت اور رفاقت کا دائرہ محض دنیاوی زندگی تک محدود نہیں بلکہ ان عظیم ہستیوں کی رفاقت آخرت کی زندگی میں بھی ہے۔

ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے ابوبکر! تم حوض کوثر پر میرے رفیق ہو اور غار میں میرے ساتھ ہو۔''[1]

پیکر عدل وانصاف

ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا:

''جب صبح ہو تو تم صدقہ کے اونٹ ہمارے پاس لے آؤ، ہم انہیں تقسیم کریں گے اور ہمارے پاس اجازت کے بغیر کوئی نہ آئے۔''

ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا، یہ نکیل لے جاؤ، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی اونٹ عطا فرما دے۔ چنانچہ وہ آدمی گیا، اس نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹوں کے احاطہ میں داخل ہو رہے ہیں، یہ بھی ان حضرات کے ساتھ داخل ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا، تم ہمارے پاس کیوں آئے ہو؟ پھر اس کے ہاتھ سے نکیل لے کر اسے ماری۔

---

[1] رواہ الترمذی (۳۶۰۳)

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس آدمی کو بلایا اور اسے نکیل دے کر فرمایا "تم اپنا بدلہ لے لو" یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "اللہ کی قسم! یہ آپ سے بدلہ ہرگز نہیں لے گا، آپ اسے مستقل عادت نہ بنائیں کہ امیر تنبیہ کرنے کے لیے کسی کو سزا دے تو اس سے بدلہ لیا جائے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے قیامت کے دن اللہ سے کون بچائے گا؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "آپ (اسے کچھ دے کر) راضی کرلیں۔"

چنانچہ حضرت ابوبکر نے اپنے غلام سے کہا "تم میرے پاس ایک اونٹ اس کا کجاوہ ایک کمبل اور پانچ دینار لے آؤ۔" جب وہ یہ سب چیزیں لے آیا تو سب کچھ اس آدمی کو دے کر راضی کرلیا۔[1]

﴿تجھ سے سیکھے گا زمانہ ترے انداز کبھی﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پینے کے لیے پانی مانگا تو ان کی خدمت میں ایک برتن لایا گیا جس میں شہد اور پانی تھا، جونہی آپ نے اسے اپنے منہ کے قریب کیا تو بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اس قدر روئے کہ آس پاس والے بھی رونے لگے، آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے لیکن اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ خاموش نہ ہوسکے، پھر اسے دوبارہ منہ کے قریب لے گئے تو پھر رونے لگے اور اتنا زیادہ روئے کہ ان کے رونے کا سبب پوچھنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی، آخر جب ان کی طبیعت ہلکی ہوگئی اور انہوں نے اپنا منہ پونچھا تو لوگوں نے ان سے پوچھا "آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "شہد ملا ہو پانی دیکھ کر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ اس کی وجہ سے رویا تھا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں، لیکن

---

[1] کنز العمال، (۳/۱۲۷)

مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی، میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا چیز ہے، جسے آپ دور کر رہے ہیں؟ مجھے تو کوئی چیز نظر نہیں آ رہی!'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''دنیا میری طرف بڑھی تو میں نے اس سے کہا دور ہو جا!'' اس نے کہا مجھے آپ لینے والے نہیں ہیں، لیکن آپ کے بعد آنے والے مجھ سے نہیں بچ سکتے۔''[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اس واقعہ کے یاد آنے سے میں رویا تھا اور شہد ملا ہوا پانی پینا میرے لیے مشکل ہو گیا اور مجھے ڈر لگا کہ اسے پی کر کہیں میں حضور ﷺ کے طریقہ سے ہٹ نہ جاؤں اور دنیا مجھ سے چمٹ نہ جائے۔''[2]

﴿حضرت ابوقحافہؓ کا اسلام﴾

فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا، کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے اور نابینا بھی، حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''آپ نے ان بڑے میاں کو گھر میں کیوں نہ رہنے دیا، ہم خود ان کے پاس چلے جاتے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو خود چل کر حاضر ہونے کا اجر عطا فرمائے، مجھے اپنے والد کے اسلام لانے سے جتنی خوشی ہو رہی ہے (آپ کے چچا) ابو طالب کے اسلام لانے سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی کیونکہ اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔'' حضور ﷺ نے جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان جذبات عقیدت کو سنا تو فرمایا: ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو (تمہارے دل میں یہی بات ہے)''۔[3]

﴿میں کوئی محفل نہ دیکھوں اس تری محفل کے بعد﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین اور

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۳۰/۱)　[2] حیاۃ الصحابۃ (۳۶۰/۲)
[3] حیاۃ الصحابۃ (۴۱۶/۲)

انصار بیٹھے ہوتے تھے، اور ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہوتے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف (عظمت کی وجہ سے) نگاہ نہ اٹھاتا، یہ دونوں حضرات آپ کی طرف دیکھتے اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھتے، دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر مسکراتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکراتے (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں حضرات سے بہت تعلق اور بہت زیادہ مناسبت تھی)۔[۱]

رفاقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن گھر سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں اس حال میں داخل ہوئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں جانب تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان حضرات کے ہاتھوں میں دیا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''قیامت کے دن ہم اس طرح اٹھائے جائیں گے۔''[۲]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سخاوت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، اتفاق سے اس دن میرے پاس مال موجود تھا، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاسکتا ہوں تو یہی موقع ہے کہ آج ان سے زیادہ مال خرچ کر کے سبقت لے جاؤں، چنانچہ میں نے اپنا سامان لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا:

''اے عمر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟''

''یارسول اللہ! جتنا لایا ہوں اتنا ہی چھوڑ آیا ہوں'' میں نے عرض کیا۔ اس کے

---

۱ الشفاء (۲/۳۳)

۲ رواہ الترمذی (۳۶۰۲)

بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارے کا سارا سامان لے آئے اور حضور ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟''

عرض کیا ''یا رسول اللہ! میں ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی رضا کر چھوڑ آیا ہوں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس سخاوت کو دیکھ کر میں نے اپنے دل میں سوچا۔

''خدا کی قسم! میں ابوبکر سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔''[1]

جودوسخاوت کا جو نمونہ یار غار نے پیش کیا، دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قطعی طور پر قاصر نظر آتی، یہی وہ جذبہ تھا جس کی بدولت پیغام رسالت آفتاب بن کر افق انسانیت پر طلوع ہو گیا، شاعر مشرق نے اسی واقعہ کو مندرجہ ذیل خوبصورت اشعار کے سانچے میں ڈھالا ہے، ان اشعار کا مطالعہ قارئین کے نشاط کا باعث ہوگا:

اک دن رسول پاک نے اصحاب سے کہا
دیں مال راہِ حق میں، جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کے فرط طرب سے عمرؓ اٹھے
اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسول امیں کے پاس
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
پوچھا حضور سرور عالم نے اے عمرؓ!
اے وہ کہ جوش حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار

[1] رواہ الترمذی (۳۶۰۸) وابوداؤد (۱۴۲۹) والدارمی (۱۶۰۱)

کی عرض نصف مال ہے فرزند وزن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضاء پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اس پر قمر سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روز گار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس[1]

﴿ہم تم پہ فدا ہیں............﴾

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے جتنا نفع ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال سے ہوا ہے اتنا نفع اور کسی کے مال سے نہیں ہوا۔“ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کیا:

”یارسول اللہ! میں اور میرا مال تو ہیں ہی آپ کے لیے......“[2]

﴿حضرت ابوبکرؓ کی علمی گہرائی﴾

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے

---

[1] بانگ درا، ص: ۲۷۳-۲۷۴
[2] رواہ ابن ماجہ (۹۱) واحمد (۷۱۳۴)

ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا:

''اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ لَا يَضُرُّكُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اهۡتَدَيۡتُمۡ﴾ (سورۃ المائدہ:۵:۱۰۵)

''اے ایمان والو! اپنی جانوں کی حفاظت کرو۔ جب تم ہدایت پر ہو تو تمہارا کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں نہیں سکتا۔''

اور تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی برائی کو ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کو ختم کرنے کی کوشش نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر بھی اپنا عذاب مسلط فرما دیتے ہیں۔''[۱]

﴿سردارِ اہل جنت﴾

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ انہیں دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا:

''یہ دونوں انبیاء اور رسولوں کے سوا تمام اہل جنت کے اور ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں۔''[۲]

﴿حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خودداری﴾

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اونٹ پر سواری کے دوران بعض اوقات لگام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گر جاتی تھی اور وہ اپنی اونٹنی کو کھڑا کرتے اور خود زمین سے لگام اٹھاتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو بعض ساتھیوں نے درخواست کی۔ آپ ہمیں حکم دیتے کہ ہم آپ کو پکڑا دیتے، فرمایا ''مجھے میرے محبوب

۱۔ رواہ احمد (۱۶) والترمذی (۲۰۹۴) وابوداؤد (۳۷۷۵) وابن ماجہ (۳۹۹۵)

۲۔ رواہ احمد (۵۶۸) والترمذی (۳۵۹۸) وابن ماجہ (۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ میں کسی سے سوال کروں۔"[۱]

کتنا بلند تری محبت کا ہے مقام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے دریافت فرمایا "آج کیا دن ہے؟" ہم نے بتایا کہ "آج سوموار ہے" فرمایا "اگر آج رات میرا انتقال ہو جائے تو میری تجہیز و تکفین کا انتظار نہ کرنا، کیونکہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب دن اور راتیں وہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں۔"[۲]

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال بھی سوموار کو ہوا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے فرمایا:

"اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ سے ڈرتے رہنا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (انسان کے ذمہ) دن میں کچھ ایسے عمل ہیں جن کو وہ رات میں قبول نہیں کرتے، اسی طرح اللہ کی طرف سے (انسانوں کے ذمہ) رات میں کچھ ایسے عمل ہیں جن کہ وہ دن میں قبول نہیں کرتے اور جب تک فرض ادا نہ کیا جائے اس وقت تک اللہ نفل قبول نہیں فرماتے، دنیا میں حق کا اتباع کرنے اور حق کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے قیامت کے دن اعمال کا ترازو بھاری ہوگا، کل جس ترازو میں حق رکھا جائے گا اسے بھاری ہونا چاہیے، اور دنیا میں باطل کا اتباع کرنے اور باطل کو معمولی سمجھنے کی وجہ سے ہی قیامت کے دن ترازو ہلکا ہوگا اور کل جس ترازو میں باطل رکھا

---

۱ رواہ احمد (۶۲) ۲ رواہ احمد (۴۴)

جائے اس کو ہلکا ہی ہونا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ نے جہاں جنت والوں کا ذکر کیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے سب سے اچھے اعمال کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان کے برے اعمال سے درگزر فرمایا ہے، میں جب بھی جنت والوں کا ذکر کرتا ہوں تو کہتا ہوں مجھے ڈر ہے کہ شاید میں ان میں شامل نہ ہوسکوں اور اللہ تعالیٰ نے جہاں دوزخ والوں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں ان کو سب سے برے اعمال کیساتھ ذکر کیا ہے اور ان کے اچھے اعمال کو مردود کر دیا ہے یعنی ان کو قبول نہیں فرمایا، میں جب بھی دوزخ والوں کا ذکر کرتا ہوں تو کہتا ہوں کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ شاید میں ان ہی کے ساتھ ہوں گا اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کی آیت بھی ذکر فرمائی ہے اور عذاب کی آیت بھی، لہٰذا بندوں کو رحمت کا شوق اور عذاب کا ڈر ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے غلط امیدیں نہ باندھے (کہ عمل تو اچھے نہ کرے اور امید جنت کی رکھے) اور اس کی رحمت سے ناامید بھی نہ ہو، اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے، اگر تم نے میری یہ وصیت یاد رکھی (اور اس پر اچھی طرح عمل کیا) تو کوئی غائب چیز تمہیں موت سے زیادہ محبوب نہ ہوگی اور تمہیں موت آ کر رہے گی اور اگر تم نے میری وصیت ضائع کر دی (اور اس پر عمل نہ کیا) تو کوئی غائب چیز تمہیں موت سے زیادہ بری نہیں لگے گی اور وہ موت تمہیں پکڑ کر رہے گی تم اس سے بچ نہیں سکتے۔“[1]

﴿حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرض الوفات﴾

جب خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”میرے ان کپڑوں کو دھو کر مجھے ان ہی میں کفن دے دینا، کیونکہ (مرنے کے بعد) تمہارے باپ کی دو حالتوں میں سے ایک

[1] حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۵۶)

حالت ضرور ہوگی، یا تو اسے اس سے بھی اچھے کپڑے (جنت کے) پہنائے جائیں گے یا کفن کے کپڑے بھی بری طرح چھین لیے جائیں گے۔"[۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے (اظہار غم کے لیے) یہ شعر پڑھا:

لعمرک ما یغنی الثراء عن الفتی
اذا حشرجت یوماً وضاق بها الصدر

"آپ کی عمر کی قسم! جس دن موت کے وقت سانس اکھڑنے لگے اور اس کی وجہ سے سینہ گھٹنے لگے تو اس وقت جوان آدمی کو مال کی کثرت نفع نہیں دیتی۔"

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر سنا تو اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے فرمایا، ایسے نہ کہو، بلکہ یوں کہو:

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾(سورة: ق ۱۹)

"اور موت کی سختی قریب آ پہنچی۔ یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تم بدکتا تھا۔"

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے یہ دو کپڑے دیکھ لو، انہیں دھو کر مجھے ان ہی میں کفن دے دینا کیونکہ نئے کپڑے کی مردے سے زیادہ زندہ کو ضرورت ہے، ان کپڑوں کو تو مردے کے جسم کی پیپ اور خون ہی لگے گا یا یہ کپڑے تو تھوڑی دیر کے لیے ہیں اور چند دن میں گل سڑ کر ختم ہو جائیں گے۔"[۲]

﴿تریسٹھ سال کی عمر﴾

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اس دوران حضور ﷺ کی عمر مبارک کا تذکرہ چھڑ گیا، ایک آدمی کہنے

---

[۱] اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی المنتخب (۳۶۳/۴) کذا فی حیاۃ الصحابۃ (۵۱/۳)

[۲] رواہ البخاری (۱۲۹۸) ومسلم (۱۵۶۳) والترمذی (۹۱۷) وغیرھم

لگا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے تھے، یہ سن کر عبداللہ بن عتبہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تریسٹھ سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو ان کی عمر بھی تریسٹھ سال تھی۔''

اس کے بعد وہیں بیٹھے ہوئے ایک تابعی عامر بن سعد رضی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا جو مذکورہ روایت کی تائید کرتا تھا۔[1]

---

[1] رواہ مسلم (۴۳۳۷) والترمذی (۳۵۸۶) واحمد (۱۶۲۶۹)، (۱۶۲۷۷)، (۱۶۳۱۷)

﴿سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ﴾

﴿لو کان بعدی نبیا لکان عمرؓ﴾ (فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔''

﴿حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ﴾

مختصر حالات

آپ کا نام اور سلسلہ نسب یہ ہے:
''عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک۔''

آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں بھی ممتاز تھا، قریش کے نظام میں سفارت اور فصل مقدمات کا عہدہ آپ ہی کے خاندان میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام سے قبل عرب کے مرغوب فنون میں سپہ گری اور خطابت سے بڑی دلچسپی تھی۔ معمولی نوشت وخواند سے بھی واقف تھے۔ معاش کا ذریعہ تجارت تھا۔ اسی سلسلہ میں دور دور کے سفر کر چکے تھے۔ ان سفروں نے بہت پختہ کار اور معاملہ فہم بنا دیا تھا۔ اس لیے سفارت کا خاندانی عہدہ ان کے حوالہ ہوا اور قبائل میں جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آ جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے فہم وتدبر سے اس کو حل کرتے تھے۔ ظہور اسلام کے وقت قریش کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ اسلام ان کی نگاہ میں سب سے بڑا جرم تھا، جس کا مجرم ہر سزا کا مستحق تھا جو شخص نیا مسلمان ہوتا تھا حضرت عمر اس کے دشمن ہو جاتے تھے اور اس کو ہر طرح کی اذیت پہنچانے میں دریغ نہ کرتے۔ لیکن بڑے عالی دماغ اور شکوہ و دبدبہ کے مالک تھے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اسلام کی بڑی آرزو تھی اور آپ ان کے اسلام کی دعا فرمایا کرتے تھے۔[1]

ہجرت کے بعد بدر اور احد وغیرہ تمام بڑے بڑے معرکوں میں شریک رہے، جنگ بدر میں اپنے اعزہ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ غزوہ تبوک میں آدھا مال اللہ کی راہ

---

[1] تاریخ اسلام (۱/۱۵۹)

میں دے دیا۔ غرض قبول اسلام کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح انہوں نے بھی اپنی جان اور اپنا مال اسلام پر نثار کر دیا اور ان کی جرأت وشجاعت اور جانثاری سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچی۔ ایثار وقربانی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا ہی درجہ تھا۔ ان کی جان نثاری وفدا کاری اور خدمات اسلامی کی بنا پر ان کو بارگاہ نبوی میں جو تقرب و اختصاص حاصل تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور صحابی کو نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔[1]

وفات واولاد

۲۳ ہجری میں ایک مجوسی غلام ابولؤلؤ نے فجر کی نماز میں خنجر مارا جو شہادت کا باعث بنا یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری کو ہفتہ کے دن اس دنیا کو خیر باد کیا۔ وصیت کے مطابق صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے، انتقال کے وقت عمر ۶۳ سال اور مدت خلافت ساڑھے دس سال۔

وفات کے بعد حسب ذیل اولاد یادگار چھوڑیں، عبداللہ، عاصم، عبدالرحمٰن، زید رضی اللہ عنہم ان میں تین اول الذکر حضرات نامور ہوئے، اولاد اناث میں ام المومنین حفصہ اور رقیہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ آخر عمر میں خاندان نبوت سے شرف انتساب حاصل کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے چالیس ہزار درہم پر عقد کیا تھا۔

اولیات عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر صیغہ میں جونئی اصطلاحات ایجاد کیں، مورخین انہیں اولیات عمر رضی اللہ عنہ سے تعبیر کرتے ہیں، ان کی فہرست یہ ہے:

(۱) بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا۔

(۲) عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے۔

---

[1] تاریخ اسلام (۱/۱۶۰)

(۳) تاریخ اور سنہ قائم کیا جو آج تک جاری ہے۔
(۴) امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔
(۵) فوجی دفتر ترتیب دیا۔
(۶) والنٹیروں کی تنخواہیں قائم کیں۔
(۷) دفتر مال قائم کیا۔
(۸) پیمائش کا طریقہ جاری کیا۔
(۹) مردم شماری کرائی۔
(۱۰) عشورہ یعنی دہ یکی مقرر کی۔
(۱۱) نہریں کھدوائیں۔
(۱۲) شہر آباد کرائے۔
(۱۳) ممالک کو صوبوں میں تقسیم کیا۔
(۱۴) دریا کی پیداوار مثلاً وغیرہ پر محصول لگایا۔
(۱۵) حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔
(۱۶) جیل خانہ قائم کیا۔
(۱۷) درہ کا استعمال کیا۔
(۱۸) راتوں کو گشت کر کے رعایا کا حال معلوم کرنے کا طریقہ نکلا۔
(۱۹) پولیس کا محکمہ قائم کیا۔
(۲۰) فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔
(۲۱) گھوڑوں کی نسل میں اصیل اور قحبس کی تمیز قائم کی جو عرب میں نہ تھی۔
(۲۲) پرچہ نویس مقرر کیے۔
(۲۳) مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لیے چوکیاں اور سرائے بنوائے۔
(۲۴) راہ پر پڑے ہوئے بچوں کی پرورش کیلئے وظیفے مقرر کیے۔

(۲۵) قاعدہ بنایا کہ اہل عرب غلام نہیں بنائے جا سکتے۔

(۲۶) مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کیے۔

(۲۷) مکاتب قائم کیے۔

(۲۸) معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر کیے۔

(۲۹) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے باصرار کلام اللہ کی تدوین کرائی۔

(۳۰) قیاس کا اصول قائم کیا۔

(۳۱) فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد کیا۔

(۳۲) غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام لینے سے منع کیا۔

(۳۳) نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔

(۳۴) تین طلاقوں کو اگر ایک ساتھ دی جائیں بائن قرار دیا۔

(۳۵) شراب کی حد اسی کوڑے مقرر رکھی۔

(۳۶) بنی تغلب کے عیسائیوں پر جزیہ کے بجائے زکوٰۃ مقرر کی۔

(۳۷) وقف کا طریقہ ایجاد کیا۔

(۳۸) نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا۔

(۳۹) مساجد میں وعظ کا طریقہ جاری کیا۔

(۴۰) اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

(۴۱) مسجدوں میں روشنی کا انتظام کیا۔

(۴۲) ہجو کہنے والے کیلئے تعزیر کی سزا مقرر کی۔[1]

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، الفاروق از علامہ شبلی نعمانی اور تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندویؒ

﴿گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا﴾

سن رشد کو پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے والد کی طرف سے جو خدمت سپرد کی گئی تھی، وہ اونٹوں کا چرانا تھا، یہ کام اگرچہ عربوں میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قومی شعار تھا، لیکن خطاب نہایت بے رحمی کے ساتھ ان سے سلوک کرتے تھے، تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیتے اور اگر تھک کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آرام کرنا چاہتے تو انہیں سزا دیتے، جس میدان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مصیبت انگیز خدمات انجام دینی پڑتی تھی اس کا نام ضجنان تھا جو مکہ مکرمہ سے قریب دس میل کے فاصلہ پر ہے۔

خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ادھر گزر ہوا تو ان کو نہایت عبرت ہوئی، آبدیدہ ہو کر فرمایا:

"اللہ اکبر! ایک وہ وقت تھا کہ یہاں نمدے کا کرتہ پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تھا تو باپ کے ہاتھ سے مار کھاتا تھا، آج یہ دن ہے کہ خدا کے سوا میرے اوپر کوئی حاکم نہیں۔"[1]

﴿جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل﴾

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے علم وحکمت کا ایک بحر ذخار موجزن تھا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> "دریں اثناء کہ میں محو خواب تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا، میں نے دیکھا کہ ایک عورت کسی محل کے کونے میں بیٹھی وضو کر رہی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا "یہ محل کس کیلئے تیار کیا گیا ہے؟" مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا محل ہے، پھر میں اس میں داخل ہونے لگا تو مجھے عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت وغصہ کا خیال آیا اور میں رک گیا۔"

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے اور عرض کیا "یارسول اللہ!

---

[1] الفاروق ص: ۳۴۳ بحوالہ طبقات ابن سعد

کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق غصہ کروں گا۔''[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو

ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کسی راہب کے گرجا گھر کے پاس سے گزر ہوا تو وہاں رکے اور راہب کو آواز دی۔ راہب کو بتایا گیا کہ امیر المومنین آئے ہیں، راہب دوڑتا ہوا آیا، مختلف قسم کی ریاضتوں اور ترک دنیا کی وجہ سے وہ بہت نحیف اور کمزور ہو چکا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ شکستہ حالی دیکھی تو رونے لگے، کسی نے کہا یہ تو نصرانی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں میں بھی جانتا ہوں، لیکن مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا:

﴿عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾ (الغاشیۃ ۳۔۴)

''مصیبت جھیلنے والے خستہ ہوں گے، آتش سوزاں میں داخل ہوں گے۔''

مجھے اس کی اس مشقت و محنت پر رحم آ گیا حالانکہ یہ دوزخ میں جانے والا ہے۔''[2]

شاہ روم کا خط

ایک مرتبہ شاہ روم کی طرف سے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط آیا، اس میں مکتوب تھا:

''میرے قاصدوں نے مجھے یہ خبر دی کہ آپ کے علاقہ میں ایک درخت ہے جو زمین سے ہاتھی کے کانوں کی مانند نکلتا ہے، پھر اس کی روئیدگی سفید موتی کی طرح ظاہر ہوتی ہے، پھر وہ سبز ہوتا ہے تو سبز رنگ کے زمرد کی مانند ہو جاتا ہے پھر سرخ ہو کر یاقوت کی مانند ہو جاتا ہے پھر کھانے کے قابل ہوتا ہے تو خوش ذائقہ ہو جاتا ہے۔ پھر جب خشک ہو کر توڑنے کے قابل ہوتا ہے تو مقیم کے لیے ذریعہ حفاظت اور مسافر کے لیے زادِ راہ بن

---

[1] رواہ البخاری (۳۳۰۵) والترمذی (۳۶۲۱) واحمد (۱۲۳۶۹)

[2] حضرت عمرؓ کے سو قصے، ص: ۶۰

جاتا ہے، اگر میرے قاصد اپنی بات میں سچے ہیں اور انہوں نے مجھے سچی خبر دی ہے تو وہ بلاشبہ جنت کا ہی درخت ہوگا۔"

اس مراسلہ کو پڑھنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو جوابی خط لکھا، جس کے الفاظ یہ تھے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندہ عمر امیر المومنین کی طرف سے شاہ روم قیصر کے نام، السلام علی من اتّبع الھدیٰ! اما بعد! آپ کے قاصدوں نے آپ کو سچی خبر دی ہے اور تمہارے سامنے ذکر کردہ درخت وہی درخت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے لیے ان کی زچگی کے وقت پیدا فرمایا تھا، پس تم خدا کا خوف کرو اور اللہ کو چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا معبود نہ بناؤ۔"[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دودھ پیش کیا گیا، آپ نے اسے نوش فرمایا، یہ دودھ آپ کو بہت لذیذ محسوس ہوا، لہٰذا آپ نے دودھ پلانے والے سے پوچھا "تم نے یہ دودھ کہاں سے حاصل کیا؟" اس نے کہا "میں فلاں جگہ گیا تھا اور وہاں زکوٰۃ کے اونٹوں کا دودھ نکالا جارہا تھا انہوں نے میرے لیے بھی تھوڑا سا دودھ نکالا تو میں نے اسے اپنے مشکیزہ میں رکھ لیا اور میں نے آپ کو پیش کیا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی منہ میں ڈالی اور دودھ کی قے کردی۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اعمال خیر میں رغبت

ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا:

"آج جنازہ میں کس نے شرکت کی ہے؟"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں آج جنازہ میں شریک ہوا ہوں۔"

---

[1] حضرت عمرؓ کے سو قصے، ص: ۱۰۰ بحوالہ کتاب المنظر، ص: ۱۲۰

[2] رواہ مالک (۵۳۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''آج مریض کی تیمارداری کس نے کی ہے؟''
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آج میں نے مریض کی تیمارداری کی ہے؟''
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر استفسار کیا: ''آج صدقہ کس نے دیا ہے؟''
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''آج میں نے صدقہ دیا ہے۔''
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''آج روزہ کس نے رکھا ہے؟''
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آج میں نے روزہ رکھا ہے۔''
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعمال خیر کے اس شغف کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَجَبَتْ وَجَبَتْ﴾

''عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت واجب ہوگئی، عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''[1]

﴿شراب کی حرمت کا نزول﴾

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی ''اے اللہ! شراب کے بارے میں کوئی واضح اور کافی حکم نازل فرما۔'' اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائی:

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیسرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾(البقرة: ۲۱۹)

''اے پیغمبر لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کیلئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔''

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی تو انہوں نے دوبارہ وہی دعا کی کہ ''اے اللہ! شراب کے بارے میں کوئی واضح ترین حکم نازل فرما۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور

---
[1] رواہ احمد (۱۱۷۳۶)

مندرجہ ذیل ذیت نازل فرمائی:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ﴾(النساء: ۴۳)

''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہوتو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو، نماز کے پاس نہ جاؤ۔''

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی گئی تو انہوں نے پھر وہی دعا کی کہ ''اے اللہ! شراب کے بارے میں کوئی انتہائی واضح ترین حکم نازل فرما۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی اس آیت کو نازل فرمایا:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ﴾(المائدۃ: ۹۰.۹۱)

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تا کہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیے۔''

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی تو انہوں نے فرمایا: ''ہم باز آ گئے، ہم رک گئے۔''[1]

﴿عمر رضی اللہ عنہ محدثِ امت ہیں﴾

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے عمر رضی اللہ عنہ سے بغض

---

[1] رواہ الترمذی (۲۹۷۵) والنسائی (۵۴۴۵) وابوداود (۳۱۸۵)

رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، اور عرفات کی شام کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر عام طور سے فخر کیا لیکن عمر رضی اللہ عنہ پر خاص طور سے فخر کیا، اور اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس کی امت میں ایک محدث ضرور پیدا کیا اور اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر ہوں گے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔''یارسول اللہ! محدث کون ہوتا ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں۔''[1]

﴿اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ!﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ یک دم خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا:

''اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جا اور جس نے بھیڑیئے کو بکریوں کا چرواہا بنایا اس نے بکریوں پر ظلم کیا۔''

جب لوگوں نے یہ سنا تو حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا ''پریشان مت ہو! حضرت عمر خود بتا دیں گے کہ انہوں نے یہ کیوں کہا ہے۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ان سے ان کی اس غیر معمولی بات کی وجہ دریافت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میرے دل میں ایک دم یہ خیال آیا کہ مشرکوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں یہ ہمارے بھائی اگر پہاڑ کی طرف مڑ جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے ہی لڑنا پڑے گا (اور اس طرح ان کو فتح ہو جائے گی) اور اگر یہ لوگ پہاڑ سے آگے نکل گئے تو پھر ان کو ہر طرف سے لڑنا پڑے گا یہ ہلاک ہو جائیں گے، بس اس پر میری زبان سے وہ کلمات نکل آئے جو آپ لوگوں نے سنے ہیں۔''

پھر ایک مہینہ کے بعد (جب حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف سے فتح کی) خوشخبری دینے والا آیا اور اس نے بتایا کہ ہم لوگوں نے اس دن حضرت عمر رضی

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۵۹۱/۳)

اللہ عنہ کی آواز سنی تھی اور آواز سن کر ہم لوگ پہاڑ کی طرف ہو گئے تھے جس سے اللہ نے ہمیں فتح نصیب فرمادی۔“[۱]

﴿ایک جن کا انوکھا واقعہ﴾

ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا، کسی نے پوچھا ”اے امیر المومنین! کیا آپ اس گزرنے والے کو جانتے ہیں؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”یہ کون ہے؟“ لوگوں نے کہا ”یہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں ان کے پاس آنے والے جن نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر دی تھی۔“ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام دے کر انہیں بلایا اور فرمایا کہ ”کیا آپ ہی سواد بن قارب ہیں؟“ انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کیا تم زمانہ جاہلیت میں کہانت کا کام کرتے تھے؟“ اس پر حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور کہا ”امیر المومنین! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی کسی نے میرے منہ پر ایسی بات نہیں کی۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”سبحان اللہ! ہم تو جاہلیت میں شرک پر تھے اور یہ شرک تمہاری کہانت سے زیادہ برا تھا۔ تمہارے تابع جن نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی جو خبر دی تھی وہ مجھے بتاؤ۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے اپنا تفصیلی واقعہ سناتے ہوئے عرض کیا: ”اے امیر المومنین! جی ہاں! ایک رات میں لیٹا ہوا تھا اور بیداری اور نیند کی درمیانی حالت میں تھا، میرا جن میرے پاس آیا اور مجھے پاؤں مار کر کہا ”اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن! اگر تیرے اندر عقل ہے تو تو سمجھ لے کہ (قریش کی شاخ) ”لوی بن غالب“ میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی اور اس کی عبادت کی دعوت دیتا ہے، پھر یہ شعر پڑھنے لگا۔

عجبت للجن وتطلابها

وَشدها العيس باقتابها

تهوى الى مكه تبغى الهدى

---

[۱] الاصابۃ (۳/۲)، البدایۃ والنہایۃ ص (۱۳۱/۷)، حیاۃ الصحابۃ (۶۱۴/۳)

ماصادق الجن ککذابها

فارحل الی الصفوة من هاشم

لیس قداماها کاذنابها

''مجھے اس بات پر تعجب ہوا کہ جنات حق کو تلاش کر رہے ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے باندھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں، یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے مکہ جا رہے ہیں، سچا جن اور جھوٹا جن دونوں برابر نہیں ہو سکتے، لہٰذا تم سفر کر کے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں چیدہ اور عمدہ ہیں اور ہدایت میں پہل کرنے والا دیر کرنے والے کی طرح نہیں ہوگا، بلکہ اس سے افضل ہوگا۔''

میں نے اس جن سے کہا ''مجھے سونے دو مجھے شام سے بہت نیند آ رہی ہے۔''

اگلی رات وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے پاؤں مار کر کہا ''اے سوار بن قارب! اٹھ اور میری بات سن! اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے، پھر وہ شعر پڑھنے لگا:

عجبت للجن وتحیا رها

وشدها العیس باکوارها

تهوی الی مکه تبغی الهدی

ماموٴمنو الجن ککفارها

فارحل الی الصفوة من هاشم

بین روابیها واحجارها

''مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جناب حیران پریشان ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے باندھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں، یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لیے مکے جا رہے ہیں، مومن جن کافر جن جیسے نہیں ہو سکتے، لہٰذا تم سفر کر کے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں چیدہ اور برگزیدہ ہیں اور مکہ کے ٹیلوں اور پتھروں

کے درمیان رہتے ہیں۔"

میں نے اس سے کہا "مجھے سونے دو مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔" تیسری رات وہ پھر میرے پاس آیا اور مجھے پاؤں مار کر کہا "اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن! اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے، پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا:

عجبت للجن وتجساسها

وشدها العيس باحلاسها

تهوى الى مكة تبغى الهدى

ما خير والجن كانجاسها

فارحل الى الصفوة من هاشم

واسم بعينيک الى راسها

"مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جنات حق کو تلاش کر رہے تھے اور سفید اونٹوں پر کجاوے کے نیچے ٹاٹ رکھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں، یہ سب مکہ اس لئے جا رہے ہیں کہ وہ ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں، خیر والا جن ناپاک جن کی طرح نہیں ہو سکتا لہٰذا تم سفر کر کے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنو ہاشم میں برگزیدہ ہیں اور آنکھیں بلند کر کے مکہ کی چوٹی کی طرف دیکھو۔"

چنانچہ میں اٹھا اور میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو جانچ لیا ہے یعنی جن کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے، اور میں اونٹنی پر سوار ہو کر چل دیا، پھر میں مدینہ آیا تو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے، میں نے قریب جا کر عرض کیا، میری درخواست بھی سن لیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کہو" میں نے یہ اشعار پڑھے۔

اتانى نجى بعد هدءٍ ورقدة

ولم يک فيما قد بلوت بكاذب

ثلاث ليال قوله كل ليلة

اتـاک رسـول مـن لـوی بن غـالـب

فشـمـرت عـن ذیـل الاوزار سطـت

بـی الـذعـلـب الوجناء غبر السباسب

فشـاهـد ان الـلـه لاشـئـی غیـره

و انک مـامـون عـلـی کل غـائـب

وانک ادنـی الـمـرسلیـن وسیلةً

الـی الـلـه یـا ابـن الاکرمین الاطایب

فـمـرنـا بـمـایاتیک یا خیر من مشی

و ان کـان فیـمـا جـاء شیـب الذوئب

وکـن لـی شـفیـعـا یوم لاذو شفـاعة

سـواک بـمـغـن عـن سـواد بن قارب

''ابتدائی رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد اور میرے کچھ سو لینے کے بعد مجھے سرگوشی کرنے والا جن میرے پاس تین رات آتا رہا اور جہاں تک میں نے اسے آزمایا وہ جھوٹا نہیں تھا، وہ ہر رات مجھ سے یہی کہتا کہ ''تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے جو قبیلہ لوی بن غالب سے ہے'' اس پر میں نے سفر کی مکمل تیاری کر لی اور تیز رفتار والی اور بڑے رخساروں والی اونٹنی مجھے لے کر ہموار اور وسیع میدانوں میں چلتی رہی، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز عبادت کے لائق نہیں ہے اور آپ غیب کی ہر بات کے بارے میں قابل اعتماد ہیں اور اے قابل احترام اور پاکیزہ لوگوں کے بیٹے! آپ اللہ تک پہنچنے کیلئے تمام رسولوں میں سب سے زیادہ قریبی وسیلہ ہیں۔ اے روئے زمین پر چلنے والے سب سے اچھے انسان! آپ ہمیں ان تمام اعمال کا حکم فرمائیں جو آپ کے پاس اللہ کی طرف آرہے ہیں ہم ان اعمال کو ضرور کریں گے چاہے ان

اعمال کی محنت میں ہمارے بال سفید ہو جائیں۔ آپ اس دن کے
لئے میرے سفارشی بن جائیں جس دن آپ کے علاوہ اور سفارشی
سواد بن قارب کے کام نہیں آسکتا۔"

میرے یہ اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام صحابی رضی اللہ عنہم بہت زیادہ خوش ہوئے، اوران سب کے چہروں سے خوشی عیاں ہونے لگی۔

یہ قصہ سن کر حضرت عمرؓ حضرت سوادؓ سے لپٹ گئے اور فرمایا "میری دلی خواہش تھی کہ میں تم سے یہ سارا قصہ سنوں، کیا اب بھی وہ جن تمہارے پاس آتا ہے؟" حضرت سوادؓ نے کہا "جب سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے وہ نہیں آیا اور اس جن کی جگہ اللہ کی کتاب نعم البدل ہے" پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا "ہم ایک دن قریش کے ایک قبیلہ "آل ذریح" میں تھے، انہوں نے اپنا بچھڑا ذبح کیا، قصاب اس کا گوشت بنا رہا تھا کہ اتنے میں ہم سب نے بچھڑے کے پیٹ میں سے آواز سنی اور بولنے والی کوئی چیز ہمیں نظر نہیں آ رہی تھی، وہ یہ کہہ رہا تھا، اے آل ذریح! یہ کامیابی والا کام ہے۔ ایک اور پکارنے والا فصیح زبان میں یہ اعلان کر رہا تھا کہ "وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"[1]

مجاہدین کے کھانے میں برکت

ایک غزوہ کے سفر میں جب بھوک نے مسلمان مجاہدین کو ستایا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت لی اور عرض کیا، یہ گوشت کھانے سے اللہ تعالیٰ ہمیں اتنی طاقت دے دیں گے جس سے ہم منزل تک پہنچ جائیں گے، حضرت عمر بن خطابؓ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دینے کا فیصلہ کرلیا ہے تو عرض کیا "یارسول اللہ! کل جب ہم بھوکے اور پیدل دشمن کا مقابلہ کریں گے تو ہمارا کیا حال ہوگا، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ مناسب سمجھیں تو لوگوں کے پاس جو توشے بچے ہوئے ہیں وہ منگوا کر جمع کرلیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے اس میں برکت کی دعا کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے کھانے میں برکت بھی دیں گے اور منزل تک بھی پہنچا دیں گے۔" چنانچہ

---

[1] البدایہ والنہایہ (۲/۲۳۲)، حیاۃ الصحابۃ (۳/۶۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشے منگوائے تو لوگ لانے لگے، کوئی مٹھی بھر کھانے کی چیز لایا اور کوئی اس سے زیادہ، سب سے زیادہ ایک آدمی ساڑھے تین سیر کھجور لایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں کو جمع کیا، پھر کھڑے ہو کر کچھ دیر دعا کی، پھر لشکر والوں سے فرمایا ''اپنے اپنے برتن لے آؤ پھر اس میں سے ہاتھ بھر بھر کر نکال لو۔'' چنانچہ لشکر والوں نے اپنے تمام برتن بھر لئے اور کھانے کا جتنا سامان پہلے تھا، اتنا پھر بچ گیا، اسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا ہنسے کہ دندان مبارک نظر آنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، جو بندہ ان دونوں باتوں پر ایمان رکھتا ہوگا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ جہنم کے اس سے دور رہنے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔''[1]

﴿حضرت عمرؓ اور ایک یہودی﴾

ایک یہودی نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''ذرا یہ تو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

''اور جنت جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین''

جب سب جگہ جنت ہوگئی تو جہنم کہاں ہے؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا، انسے جواب دو، لیکن ان میں سے کسی کے پاس اس کا جواب نہیں تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ذرا تم یہ بتاؤ جب رات آ کر ساری زمین پر چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟'' اس یہودی نے کہا ''جہاں اللہ چاہتا ہے وہاں چلا جاتا ہے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ایسے ہی جہنم بھی وہاں ہے جہاں اللہ چاہتا ہے'' اس پر اس یہودی نے کہا ''اے امیر المومنین! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب (تورات) میں بھی اسی طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا ہے۔''[2]

---

[1] رواہ احمد والنسائی [2] تفسیر ابن کثیر (۴/۳۹۷)

﴿حضرت عمرؓ کا خوفِ آخرت﴾

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے چار ہزار درہم ادھار مانگے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عمرؓ کے قاصد سے کہا ''جا کر حضرت عمرؓ سے کہہ دو کہ ابھی وہ بیت المال سے چار ہزار لے لیں اور پھر بعد میں واپس کر دیں'' جب قاصد نے آ کر حضرت عمرؓ کا جواب بتایا تو حضرت عمرؓ کو بڑی گرانی ہوئی، پھر جب حضرت عمرؓ کی حضرت عبدالرحمٰن سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا، ''تم نے کہا تھا کہ عمر چار ہزار درہم بیت المال سے لے لے اگر میں بیت المال سے ادھار لے کر تجارتی قافلہ کے ساتھ بھیج دوں اور پھر تجارتی قافلہ کی واپسی سے پہلے مر جاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ امیر المومنین نے چار ہزار لئے تھے، اب ان کا انتقال ہوگیا ہے اس لیے ان کو یہ رقم معاف کردو (تم لوگ تو یہ رقم معاف کردو گے) اور میں ان کے بدلہ قیامت کے دن پکڑا جاؤں گا۔''[1]

﴿''عمرؓ جنت والوں میں سے ہیں''﴾

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابولولوہ نے زخمی کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ''اے امیر المومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں آسمان کے فیصلے کی وجہ سے رو رہا ہوں، مجھے معلوم نہیں کہ مجھے جنت میں لے جایا جائے گا یا جہنم میں؟'' حضرت علیؓ نے کہا ''آپ کو جنت کی بشارت ہو، کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار دفعہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنت کے بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں اور وہ دونوں بہت عمدہ آدمی ہیں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''اے علی! کیا تم میرے جنتی ہونے کے گواہ ہو؟'' حضرت علیؓ نے ہاں میں جواب دیا اور اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''اے حسن! تم اپنے باپ کے گواہ رہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ جنت والوں میں سے ہیں۔''[2]

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۶۰/۳)　[2] حیاۃ الصحابۃ (۶۹/۳)

﴿حضرت عمرؓ کے روبرو منکر نکیر کی حیرت﴾

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ''اے عمر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم چار ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی زمین (یعنی قبر) میں ہو گے اور تم منکر نکیر کو دیکھو گے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منکر نکیر کون ہیں؟'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''یہ قبر میں امتحان لینے والے دو فرشتے ہیں جو قبر کو اپنے دانتوں سے کریدیں گے اور ان کے بال اتنے لمبے ہوں گے کہ وہ اپنے بالوں کو قدموں تلے روندتے ہوئے آئیں گے، ان کی آواز زوردار گرج کی طرح ہوگی اور ان کی آنکھیں چمکنے والی بجلی کی طرح چمک رہی ہوں گے، ان دونوں کے پاس ایک اتنا بڑا ہتھوڑا ہوگا کہ مقام منیٰ کے سب لوگ مل کر اسے نہ اٹھا سکیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہلا رہے تھے، آپ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، لیکن ان دونوں کیلئے اسے اٹھانا میری اس چھڑی سے بھی زیادہ آسان ہوگا، وہ دونوں تمہارا امتحان لیں گے، اگر تم جواب نہ دے سکے یا تمہیں لڑکھڑا گئے تو پھر وہ تمہیں ہتھوڑا اس زور سے ماریں گے کہ تم راکھ بن جاؤ گے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''یارسول اللہ! کیا اس وقت میں اپنی اسی حالت پر ہوں گا؟'' (یعنی اس وقت میرے ہوش وحواس ٹھیک ہوں گے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہاں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''پھر میں ان دونوں سے نمٹ لوں گا۔'' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے! مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ وہ دونوں تمہارے پاس آئیں گے اور تم سے سوال کریں گے تو تم کہوں گے میرا رب اللہ ہے، تم بتاؤ دونوں کا رب کون ہے، اور (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نبی ہیں تم دونوں کے نبی کون ہیں؟ اور اسلام میرا دین ہے تم بتاؤ تمہارا دین کیا ہے؟ اس پر وہ دونوں کہیں گے، دیکھو کیا عجیب بات ہے، ہمیں پتہ نہیں چل رہا کہ ہمیں تمہارے پاس بھیجا گیا ہے یا تمہیں ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔''[1]

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۱۰۰/۳)

﴿جنات کی تبلیغِ اسلام﴾

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، ''اے امیر المومنین! کیا آپ کو نہ بتاؤں کہ میرے اسلام لانے کی ابتداء کیسے ہوئی؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''ضرور بتائیں'' انہوں نے کہا ''میں ایک مرتبہ اپنے جانور تلاش کر رہا تھا اور ان کے نشانات پر چل رہا تھا کہ اسی دوران میں ''ابرق العزاف'' مقام پر رات ہو گئی، میں نے اونچی آواز سے پکار کر کہا، ''میں اس وادی کے (جن) بادشاہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی قوم کے بیوقوفوں سے'' میرا یہ کہنا تھا کہ مجھے یہ غیبی آوازیں سنائی دیں:

وَیحک عذ باللّٰہ ذی الجلال
والمجد والنعماء والافضال

''تیرا بھلا ہو! اللہ کی پناہ مانگ جو جلال، بزرگی، نعمت اور فضل والا ہے۔''

واقرأ آیات من الانفال
ووحد اللّٰہ ولا تبال

''سورت انفال کی آیتیں پڑھ اور اللہ کو ایک مان اور کسی کی پرواہ نہ کر۔''

میں یہ سن کر بہت زیادہ ڈر گیا، جب میری جان میں جان آئی تو میں نے کہا:

یا أیها الهاتف ماتقولُ
اَرَشَدٌ عندک ام تضلیلُ
بیّن لنا هدیت ما الحویل

''اے غیبی آواز دینے والے! تو کیا کہہ رہا ہے؟ کیا تو صحیح راستہ دکھانا چاہتا ہے یا گمراہ کرنا چاہتا ہے؟ اللہ تجھے ہدایت دے ہمیں صاف صاف بتا کہ کیا صورت ہے؟''

اس نے جواب مین کہا:

ان رسول اللّٰہ ذوالخیرات

بیثرب یدعو الی النجاۃ
یامر بالصوم و الصلاۃ
ویزجر الناس عن الھنأتِ

''تمام خیروں کو لے کر آنے والے اللہ کے رسول یثرب میں نجات کی دعوت دے رہے ہیں، وہ نماز اور روزے کا حکم دیتے ہیں اور شر والے کاموں سے لوگوں کو روکتے ہیں۔''

میں نے اپنی سواری آگے بڑھا کر کہا:

ارشدنی فی رشد اھدیت
لاجعتَ ولا عُریتَ
ولا بَرحت سیدا مُقیت
ولاتوقرنی علی الخیر الذی اُتیت

''مجھے سیدھا راستہ بتا، اللہ تجھے ہدایت دے تو کبھی بھوکا ننگا نہ ہو اور تو ہمیشہ طاقتور سردار بنا رہے اور جو خیر تجھے ملی ہے اس کا مجھ پر زیادہ بوجھ نہ ڈال۔''

وہ یہ اشعار پڑھتا ہوا میرے پیچھے آیا:

صاحبک اللّٰہ وسلم نفسکا
وبلغ الاھل وادی رحلکا
امن بہ افلح ربی حقکا
وانصرہ اعزربی نصر کا

''اللہ ہمیشہ تیرا ساتھی ہو اور تیری جان کو صحیح سالم رکھے اور تجھے گھر والوں تک پہنچائے اور تیری سواری کو بھی پہنچائے، تو اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لا! میرا رب تیرے حق کو بامراد کرے اور اس رسول ﷺ کی مدد کر، میرا رب تیری اچھی طرح نصرت کرے۔''

میں نے کہا، ''اللہ تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟'' اس نے کہا، ''میں اُثال کا بیٹا

عمرو ہوں اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے نجد کے مسلمان جنات کا امیر ہوں، تمہارے گھر پہنچنے تک تمہارے اونٹوں کی حفاظت ہوگی، تمہیں اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

چنانچہ میں جمعہ کے دن مدینہ داخل ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس باہر آئے اور کہا "اللہ تجھ پر رحم کرے، اندر آجاؤ، ہمیں تمہارے مسلمان ہونے کی خبر پہنچ چکی ہے" میں نے عرض کیا "مجھے اچھی طرح وضو کرنا نہیں آتا" چنانچہ انہوں نے مجھے وضو کرنا سکھایا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، میں نے حضور ﷺ کو منبر پر بیان کرتے ہوئے دیکھا، آپ بالکل چودھویں رات کے چاند کی طرح لگ رہے ہیں، آپ ﷺ فرما رہے تھے، جو مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پھر سوچ سمجھ کر ایمان سے نماز پڑھتا ہے اس کی ہر طرح حفاظت کرتا ہے وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔"

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، "تم اپنی اس حدیث پر گواہ لاؤ، ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا" چنانچہ قریش کے بزرگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے میرے حق میں گواہی دی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول کرلیا۔[1]

حضرت عمرؓ کی مردم شناسی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک انتہائی عبادت گزار جوان تھا جو ہر وقت مسجد میں رہتا تھا اور حضرت عمرؓ کو بہت پسند تھا، اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، وہ نوجوان عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا، اس کے گھر کا راستہ ایک عورت کے دروازے پر پڑتا تھا، وہ عورت اس پر فریفتہ ہوگئی اور اس نوجوان کی وجہ سے وہ اس کے راستہ میں کھڑی رہتی۔

ایک رات وہ نوجوان اس کے پاس سے گزرا تو وہ عورت اسے بہکانے لگی، آخر نوجوان اس کے پیچھے چل پڑا، جب اس عورت کے گھر کا دروازہ آیا تو وہ اندر چلی گئی لیکن جب یہ نوجوان اندر جانے لگا تو اسے ایک دم اللہ کا دھیان آگیا اور وہ غلط خیال دل سے

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳/۶۱۹)

جاتا رہا اور یہ آیت مبارکہ اس کی زبان پر جاری ہوگئی:

﴿اِنَّ الَّذِینَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُبْصِرُوْنَ﴾ (اعراف: ۲۰۱)

''یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔ سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

یہ آیت پڑھتے ہی وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا تو اس عورت نے اپنی ایک باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اسے اٹھایا اور اس کے گھر کے دروازے پر جا کر اسے بٹھا دیا اور دروازہ کھٹکھٹا کر واپس آگئیں، اس کا باپ اس کی تلاش میں باہر نکلا تو دیکھتا ہے کہ وہ بے ہوش پڑا ہے، باپ نے گھر والوں کو بلوایا اور اسے اٹھا کر اندر پہنچایا، کافی رات گزرنے کے بعد اسے ہوش آیا تو اس کے باپ نے اس سے پوچھا ''اے بیٹے! تجھے کیا ہوا؟'' اس نے کہا ''خیر ہے'' باپ نے کہا تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، ضرور بتا'' اس نے سارا واقعہ بتایا، اس کے باپ نے کہا ''تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟'' اس نے وہی آیت پڑھی اور پڑھتے ہی پھر بے ہوش ہو کر گر گیا، اب اسے ہلا کر دیکھا تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی، اسے غسل دے کر باہر لائے اور رات کو ہی اسے دفن کر دیا گیا۔

جب صبح ہوئی تو لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ سنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے والد کے پاس جا کر تعزیت کی اور فرمایا مجھے کیوں خبر نہ دی، اس لڑکے کے باپ نے عرض کیا ''اے امیر المومنین! رات تھی اس لئے آپ کو اطلاع نہ دے سکے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہمیں اس کی قبر پر لے جاؤ'' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی قبر پر گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''اے فلاں!

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾ (الرحمن: ۴۶)

''اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا ہے اس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔''

اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اور دو دفعہ کہا، ''اے عمر! میرے رب نے مجھے جنت میں وہ دو باغ دے دیئے ہیں۔''[۱]

قبرستان پر گذر

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ''بقیع الغرقد'' نامی قبرستان پر گزر ہوا تو فرمایا: ''السلام علیکم! اے قبرستان والو! ہمارے ہاں کی خبریں تو یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے اور شادی کر لی، تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ رہنے لگ گئے، تمہارا سارا مال تقسیم کر دیا گیا۔'' جواب میں غیب سے آواز آئی ''ہمارے ہاں کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال آگے بھیجے تھے ان کا اجر و ثواب ہم نے پالیا اور جو مال ہم نے اللہ کے لئے دوسروں پر خرچ کیا اس کا ہمیں یہاں نفع مل گیا اور جو مال ہم پیچھے چھوڑ آئے اس کا ہمیں نقصان ہوا۔''[۲]

دریائے نیل کے نام خط

جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کر لیا تو عجمی مہینوں میں سے بونہ مہینے کے شروع میں مصر والے ان کے پاس آئے اور کہا ''امیر صاحب! ہمارے اس دریا نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر یہ نہیں چلتا''

''وہ عادت کیا ہے؟'' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا۔

''جب اس مہینہ کی بارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایسی کنواری لڑکی کی تلاش کرتے ہیں، جو اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی ہوتی ہے، اس کے والدین کو راضی کرتے ہیں اور اسے سب سے اچھے کپڑے اور زیور پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں'' ان لوگوں نے اپنے رواج کی تفصیل بتاتے ہوئے گذارش کی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا، ''یہ کام اسلام میں تو نہیں ہوسکتا، کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام (غلط) طریقوں کو مٹا دیتا ہے۔''

---

۱ تفسیر ابن کثیر (۲/۲۷۹)، روضۃ المحبین

۲ حیاۃ الصحابۃ (۳/۶۴۲)

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کے بسبب مصر والے بونہ، ابیب اور مسری تین مہینے ٹھہرے رہے اور آہستہ آہستہ دریائے نیل کا پانی بالکل ختم ہوگیا، یہ صورتحال دیکھ کر مصر والوں نے مصر چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کا ارادہ کرلیا، جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ ماجرا دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور ساری صورتحال سے آگاہ کیا، حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ ''آپ نے بالکل ٹھیک کیا، بے شک اسلام اپنے سے پہلے کے تمام غلط طریقے ختم کردیتا ہے، میں آپ کو ایک پرچہ بھیج رہا ہوں جب آپ کو میرا خط ملے تو آپ میرا وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیں۔''

جب خط حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے وہ پرچہ کھولا اس میں لکھا ہوا تھا:

> ''اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے مصر کے دریا نیل کے نام۔ اما بعد! اگر تم اپنی مرضی سے چلتے ہو تو مت چلو اور اگر تمہیں اللہ واحد قہار چلاتے ہیں تو ہم اللہ واحد قہار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلا دے۔''

چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے صلیب کے دن سے ایک دن پہلے یہ پرچہ دریائے نیل میں ڈالا، ادھر مصر والے مصر سے جانے کی تیاری کر چکے تھے، کیونکہ ان کی ساری معیشت اور زراعت کا انحصار دریائے نیل کے پانی پر تھا، صلیب کے دن صبح لوگوں نے دیکھا کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ پانی چل رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے مصر والوں کی اس بری رسم کو ختم کردیا۔[1]

آگ کی تابعداری

ایک دن مدینہ کے ایک پتھریلے پہاڑ میں آگ ظاہر ہوئی (غالباً آتش فشاں پہاڑ سے لاوا ابل پڑا تھا) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے کہا ''اٹھو اور اس آگ کے بجھانے کا انتظام کرو'' حضرت تمیم رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے

---

[1] تفسیر ابن کثیر (۴۶۴/۳)، حیاۃ الصحابۃ (۶۵۸/۳)

امیر المومنین! میں کون ہوتا ہوں؟ اور میری کیا حیثیت ہے؟'' لیکن حضرت عمرؓ اصرار فرماتے رہے جس پر وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ چل دیئے وہ دونوں حضرات آگ کے پاس گئے اور وہاں جا کر حضرت تمیم رضی اللہ اپنے ہاتھ سے آگ کو پیچھے کی طرف دھکیلنے لگے، یہاں تک کہ آگ گھاٹی میں اس جگہ واپس داخل ہوگئی جہاں سے نکلی تھی، آگ کے پیچھے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بھی اندر داخل ہو گئے، اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے'' (یہ ایمانی منظر) دیکھنے والا اور نہ دیکھنے والا برابر نہیں ہو سکتے۔''

﴿بارش کی دعا اور اس کی قبولیت﴾

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بڑا سخت قحط پڑا تو حضرت عمرؓ لوگوں کو لے کر شہر سے باہر گئے اور انہیں دو رکعت نماز استسقاء پڑھائی اور اپنی چادر دونوں کناروں کو بدلا، دائیں کو بائیں اور اور بائیں کو دائیں طرف کر دیا، پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دعا کی:

''اے اللہ! ہم تجھ سے معافی مانگتے ہیں اور تجھ سے بارش مانگتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جگہ سے ہٹنے سے پہلے بارش شروع ہوگئی اور خوب بارش ہوئی، کچھ دنوں کے بعد دیہاتی لوگوں نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی، ''اے امیر المومنین! فلاں دن فلاں وقت ہم اپنے کھیت اور جنگلوں میں تھے کہ اچانک بادل ہمارے سروں پر آ گئے، ہم نے ان میں سے یہ آواز سنی، اے ابو حفص! آپ کے پاس مدد آ گئی، اے ابو حفص! آپ کے پاس مدد آ گئی۔ (ابو حفص حضرت عمرؓ کی کنیت ہے)[۲]

﴿رستم پر حضرت عمرؓ کا خوف﴾

جب رستم نے نجف میں پڑاؤ ڈالا تو اس نے نجف سے ایک جاسوس مسلمانوں میں بھیجا جو قادسیہ جا کر مسلمانوں میں اس طرح شامل ہو گیا جیسے کہ ان ہی میں سے گیا تھا

---

۱ البدایۃ والنہایۃ (۶/۱۵۳)، الاصابۃ (۳/۴۹۷)

۲ البدایۃ والنہایۃ (۶/۹۲)، حیاۃ الصحابۃ (۳/۶۷۱)

اور اب واپس آیا ہے، اس نے دیکھا کہ مسلمان ہر نماز کے لئے مسواک کرتے ہیں، پھر سب مل کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز کے بعد سب اپنی قیام گاہوں میں چلے جاتے ہیں، پھر اس جاسوس نے واپس آکر سارے حالات رستم اور اس کے ساتھیوں کو بتائے اور رستم نے بھی اس سے بہت سے سوالات کئے، یہاں تک کہ یہ بھی پوچھا کہ یہ لوگ کیا کھاتے ہیں؟ اس جاسوس نے کہا ''میں نے مسلمانوں میں صرف ایک رات گزاری ہے، بخدا میں نے تو ان میں سے کسی کو کچھ بھی کھاتے نہیں دیکھا، البتہ میں نے انہیں شام کو سوتے وقت اور صبح سے کچھ دیر پہلے کچھ لکڑیاں چوستے ہوئے دیکھا ہے۔''

رستم وہاں سے چل کر جب مقام حصن اور مقام عتیق کے درمیان پہنچا تو وہ صبح کی نماز کا وقت تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے موذن نے صبح کی اذان دی، رستم نے دیکھا کہ اذان سنتے ہی سارے مسلمان حرکت میں آگئے، رستم نے حکم دیا کہ اہل فارس میں اعلان کر دیا جائے کہ سب سوار ہو جائیں، ساتھیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو رستم نے کہا، ''کیا تم دیکھتے نہیں کہ اعلان ہوتے ہی تمہارا دشمن تم پر حملہ کرنے کیلئے حرکت میں آگیا ہے؟'' اس کے جاسوس نے کہا ''یہ لوگ تو اس وقت نماز کے لئے حرکت میں آتے ہیں۔'' اس پر رستم نے فارسی زبان میں کچھ کہا، جس کا ترجمہ یہ ہے، ''آج صبح میں نے ایک غیبی آواز سنی جو عمرؓ ہی کی آواز تھی جو کہ عربوں سے باتیں کرتا ہے اور انہیں دانائی اور سمجھ سکھاتا ہے۔''

جب رستم کے لشکر نے دریا پار کر لیا تو آکر وہاں ٹھہر گیا، اتنے میں حضرت سعدؓ کے موذن نے نماز کے لئے اذان دی، پھر حضرت سعدؓ نے نماز پڑھائی اور رستم نے کہا ''عمرؓ نے میرا جگر کھالیا ہے۔''[1]

فتح مصر کا سبب

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مصر فتح ہونے میں دیر لگ رہی ہے تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

---

[1] تاریخ الطبری (۴۵/۳)

''امابعد! مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ مصر کی فتح میں آپ لوگوں کو دیر لگ رہی ہے، آپ ان سے کئی سالوں سے لڑ رہے ہیں اور اس کی وجہ سے صرف یہ ہے کہ آپ لوگوں نے نئے نئے کام شروع کر دیئے ہیں اور جیسے آپ لوگوں کے دشمن کو دنیا سے محبت ہے۔ ایسے ہی آپ لوگوں کے دلوں میں بھی دنیا کی محبت آ گئی ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدد ان کی سچی نیت کی وجہ سے ہی کرتے ہیں، میں نے آپ کے پاس چار آدمی بھیجے ہیں اور آپ کو بتا رہا ہوں کہ میرے علم کے مطابق ان میں سے ہر آدمی ہزار آدمی کے برابر ہے، البتہ دنیا کی محبت جس نے دوسروں کو بدلا ہے وہ ان کو بھی بدل دے تو اور بات ہے، جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو آپ لوگوں میں بیان کریں اور انہیں دشمن سے لڑنے کیلئے ابھاریں اور ان کو صبر کی اور نیت خالص کرنے کی ترغیب دیں اور ان چاروں کو سب لوگوں سے آگے رکھیں اور لوگوں سے کہیں کہ وہ سب اکٹھے مل کر ایک دم دشمن پر حملہ کریں اور یہ حملہ جمعہ کے دن زوال کے وقت کریں، کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں رحمت نازل ہوتی ہے اور دعا قبول ہوتی ہے اور سب اللہ کے سامنے خوب گڑگڑائیں اور اس سے اپنے دشمن کے خلاف مدد مانگیں۔

جب یہ خط حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ خط سنایا، پھر ان چار آدمیوں کو بلا کر لوگوں کے آگے کیا، پھر لوگوں سے کہا کہ ''وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھیں اور پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مدد مانگیں''۔ چنانچہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مصر فتح کر دیا۔[1]

راہِ عزت و رفعت

جب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ملک شام میں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے، حضرت عمرؓ کے ساتھ اور صحابہ بھی چل رہے تھے، چلتے چلتے راستہ میں پانی کا ایک گھاٹ آ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، وہ اونٹنی

[1] حیاۃ الصحابۃ (۷۴۲/۳)

سے نیچے اترے اور موزے اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لئے اور اپنی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں سے گزرنے لگے، حضرت ابوعبیدہ نے یہ صورتحال دیکھ کر عرض کیا، ''اے امیر المومنین! آپ یہ کیا کر رہے ہیں کہ موزے اتار کر کندھے پر رکھ لئے ہیں اور اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں گزرنے لگے ہیں؟ مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ اس شہر والے آپ کو اس حالت میں دیکھیں'' حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہ کی اس بات کو سن کر فرمایا ''افسوس، اے ابوعبیدہؓ اگر آپ کے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اسے ایسی سخت سزا دیتا جس سے حضرت محمد ﷺ کی ساری امت کو عبرت ہوتی، ہم تو سب سے زیادہ ذلیل قوم تھے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی، اب جس اسلام کے ذریعہ اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے ہم جب بھی اس کے علاوہ کسی اور چیز سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دیں گے۔''[1]

﴿تین باتیں﴾

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ''اے ابوحسن! کئی مرتبہ آپ حضور ﷺ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور ہم غائب ہوتے تھے اور کبھی ہم موجود ہوتے تھے اور آپ غیر حاضر، تین باتیں میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا وہ آپ کو معلوم ہیں؟''

''وہ تین باتیں کیا ہیں؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔

''ایک آدمی کو ایک سے محبت ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس میں کوئی خیر کی بات نہیں دیکھی ہوتی اور ایک آدمی کو ایک سے دوری ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس میں کوئی بری بات نہیں دیکھی ہوتی، اس کی کیا وجہ ہے؟'' حضرت عمرؓ کا یہ سوال سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا:

''ہاں! اس کا جواب مجھے معلوم ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی روحیں ازل میں ایک جگہ اکٹھی رکھی ہوئی ہیں، وہاں وہ ایک دوسرے کے قریب آ کر ایک دوسرے سے ملتی رہیں جن میں وہاں آپس کا تعارف ہو گیا ان میں یہاں دنیا میں الفت ہو جاتی ہے اور جن میں وہاں اجنبیت رہی وہ یہاں دنیا میں ایک دوسرے

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳/۷۳۶)

سے الگ رہتے ہیں۔"

یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ایک بات کا جواب مل گیا، دوسری بات یہ ہے کہ آدمی کوئی بات بیان کرتا ہے، کبھی اسے بھول جاتا ہے کبھی یاد آ جاتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا:

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جیسے چاند کا بادل ہوتا ہے، ایسے دل کا بھی بادل ہے چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے تو بادل اس کے سامنے آ جاتا ہے اور اندھیرا ہو جاتا ہے اور جب بادل چھٹ جاتا ہے چاند پھر چمکنے لگتا ہے۔ ایسے ہی آدمی ایک بات بیان کرتا ہے وہ بادل اس پر چھا جاتا ہے تو وہ بات بھول جاتا ہے اور جب اس سے وہ بادل ہٹ جاتا ہے تو اسے وہ بات یاد آ جاتی ہے۔"

"دو باتوں کا جواب مل گیا، تیسری بات یہ ہے کہ آدمی خواب دیکھتا ہے تو کوئی خواب سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟" حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جی ہاں! اس کا جواب بھی مجھے معلوم ہے، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب انسانی گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح کو عرش تک چڑھا لیا جاتا ہے جو روح عرش پر پہنچ کر جاگتی ہے اس کا خواب تو سچا ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے جاگ جاتی ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔"

اپنے تینوں سوالوں کے جوابات سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں ان تین باتوں کی تلاش میں ایک عرصہ سے لگا ہوا تھا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے ان کو پا لیا۔"[1]

حضرت عمرؓ کا اصول خلافت

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ان کی تدفین سے فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبر کی مٹی ہاتھوں سے جھاڑی، پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر بیان کیا اور اس میں فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائیں گے

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳/۲۴۶)

اور اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے دو حضرات (رسول پاک ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ) کے بعد آپ لوگوں میں باقی رکھا ہے، اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہو سکے گا کہ میرے پاس تمہارا کوئی کام پیش ہو اور میرے علاوہ کوئی اور اس کام کو کرے اور نہ ہی ایسے ہو سکے گا کہ تمہارا کوئی کام میری غیر موجودگی سے تعلق رکھتا ہو اور میں اس کی کفایت کرنے اور اس کے بارے میں ایمانداری اختیار کرنے میں کوتاہی کروں، اگر لوگ اچھے عمل کریں گے تو میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا اور اگر برے عمل کریں گے تو میں انہیں عبرتناک سزا دوں گا۔"

اس واقعہ کو نقل کرنے والے تابعی حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا سے جانے تک پہلے دن کے بیان کردہ اپنے اس اصول کے خلاف نہ کیا، ہمیشہ اسی پر قائم رہے۔"[1]

﴿شوقِ نماز﴾

جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو ان پر غشی طاری ہونے لگی، کسی نے کہا "اگر یہ زندہ ہیں تو پھر یہ نماز کے نام سے جتنی جلدی گھبرا کر اٹھیں گے اتنی جلدی اور کسی چیز کے نام سے نہیں اٹھیں گے" لہٰذا کسی نے کہا "امیر المومنین! نماز ہو چکی ہے۔" اس پر حضرت عمرؓ فوراً ہوش میں آ گئے اور فرمایا "نماز! اللہ کی قسم! جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔"[2]

﴿محتاج کی مدد﴾

ایک مرتبہ ایک بدو امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

یا عمر الخیر خیر الجنۃ

اکس بنیاتی امھنہ

اقسم باللّٰہ لتفعلنہ

---

[1] طبقات ابن سعد (۲۷۵/۳)

[2] حیاۃ الصحابۃ (۱۱۶/۳)

''اے عمر! لطف اگر ہے تو جنت کا لطف ہے، میری لڑکیوں اور ان
کی ماں کے لئے نئے کپڑوں کا انتظام کر دے، میں تجھے اللہ کی قسم
دیتا ہوں کہ ایسا ضرور کرنا۔''

اس کا یہ سوال سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں تمہارا کہنا نہ مانوں تو کیا ہوگا؟''

اس بدو نے عرض کیا:

تکون عن حالی تسئلنه
والواقف المسئول یبهتنه
اما الی نارٍ واما جنه

''تجھ سے قیامت میں میرے متعلق سوال ہوگا اور تو ہکا بکا رہ جائے
گا، پھر یا تو دوزخ کی طرف تیرا جانا ہوگا یا جنت کی طرف۔''

اس کے یہ اشعار سن کر حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر اپنے غلام سے فرمایا کہ ''میرا یہ کرتہ اس کو دے دو، اس وقت اس کے سوا کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے۔''[۱]

﴿کسریٰ کے کنگن﴾

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلے، لیکن تھوڑی دیر میں ان کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ گھوڑے سے نیچے آ گرے، جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کیا تو عرض کیا ''خدا کی قسم! اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے اور آپ کی شان بلند ہوگی، آپ مجھ سے عہد کریں کہ جب میں آپ کے پاس آپ کے ملک میں آؤں تو میرا اکرام کریں اور میرے لئے اس معاہدہ کو لکھ دیں'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا چنانچہ انہوں نے ایک ہڈی پر اس بات کو لکھ دیا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا ''اے سراقہ! اس وقت

---

[۱] الفاروق، ص: ۳۴۰، بحوالہ سیرۃ العمرین وازالۃ الخفاء

تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا؟'' بعدازاں سراقہ مسلمان ہوگیا اور مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔

زمانہ کے حالات میں تغیر آیا، مسلمانوں کو قادسیہ میں فتح حاصل ہوئی اور مال غنیمت مدینہ آیا، اس میں کسریٰ کا تاج بھی تھا اور اس کے سونے کی تاروں سے بنے ہوئے کپڑے اور جواہرات سے آراستہ ہار بھی تھا اور اس کے دو ایسے کنگن بھی تھے کہ کسی آنکھ نے ایسے کنگن نہ دیکھے ہوں گے، پھر حضرت عمرؓ (جو اس وقت امیر المومنین تھے) نے آواز دی ''سراقہ بن مالکؓ کہاں ہیں؟'' سراقہ حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ نے ان کو کسریٰ کی قمیص اور اس کے کنگن پہنائے اور اس کی تلوار گردن میں لٹکائی اور ان کے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا، حضرت سراقہؓ جھوم جھوم کر چلنے لگے، ان کی آنکھوں سے اشک رواں تھے اور زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سچ فرمایا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہوئے ''اے اللہ! تو نے یہ مال اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں دیا حالانکہ وہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب و مکرم تھے، اور یہ مال ابوبکرؓ کو نہیں دیا حالانکہ وہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب ومکرم تھے، لیکن میں آپ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ اگر آپ نے یہ مال میری آزمائش کیلئے دیا ہو۔''[1]

﴿مسلمان کی قیمت﴾

حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا، جب تم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟'' میں نے کہا ''ہم شہر کی طرف کھال کی مضبوط ڈھال دے کر کسی آدمی کو بھیجتے ہیں۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا ''ذرا یہ بتاؤ کہ اگر شہر والے اسے پتھر ماریں تو اس کا کیا بنے گا؟'' میں نے کہا ''وہ تو قتل ہو جائے گا'' حضرت عمرؓ نے فرمایا ''ایسا نہ کیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہ ہوگی کہ تم لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کرلو جس میں چار ہزار جنگجو جوان ہوں۔''[2]

---

[1] حضرت عمرؓ کے سو قصے، ص: ۵۶ بحوالہ السنن الکبریٰ للبیہقی (۶/ ۳۵۸) [2] حیاۃ الصحابۃ (۲/ ۵۲۳)

﴿اہلِ آسمان کی خوشیاں﴾

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ''جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''اے محمد ﷺ! عمرؓ کے اسلام قبول کرنے پر آسمان والوں نے بھی خوشیاں منائیں ہیں۔''[۱]

﴿حضرت عمرؓ کی فکرِ آخرت﴾

جب حضرت عمرؓ کو زخمی کر دیا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں تسلی دینے کیلئے عرض کیا ''یا امیر المومنین! آپ کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت عطا ہوئی اور آپ نے اس صحبت کا حق ادا کیا کہ جب آپ کی رسول اللہ ﷺ سے جدائی ہوئی تو وہ آپ سے راضی تھے، پھر آپ کو حضرت ابو بکرؓ کی صحبت حاصل رہی، آپ نے ان کی صحبت کا بھی حق ادا کیا اور جب آپ ان سے جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے، اس کے بعد آپ ان لوگوں کے ساتھ رہے اور اب جب آپ ان سے جدا ہو رہے ہیں تو اس حال میں کہ یہ لوگ آپ سے راضی ہیں'' یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا ''آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا تذکرہ کیا ہے تو یہ اللہ کی طرف سے میرے اوپر ایک احسان ہے اور جو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ میرے تعلق کا تذکرہ کیا ہے تو یہ بھی اللہ کی طرف سے ایک احسان ہے، بہر حال تم میری جو تکلیف دیکھ رہے ہو یہ تو تم لوگوں کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس روئے زمین کے بقدر بھی سونا ہوتا تو میں اسے اللہ کے عذاب سے بچاؤ کیلئے فدیہ میں دے دیتا۔''[۲]

﴿سردارِ اہلِ جنت﴾

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دور سے آتے ہوئے دکھائی دیے، انہیں دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ انبیاء اور رسولوں کے سوا باقی تمام جنتیوں کے سردار ہیں، اے علی! ان کو نہ بتانا'' (یعنی جب تک یہ زندہ ہیں)[۳]

---

۱ رواہ ابن ماجہ (۱۰۰)　　۲ رواہ البخاری (۳۴۱۶)

۱ رواہ الترمذی (۳۵۹۸) وابن ماجہ (۹۲) واحمد (۵۶۸)

﴿اے عمر! اب بات بنی......﴾

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ تھے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ مجھے میرے نفس کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿لا وَالذی نفسی بیدہ حتیٰ اکون احب الیک من نفسک﴾

''نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم اس وقت تک بلند درجہ حاصل نہیں کر سکتے جب تک میں تمہیں تمہارے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا ''خدا کی قسم! اگر یہ بات ہے تو آپ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔'' چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿الآن یا عمر!﴾

''ہاں اے عمر! اب بات بنی۔''[1]

﴿حضرت عمرؓ کا رعب﴾

ایک مرتبہ قریش کی کچھ عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے دوران اپنی آواز کو اونچا کر رہی تھی، اتنے میں حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، حضرت عمرؓ کی آواز سن کر وہ عورتیں پردہ میں چھپ کر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اجازت دے دی، جب حضرت عمرؓ اندر حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسکراتے دیکھ کر حضرت عمرؓ نے دعا دی:

﴿اَضْحَکَ اللہُ سِنَّکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ﴾

''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کو ہنساتا رہے۔''

---

[1] رواہ البخاری (۶۱۴۲) واحمد (۱۷۳۵۵)، (۱۸۱۹۳)، (۲۱۴۶۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے تو ان عورتوں پر تعجب ہوا کہ یہ میرے پاس بیٹھی تھیں، جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو گھبرا کر پردہ تلاش کرنے لگ پڑیں'' حضرت عمرؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں'' پھر ان عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، ''اے اپنی جان کی دشمن عورتوں! تم مجھ سے ڈرتی ہو لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتیں'' عورتوں نے جواب دیا ''ہاں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخت اور گرم مزاج ہو'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! شیطان تجھے دیکھ کر اپنا راستہ تبدیل کر لیتا ہے۔''[۱]

﴿حضرت عمرؓ کا علم﴾

ایک مرتبہ ایک یہودی آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا ''اے امیر المومنین تمہاری کتاب میں ایک آیت ایسی ہے جس کو تم پڑھتے ہو، اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن قرار دے دیتے'' حضرت عمر نے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تو یہودی نے کہا'' وہ آیت یہ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ:۳)

''آج ہم نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''مجھے اس جگہ اور اس دن کا بھی علم ہے جہاں یہ آیت نازل ہوئی، یہ آیت یوم عرفہ کو جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔''[۲]

﴿آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب﴾

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خواب کا حال سناتے ہوئے فرمایا

---

۱ رواہ البخاری (۳۰۵۱) ومسلم (۴۴۱۰) واحمد (۱۳۹۲)، (۱۴۹۶)، (۱۵۳۸)

۲ رواہ البخاری (۴۳) ومسلم (۵۳۳۲) والترمذی (۲۹۶۹) والنسائی (۲۹۵۲) واحمد (۱۸۳)

''میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے لایا جارہا ہے، اس پر مختلف قسم کی قمیصیں ہیں، بعض قمیصیں چھاتی تک ہیں اور بعض کی اس سے بھی چھوٹی ہیں، اس دوران عمر بن خطابؓ کو بھی میرے سامنے لایا گیا، اس کی قمیص اتنی لمبی تھی کہ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے آرہے تھے'' لوگوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! آپ اس کی کیا تعبیر کرتے ہیں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''اس سے مراد دین داری ہے۔''[۱]

دودھ کی تعبیر

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ دودھ کا ایک پیالہ مجھے پیش کیا گیا اور میں نے اس میں سے پیا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ اس کی طراوت میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے، پھر میں نے باقی ماندہ دودھ حضرت عمرؓ کو دے دیا'' لوگوں نے اس کی تعبیر دریافت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا ''اس سے مراد علم و دانش ہے۔''[۲]

(فراستِ عمرؓ)

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم سے فرمایا، ''تمہیں بھی مبارک ہو اور لوگوں کو بھی خوشخبری دے دو کہ جو شخص بھی دل کی صداقت کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔'' چنانچہ وہ حضرات لوگوں کو خوشخبری سنانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، سب سے پہلے حضرت عمرؓ سے ان کی ملاقات ہوئی لوگوں نے انہیں یہ خوشخبری سنائی تو حضرت عمرؓ نے انہیں واپس بھیج دیا، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ''تمہیں کس نے واپس بھیجا؟'' لوگوں نے حضرت عمرؓ کا نام لیا، حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! اس طرح تو لوگ اسی پر بھروسہ کرکے بیٹھ جائیں گے۔''[۳]

۱　رواہ البخاری (۲۳) ومسلم (۴۴۰۳) والترمذی (۲۲۱۰) والنسائی (۴۹۲۵) واحمد (۱۱۳۸۷) والدارمی (۲۰۵۸)

۲　رواہ البخاری (۸۰) ومسلم (۴۴۰۴) والترمذی (۲۲۰۹) واحمد (۵۲۹۵) والدارمی (۲۰۶۰)

۳　رواہ مسلم (۴۴۱۶) واحمد (۱۸۸۵۸)

﴿آیت حجاب کا نزول﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رفع حاجت کے لئے وسیع میدان میں جایا کرتی تھیں۔ شدت غیرت کی وجہ سے حضرت عمرؓ پر یہ بات شاق گزرتی تھی اور آپ اس کا ذکر حضور ﷺ سے بھی کرتے تھے تاکہ انہیں روک دیں لیکن قبل از نزول وحی آپ نے ایسا نہ کیا۔

ایک رات ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا باہر آئیں، وہ ایک دراز قامت خاتون تھیں، حضرت عمرؓ نے انہیں پکار کر کہا ''اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے'' یہ بات انہوں نے اس چاہت سے کی کہ حجاب (پردہ) کا حکم نازل ہو جائے، پس اللہ تعالیٰ نے پردہ کا حکم نازل فرمایا۔[1]

﴿منافق کا جنازہ﴾

جب رئیس المنافقین عبدالرحمٰن بن ابی کا انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، ''مجھے اپنی قمیص عطا فرما دیجئے جس میں میرے والد کو کفن دیا جائے'' حضور ﷺ نے اپنی قمیص عطا فرما دی تو اس نے کہا کہ ''میرے والد کا جنازہ بھی پڑھا دیجئے'' حضور ﷺ اس کا جنازہ پڑھانے کے لئے چل پڑے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت عمرؓ اٹھے اور جا کر حضور ﷺ کا دامن تھام لیا اور عرض کیا ''یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبہ: ۸۰)

''تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو (بات ایک ہی ہے) اگر تم ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی خدا ان کو نہیں بخشے گا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا ''پس میں اس کے لئے ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں

---

[1] رواہ البخاری (۱۴۳) ومسلم (۴۰۳۵) واحمد (۲۳۱۵۵)

گا" حضرت عمرؓ نے عرض کیا "یہ تو منافق ہے" حضور ﷺ نے از راہ شفقت اس کی نماز جنازہ پڑھادی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی تائید میں مندرجہ ذیل آیت کو نازل فرمایا:

﴿وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ﴾ (التوبہ: ۸۴)

"اور (اے پیغمبر) ان میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھانا اور نہ قبر پر جاکر کھڑے ہونا۔"[۱]

آخری لمحات اور اطاعت رسول ﷺ

جب ابولؤلؤہ نامی شخص نے خنجر مار کر حضرت عمرؓ کو زخمی کردیا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ کسی طبیب کو بلاؤ جو آکر میرے زخم کو دیکھ لے، لوگوں نے ایک عرب طبیب کو بلایا، اس نے حضرت عمرؓ کو کھجور کا شربت پلایا تو وہ خون کے ساتھ مل کر ناف کے نیچے موجود زخم سے نکل گیا۔

حضرت ابن عمرؓ نے بنومعاویہ سے تعلق رکھنے والے ایک انصاری طبیب کو بلایا، انہوں نے حضرت عمرؓ کو دودھ پلایا تو اسی طرح وہ دودھ بھی سفید پیپ کی صورت میں زخم سے خارج ہوگیا۔

اس حالت کو دیکھ کر حضرت عمرؓ کو طبیب نے کہا "اے امیرالمومنین! آخرت کی تیاری کرلیجئے!" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا "میرے اس بھائی نے سچ کہ جو بنومعاویہ سے تعلق رکھتا ہے، اور اگر وہ اس کے علاوہ کوئی بات کرتا تو میں اس کی تکذیب کرتا۔"

یہ بات سن کر لوگوں نے رونا شروع کردیا، لوگوں کو روتا دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا "رونا بند کرو، جس کو زیادہ رونا آئے وہ باہر چلا جائے، کیا تم نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔"[۲]

---

[۱] رواہ البخاری (۴۳۰۲) ومسلم (۴۴۱۳)، (۴۹۷۸) والترمذی (۳۰۲۳) والنسائی (۱۸۷۴) وابن ماجہ (۱۵۱۲) واحمد (۴۴۵۱)

[۲] رواہ احمد (۲۷۸)

﴿سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ﴾

''ہر نبی کا جنت میں ایک ساتھی خاص ہوتا ہے اور جنت میں میرے رفیق خاص عثمانؓ ہیں۔'' (فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

مختصر حالات

حضرت عثمانؓ قریش کی مشہور شاخ بنو امیہ سے تھے۔ پانچویں پشت پر آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے، بنی امیہ کا خاندان زمانہ جاہلیت سے نہایت معزز چلا آتا تھا۔ قریش کے خاندانوں میں بنی ہاشم کے سوا کوئی ان کا مقابل نہ تھا۔ قریش کا مشہور عہدہ عقاب یعنی فوجی نشان کی علمداری اسی میں تھی۔ حضرت عثمانؓ کے مورث اعلیٰ امیہ بن عبد شمس قریش کے بڑے دبدبہ وشکوہ کے رئیس تھے۔

حضرت عثمانؓ ہجرت نبوی کے سنتالیس سال قبل پیدا ہوئے۔ بچپن کے حالات پردہ خفا میں ہیں۔ معاش کا ذریعہ تجارت تھا اور اس میں اپنی دیانت راست بازی سے اتنی ترقی حاصل کر لی تھی کہ قریش کے دولت مند ترین لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اپنی ثروت کی وجہ سے غنی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔

آپ کی زندگی کا چونتیس واں سال تھا کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ سے حضرت عثمانؓ کے نہایت گہرے تعلقات و روابط تھے۔ صدیق اکبرؓ کی تبلیغ نے انہیں اسلام کی طرف مائل کر لیا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پر مشرف باسلام ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا عقد ان کے ساتھ کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کا خاندان یعنی بنو امیہ اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ ان کا غصہ غریب مسلمانوں پر ٹوٹتا تھا۔ خود حضرت عثمانؓ کے چچا حکم اسلام کے بڑے دشمنوں میں سے تھے۔ انہوں نے اسلام کے جرم میں بھتیجے کو باندھ کر مارا۔ تمام اعزہ نے منہ موڑ لیا۔ کچھ دن تک حضرت عثمانؓ ان کی زیادتیاں برداشت کرتے رہے۔ پھر اذن ہجرت کے بعد اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو لے کر حبشہ چلے گئے اور ہجرت اولیٰ میں

اولیت کا شرف حاصل کیا۔ چند سال کے بعد قریش کے اسلام قبول کرنے کی غلط خبر پا کر مکہ واپس آئے۔ ان کے باقی ساتھی تو پھر حبشہ لوٹ گئے مگر یہ مکہ میں مقیم ہو گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔

حضرت عثمانؓ محرم ۲۴ ہجری میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کو اطمینان و سکون کے ساتھ حکومت کرنے کا موقع صرف پانچ سال ملا لیکن اس قلیل مدت میں آپ نے امت اسلامیہ کیلئے بڑی گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور بہت سے ممالک زیرنگیں ہوئے، نظام خلافت حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ میں اتنا مکمل ہو چکا تھا کہ اس میں کسی ترمیم و اضافہ کی بہت کم گنجائش تھی تاہم جو گوشے تشنہ رہ گئے تھے، ان کی تکمیل ہوئی اور رفاہ عام کے بہت سے کام سرانجام پائے۔[1]

شہادت

آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت عثمانؓ کو اپنی شہادت کا پورا یقین تھا اور آپ صبر واستقامت کے ساتھ ہر وقت اس کے منتظر تھے۔ اس لئے باغیوں کی سرگرمی دیکھ کر آپ نے شہادت کی تیاری شروع کر دی۔ جمعہ کے دن سے روزہ رکھا۔ ایک پائجامہ جسے آپ نے کبھی نہ پہنا تھا زیب تن کیا۔[2]

بیس غلام آزاد کئے اور کلام اللہ کو کھول کر اس کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت تک قصر خلافت کے پھاٹک پر حضرت حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، محمد بن مسلمہؓ اور بہت سے صاحبزادے باغیوں کو روکے ہوئے تھے۔ کچھ معمولی سا کشت وخون بھی ہوا۔ جب انہیں نے اندر داخل ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے پھاٹک میں آگ لگا دی اور کچھ لوگ قصر خلافت کے متصل دوسرے مکانوں کے ذریعہ سے اوپر چڑھ کر اندر داخل ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ تلاوت میں مصروف تھے۔ باغی ہمت نہ پا کر لوٹ آئے۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر جو حضرت عثمانؓ کے بڑے دشمنوں میں سے تھے، بڑھ کر ریش مبارک

---

۱ تاریخ اسلام (۱/۲۶۳)

۲ مسند احمد (۱/۶۷)

پکڑ لی اور گستاخانہ کلمات زبان پر لائے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، بھتیجے! اس کو چھوڑ دو! تمہارے والد کبھی ایسا نہ کرتے تھے، اگر وہ دیکھتے تو ان کو تمہارا یہ فعل کبھی پسند نہ آتا، ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ یہ کلمات سن کر مایوس ہو کر لوٹ آئے۔ [1]

اس کے بعد ایک غافقی بڑھ کر حملہ آور ہوا اور کلام مجید کو پاؤں سے ٹھکرایا۔ [2] ایک دوسرے شخص کنانہ بن بشر نے اس زور سے پیشانی پر لوہے کی لاٹھ ماری کہ حضرت عثمان تیورا کے پہلو کے بل گر پڑے۔ زبان مبارک سے بسم اللہ توکلت علی اللہ نکلا اور خون کا فوارہ کلام اللہ کے اوراق پر جاری ہو گیا۔ اس کے بعد ہی عمرو بن الحمق نے سینہ پر چڑھ کر مسلسل کئی وار کیے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے دیکھا نہ گیا۔ وہ بے تابانہ بچانے کیلئے دوڑیں، ان کی تین انگلیاں ہتھیلی سے اڑ گئیں اور سودان بن حمران نے لپک کر شہید کر دیا، شہادت کے وقت آپ یہ تلاوت فرما رہے تھے:

﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

(البقرۃ:۱۳۷) [3]

''اور ان کے مقابلے میں تمہیں خدا کافی ہے اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔''

یہ حادثہ جمعہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو پیش آیا۔ مدینہ پر باغیوں کا قبضہ تھا۔ بدامنی کی وجہ سے کسی کو گھر سے نکلنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ دو دن تک لاش مبارک بے گور کفن پڑی رہی، دوسرے دن ہفتہ کی شام کو چند آدمیوں نے جان پر کھیل کر تجہیز و تکفین کی۔ شہادت کی طہارت غسل سے بے نیاز تھی، چنانچہ انہی خون آلودہ کپڑوں میں چار آدمیوں نے جنازہ اٹھایا۔ باختلاف روایت حضرت زبیر بن عوام یا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی اور کابل سے مراکش تک کے فرماں روا کو سترہ آدمیوں کی مختصر جماعت نے خفیہ طریقے سے جنت البقیع سے متصل حش کوکب میں سپرد خاک کیا اور باغیوں کے خوف سے قبر کا نشان چھپا دیا، شہادت کے وقت ۸۲ سال کی عمر شریف تھی، مدت خلافت چند دن کم بارہ سال۔

---

[1] طبری، ص:۳۰۲۱ [2] طبری، ص:۳۰۱۸

[3] ابن سعد (۵۲،۵۱/۳)

ازواج واولاد

حضرت عثمانؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ان سب سے بہت سی اولادیں ہوئیں۔آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یکے بعد دیگرے آپ کے عقد نکاح میں آئیں،حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک صاحبزادے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے،آپ کی کل اولاد کی تعداد سترہ یا اٹھارہ ہے۔[1]

﴿حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قبولیت اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ اروی بنت عبدالمطلب کے پاس ان کے بیمار پرسی کے لیے گیا' ابھی میں ان کے پاس ہی موجود تھا کہ حضور ﷺ وہاں تشریف لے آئے، ان دنوں حضور ﷺ کی نبوت کا تذکرہ تھوڑا بہت ہو چکا تھا، میں آپ ﷺ کو غور سے دیکھنے لگا، آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا''اے عثمان! کیا بات ہے؟'' (مجھے غور سے دیکھ رہے ہو)۔ میں نے عرض کیا''میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ کا ہمارے ہاں بڑا مرتبہ ہے اور پھر آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہی جارہی ہیں۔''اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا''لا الہ الا اللہ'' (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اللہ گواہ ہے کہ میں یہ سن کر کانپ گیا تھا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ﴾ (الذاریات ۲۲۔۲۳)

''اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم یہ (اسی طرح) قابل یقین ہے جس طرح تم بات کرتے ہو۔''

پھر حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے میں بھی آپ کے

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندویؒ اور حضرت عثمانؓ خلیفہ مظلوم۔

پیچھے چل دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔[۱]

﴿عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں!﴾

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے، پھر حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے۔ اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو میں مصروف تھے اور آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں، (باقی حضرات کے آنے پر تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہی رہے لیکن) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے پر تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ٹانگوں پر کپڑا ڈال دیا اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاؤ، یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ دیر بات کر کے چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، ''یا نبی اللہ! میرے والد اور دوسرے صحابہ اندر آئے تو آپ نے نہ تو پنڈلیوں پر کپڑا ڈالا اور نہ ہی مجھے پیچھے ہونے کا کہا (اس کی کیا وجہ ہے؟) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کیا میں اس آدمی سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، فرشتے عثمان سے ایسے ہی حیا کرتے ہیں جیسے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرتے ہیں۔ اگر وہ اندر آتے اور تم میرے پاس بیٹھی ہوتیں تو نہ وہ بات کر سکتے اور نہ واپس جانے تک سر اٹھا سکتے۔'' (یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے)۔[۲]

﴿سفارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز﴾

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تو صرف عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو اسلام کی

۱۔ حیاۃ الصحابۃ (۱/۸۵) بحوالہ الاستیعاب (۴/۲۲۵)

۲۔ حیاۃ الصحابۃ (۲/۲۹۹) بحوالہ البدایۃ والنہایۃ (۷/۲۰۳)

دعوت دیں اور یہ کہ مکہ میں جو مومن مرد اور عورتیں ہیں ان کو جا کر فتح کی خوش خبری سنا دیں اور انہیں بتا دیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ مکہ میں اپنے دین کو ایسا غالب کر دے گا کہ کسی کو اپنا ایمان چھپانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ خوش خبری دے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے کمزور مسلمانوں کو (ایمان پر) مضبوط کرنا چاہتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے تشریف لے گئے، مکہ کے راستہ میں مقام بلدح میں ان کا قریش کی ایک جماعت پر گزر ہوا، قریش نے پوچھا، ''کہاں جا رہے ہو؟'' انہوں نے کہا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں اللہ کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دوں اور تمہیں بتا دوں کہ ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے ہیں، ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔'' جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا انہوں نے ویسے ان کو دعوت دی۔ ان کی دعوت کے جواب میں قریش مکہ نے کہا ''ہم نے آپ کی بات سن لی ہے جاؤ اپنا کام کرو'' ابان بن سعید بن عاص نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا اور ان کو اپنی پناہ میں لیا اور اپنے گھوڑے کی زین کسی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے گھوڑے پر آگے بٹھا کر مکہ لے گئے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتماد یافتہ صحابی

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ تشریف لے گئے تو نظروں کے سامنے بیت اللہ شریف تھا، جس کے طواف کی حسرت میں سب مسلمان آئے تھے، قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے البتہ اگر تم چاہو تو عمرہ کر سکتے ہو۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے آقا تو عمرہ نہ کریں اور میں کرلوں۔'' اور پھر مقام حدیبیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ''یا رسول اللہ! عثمان کس قدر خوش قسمت ہیں کہ سب سے پہلے حرم کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔'' یہ خیال سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں جب تک میں

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۲۰۲/۱) بحوالہ کنز العمال (۲۸۸/۵)

طواف نہ کرلوں عثمان بھی نہیں کریں گے۔" (یہ ارشاد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کے کامل اعتماد کی نشاندہی کرتا ہے)۔[1]

اک مرحلہ سخت سہی جاں سے گزرنا
اے اہل وفا پھر بھی وفا اور ہی کچھ ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے مہاجر

اہل وعیال کے ساتھ اللہ کے راستہ میں سب سے پہلے ہجرت کرنے کا اعزاز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، حضور ﷺ کے پاس ان کی خیر خبر آنے میں دیر ہوگئی، بالآخر قریش کی ایک عورت آئی اور اس نے کہا "اے محمد! (ﷺ) میں نے تمہارے داماد کو دیکھا ہے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھی۔" حضور ﷺ نے استفسار فرمایا۔ "تم نے ان دونوں کو کس حال میں دیکھا ہے؟" اس عورت نے جواب دیا "میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک کمزور گدھے پر سوار کررکھا تھا اور خود اس کو پیچھے سے ہانک رہے تھے۔" حضور ﷺ نے انہیں دعا دیتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ رہے۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوط علیہ السلام کے بعد پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ اللہ کے راستہ میں ہجرت کی۔[2]

طلب علم کا جذبہ اور شوق

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شکایت کی (چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے)۔ حضرت ابوبکر رضی

[1] حضرت عثمان خلیفہ مظلوم (ص:٦٨)

[2] حیاۃ الصحابۃ (۱/۴۴۱) بحوالہ البدایۃ والنہایۃ (۳/٦٦)

اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا ''آپ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ''اللہ کی قسم! میں نے ان کے سلام کو سنا ہی نہیں، میں تو کسی گہری سوچ میں گم تھا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''آپ کیا سوچ رہے ہیں؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں شیطان کے خلاف سوچ رہا تھا کہ وہ ایسے برے خیالات میرے دل میں ڈال رہا تھا کہ زمین پر جو کچھ ہے وہ سارا مجھے مل جائے تو پھر بھی میں ان برے خیالات کو زبان پر نہیں لاسکتا۔ جب شیطان نے میرے دل میں یہ برے خیالات ڈالنے شروع کیے تو میں نے دل میں کہا، اے کاش! میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ ان شیطانی خیالات سے کیسے نجات ملے گی؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا کہ شیطان جو برے خیالات ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے ان سے ہمیں کیسے نجات ملے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، ان سے نجات تمہیں اس طرح ملے گی کہ تم وہ کلمہ کہہ لیا کرو جو میں نے موت کے وقت اپنے چچا (ابو طالب) کو پیش کیا تھا لیکن انہوں نے یہ کلمہ نہیں پڑھا تھا (اور وہ کلمہ یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)''[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت

زوجہ عثمان حضرت رقیہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد ایک مرتبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس حال میں ملاقات فرمائی کہ وہ انتہائی پریشان اور مغموم حالات میں بیٹھے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خیریت دریافت کرتے ہوئے فرمایا ''اے عثمان! کیا حال ہے؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! جو صدمہ مجھ پر گزرا ہے کسی پر نہ گزرا ہوگا، صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال کر گئیں جس بناء پر آپ کا اور میرا اسرالی کا رشتہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا'' اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے عثمان! تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ جبرائیل نے مجھ کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ میں رقیہ رضی اللہ عنہا کی جگہ ام کلثوم کا نکاح اسی کے مثل مہر کے عوض میں اسی طرح تمہارے

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۲/۶۲۵)

ساتھ کردوں۔" چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا، پھر جب بامر خاوندی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا بھی انتقال ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "اگر میری اور لڑکی بھی ہوتی تو میں وہ بھی عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔"[۱]

ایک روایت میں آتا ہے:

"اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں اور ایک ایک کر کے مر جاتیں تو میں سب کی سب عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔"[۲]

﴿ایک رکعت میں پورا قرآن﴾

عبدالرحمٰن بن عثمانؒ بیان کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں نے (غالباً حج کے موقع پر) مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کردی اور اتنی لمبی نماز پڑھ لی کہ یہ خیال ہوا کہ اب اس میں مجھ سے کون سبقت لیجائے گا، اتنے میں اچانک ایسا شخص آیا اور اس نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا، لیکن میں نے اس کی پرواہ نہیں کی، پھر جب اس نے دوبارہ ایسا کیا تو میں نے دیکھا تو یہ حضرت عثمانؓ تھے، میں فرطِ ادب سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا، حضرت عثمانؓ وہاں کھڑے ہوگئے اور آپ نے ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پڑھ ڈالا اور واپس چلے گئے۔"[۳]

﴿ہندوستان پر لشکر کشی کا ارادہ﴾

فتوحات فاروقی کا قدم ہندوستان کی سرحد تک پہنچ چکا تھا، اس بناء پر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عبداللہ بن عامر کو عراق کا گورنر بنایا تو عبداللہ بن عامر کو حکم بھیجا کہ ہندوستان کی سرحد کی طرف کسی ایسے شخص کو روانہ کریں جو اس ملک کے حالات سے واقف ہو، اور جب وہ واپس آئے تو اسے بارگاہ خلافت میں بھیج دیا جائے۔

۱۔ تاریخ ابن خلدون (۴۶۲/۱)

۲۔ اسد الغابۃ (۳۷۶/۳)

۳۔ ابن سعد (۵۳/۳)

اس حکم کے مطابق عبداللہ بن عامر نے حکیم بن جبلہ العبدی کو ہندوستان بھیجا اور جب وہ واپس آئے تو انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کردیا، جب یہ یہاں پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہندوستان کے حالات دریافت کیے۔

حکیم بن جبلہ العبدی نے کہا: ''امیر المومنین! میں نے ہندوستان کے شہروں کو خوب کھنگالا اور ان کی معرفت حاصل کی ہے۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اچھا تو بیان کرو'' انہوں نے کہا:

﴿ماء هاوشل و تمرها دقل لصُّها بطل ان قل الجيش ضاعو اوان كثروا اضاعوا﴾

''اس ملک میں پانی کم ہے اس کے پھل بے کار ہیں، یہاں کے چور دلیر ہیں، اگر ہمارا لشکر کم ہو تو ضائع ہو جائے گا اور بڑا ہو تو بھوک سے مر جائے گا۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''تم خبر دے رہے ہو یا سجع بندی کر رہے ہو؟'' حکیم نے کہا ''میں آپ کو صحیح خبر دے رہا ہوں۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ہندوستان پر لشکر کشی کا ارادہ فسخ کر دیا۔[1]

﴿خلافت کے بعد پہلا خطبہ﴾

جب اہل شوریٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تو اس وقت وہ بہت غمگین تھے، ان کی طبیعت پر بہت بوجھ تھا، وہ حضور اقدس ﷺ کے منبر پر تشریف لائے اور لوگوں میں بیان فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا، اس کے بعد فرمایا:

''تم ایسے گھر میں ہو جہاں سے تمہیں کوچ کر جانا ہے اور تمہاری عمر تھوڑی باقی رہ گئی ہے، لہٰذا تم جو خیر کے کام کر سکتے ہو موت سے پہلے کر لو، صبح اور شام تمہیں موت آنے ہی والی ہے، غور سے سنو! دنیا سراسر دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[1] حضرت عثمانؓ کے سو قصے، ص: ۶۸

﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾
''سو تم کو دنیاوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ وہ دھوکہ باز (شیطان) تمہیں اللہ سے (دھوکہ میں ڈالے) اور جو لوگ جا چکے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو اور خوب محنت کرو اور غفلت سے کام نہ لو، کیونکہ موت کا فرشتہ تم سے کبھی غافل نہیں ہوگا، کہاں ہیں دنیا کے وہ دلدادہ جنہوں نے دنیا میں کھیتی باڑی کی اور اسے خوب آباد کیا اور لمبی مدت تک اس سے فائدہ اٹھایا؟ کیا دنیا نے انہیں پھینک نہیں دیا؟ چونکہ اللہ نے دنیا کو پھینکا ہوا ہے لہٰذا تم بھی اسے پھینک دو اور آخرت کو طلب کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اور آخرت کی جو کہ دنیا سے بہتر ہے دونوں کی مثال اس آیت میں بیان کی: ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ سے لے کر اَمَلاً تک (اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی جگہ ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو، پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہو، پھر ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں، مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں، وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی۔''
بیان کے بعد لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت ہونے لگے۔[1]

﴿حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آخری خطبہ﴾

خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجمع کے اندر جو آخری بیان فرمایا اس میں مندرجہ ذیل کلمات ارشاد فرمائے:

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا اس لیے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳/۴۹۴) بحوالہ تاریخ طبری (۳/۳۰۵)

سے آخرت حاصل کرو، اس لیے نہیں دی کہ تم اسی کے ہو جاؤ، دنیا فنا ہونے والی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، نہ تو فانی دنیا کی وجہ سے اترانے لگو اور نہ اس کی وجہ سے آخرت سے غافل ہو جاؤ، فانی دنیا پر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دو کیونکہ دنیا ختم ہو جائے گی اور ہم سب نے لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہی اس کے عذاب سے ڈھال اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے کا وسیلہ ہے اور احتیاط سے چلو کہ کہیں اللہ تمہارے حالات نہ بدل دے اور اپنی جماعت سے چمٹے رہو اور مختلف گروہوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ۔ ''وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا. ''اور تم پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی تو سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔''[1]

دورِ فتن میں حضرت عثمانؓ کی حالت

ابوالاشعث الصنعانی سے روایت ہے کہ ملک شام میں مختلف خطیب خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے، ان میں نبی ﷺ کے صحابہ بھی تھے، پھر ایک شخص کھڑے ہوئے جنہیں مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے تھے، انہوں نے فرمایا: ''اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں کھڑا نہ ہوتا، رسول اللہ نے فتنوں کا ذکر کیا اور ان کا قریب ہونا بیان فرمایا، پھر ادھر سے ایک شخص منہ پر کپڑا اڈالے گزرا، فرمایا اس دن یہ ہدایت پر ہوگا، میں نے اٹھ کر ان کو دیکھا تو وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کا چہرہ

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳/۴۹۸) بحوالہ تاریخ طبری (۳/۴۵۷)

آنحضرت ﷺ کے سامنے کر کے عرض کی کہ ”یہی ہیں“ فرمایا ”ہاں! یہی ہیں۔“[1]

﴿حضرت عثمانؓ اور اتباع سنت کا جذبہ﴾

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے کچھ مصاحبین کے ہمراہ تشریف فرما تھے، اتنے میں موذن آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اس سے وضو کیا، پھر فرمایا ”میں نے حضور ﷺ کو ایسا وضو ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسا وضو میں نے ابھی کیا ہے۔ ایسا وضو کرنے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا تھا، جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے گا پھر کھڑے ہو کر ظہر کی نماز پڑھے گا تو اس کے ظہر اور فجر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر وہ عصر کی نماز پڑھے گا تو ظہر اور عصر کے درمیان کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر وہ مغرب پڑھے گا تو مغرب اور عصر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر وہ عشاء پڑھے گا تو مغرب اور عشاء کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر وہ ساری رات بستر پر کروٹیں بدلتے گزار دے گا، پھر وہ اٹھ کر وضو کر کے فجر کی نماز پڑھے گا تو اس کے فجر اور عشاء کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، یہی وہ نیکیاں ہیں جو گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔“ یہ حدیث مبارکہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے دریافت کیا ”اے عثمان! یہ تو حسنات ہو گئیں تو باقیات صالحات کیا ہوں گی؟“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”باقیات صالحات یہ کلمات ہیں:

﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“[2]

﴿مبارک انگوٹھی﴾

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کے لیے پانی پینے کا ایک کنواں کھدوایا،

---

[1] ترمذی، (۳۶۳۷) واحمد (۱۸۳۶۷)   [2] الترغیب والترہیب (۱/۲۰۳)

ایک مرتبہ آپ اس کنویں کے دہانے پر بیٹھے اپنی انگوٹھی کو گھمارہے تھے، یہ انگوٹھی حضور ﷺ نے خطوط پر مہر ثبت کرنے کے لیے بنوائی تھی، بعدازاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے بطور مہر استعمال کیا، آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسے استعمال کیا، اب یہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھی، آپ اسے اپنی انگلی میں گھمارہے تھے، یہ ان کے ہاتھ سے نکل کر کنویں میں گرگئی، لوگوں نے کنویں میں اس کو بہت تلاش کیا یہاں تک کہ اس کا سارا پانی نکلوادیا پھر بھی اس کا سراغ نہ مل سکا۔

بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ جو شخص بھی اس انگوٹھی کو لے کر آئے گا اسے بھاری رقم دی جائے گی، آپ رضی اللہ عنہ کو اس مبارک انگوٹھی کے گم ہونے کا بہت رنج وافسوس تھا اور اس کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔ تلاش بسیار کے بعد بھی آپ کو وہ انگوٹھی نہ مل سکی، جب آپ ہر طرح سے مایوس ہوگئے تو آپ نے اس جیسی چاندی کی انگوٹھی بنانے کا حکم دیا، چنانچہ بعینہ اسی طرح کی انگوٹھی بنائی گئی جس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی انگلی میں پہن لیا، جب آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا تو وہ انگوٹھی بھی غائب ہوگئی اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کون اس انگوٹھی کو لے گیا۔[1]

﴿حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خوراک﴾

ایک مرتبہ عمرو بن امیہ ضمری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کے کھانے میں شریک تھے، جب خزیرہ نامی کھانا سامنے آیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''کیسا ہے؟'' حضرت عمرو بن امیہ نے کہا ''بہت لذیذہ اور عمدہ ہے میں نے آج تک ایسا خزیرہ نہیں کھایا۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، تم نے کبھی ان کے ساتھ بھی خزیرہ کھایا؟'' عمرو بن امیہ نے کہا ''جی ہاں! میں نے ان کے ساتھ بھی خزیرہ کھایا ہے لیکن وہ ایسا تھا کہ اس میں گوشت تھا اور نہ ہی گھی ودودھ''۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''تم سچ کہتے ہو عمر رضی اللہ عنہ نے جہد و مشقت کی ایسی زندگی بسر کی کہ اس کی پیروی کرنا مشکل ہے، وہ لذیذ اور نہایت عمدہ غذاؤں سے اجتناب کرتے تھے، بہرحال اللہ کی قسم! میں مسلمانوں کے مال سے ایک پیسہ

[1] تاریخ طبری (۲۸۷/۳)

نہیں لیتا جو کچھ کھاتا ہوں اپنی کمائی سے کھاتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مال دار تھا، میرا تجارتی کاروبار سب سے بڑا تھا، میں ہمیشہ نرم غذاؤں کا عادی رہا ہوں اور اب تو میری عمر بھی زیادہ ہوگئی ہے اس لیے مجھے نرم غذاؤں کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ کسی شخص کو اس معاملہ میں مجھ پر نکتہ چینی کرنے کا حق ہے۔"[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے پروانہ رضا

ایک مرتبہ چار دن تک اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو کھانا میسر نہ آیا، حضور ﷺ گھر تشریف لائے اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا "کیا کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "کہاں سے ملتا؟ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ ہی ہمیں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ یہ سن کر خاموش ہوگئے، وضو فرمایا اور مسجد میں نفل پڑھنے لگے، آپ ﷺ تھوڑی تھوڑی دیر بعد (سلام پھیرنے کے بعد) نماز کی جگہ تبدیل فرماتے جاتے تھے، اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور اجازت طلب کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "میں نے چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آنے کی اجازت نہ دوں، پھر یہ خیال کر کے یہ مالدار صحابہ میں سے ہیں، شاید اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے ہم تک بھلائی و خیر پہنچانے کا ارادہ فرمایا ہو، لہٰذا میں نے اجازت دے دی۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حضور ﷺ کا حال دریافت کیا، میں نے جواب دیا "اے صاحبزادے! چار یوم سے اہل بیت رسالت نے کچھ نہیں کھایا۔" یہ سنتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہو کر کہا "اس دنیا پر افسوس! اے ام المومنین! آپ کے لیے مناسب نہ تھا کہ آپ ایسے مشکل حالات سے گزریں اور مجھے مطلع نہ کریں اور نہ عبدالرحمٰن بن عوف اور ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہما) جیسے مال داروں سے ذکر کریں۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر واپس لوٹے اور کئی اونٹ، آٹا، گیہوں،

---

[1] تاریخ طبری (۴/۲۰۱)

کھجوریں اور سالم بکرا مع سو درہم کے پیش کر دیا، پھر کہا ''یہ دیر سے تیار ہوگا میں پکا ہوا کھانا بھی لاتا ہوں۔'' چنانچہ روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لائے اور کہا ''آپ بھی کھایئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بھی رکھ دیجئے۔'' پھر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسم دی کہ آئندہ جب بھی ایسا واقعہ پیش آئے تو مجھے ضرور مطلع کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور دریافت کیا ''اے عائشہ! میرے باہر جانے کے بعد تم کو کچھ ملا؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے گئے تھے اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کبھی بھی رد نہیں کرتا۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''کیا ملا؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''آٹا، گیہوں، اونٹوں پر لدی ہوئی کھجوریں، درہم کی تھیلی، ایک عدد سالم بکرا اور بہت سا بھنا ہوا گوشت'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے استفسار فرمایا ''کس نے دیا؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے، وہ مجھے قسم دے گئے ہیں کہ آئندہ جب بھی ایسا موقع آئے تو مجھے ضرور اطلاع کرنا۔'' یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھے نہیں بلکہ مسجد میں تشریف لے گئے اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا: ''اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوگیا آپ بھی اس سے راضی ہو جائیں، اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوگیا آپ بھی اس سے راضی ہو جائیں۔''[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے والہانہ دعا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے، لوگوں کو (سخت بھوک کی) مشقت اٹھانی پڑی، جس کی وجہ سے میں نے مسلمانوں کے چہروں پر غم اور پریشانی کے آثار اور منافقوں کے چہروں پر خوشی کے آثار دیکھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا ''اللہ کی قسم! سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے لیے رزق بھیج دیں گے۔'' جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

---

[1] تاریخ ابن خلدون (۱/۴۶۵)

بات ضروری پوری ہوگی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چودہ اونٹنیاں کھانے کے سامان سے لدی ہوئی خریدیں اوران میں سے نو اونٹنیاں حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیں، جب حضور ﷺ نے یہ اونٹنیاں دیکھیں تو فرمایا ''یہ کہاں سے آئیں؟'' لوگوں نے عرض کیا۔ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہدیہ بھیجی ہیں۔'' اس پر حضور ﷺ اتنے زیادہ خوش ہوئے کہ خوشی کے آثار آپ کے چہرے پر محسوس ہونے لگےاور منافقوں کے چہروں پر غم اور پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایسی زبردست دعا کی کہ میں نے حضور ﷺ کو نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کسی کے لیے ایسی دعا کرتے ہوئے سنا۔ ''اے اللہ! عثمان رضی اللہ عنہ کو (یہ اور یہ) عطا فرما اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ (ایسا اور ایسا) معاملہ فرما۔''[1]

﴿مسلمانوں کی خدمت کا جذبہ﴾

مدینہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی، تمام شہر میں صرف ''بئر رومہ'' ایک کنواں تھا، جس کا پانی پینے کے لائق تھا، لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا اور اس یہودی نے اپنے کنویں کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عام مصیبت کو دفع کرنے کے لیے اس کنویں کو خرید کر وقف کر دینا چاہا، سعی بلیغ کے بعد یہودی صرف نصف حق فروخت کرنے پر راضی ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار میں نصف کنواں خرید لیا اور یہ شرط قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمان کی باری ہوگی اور دوسرے دن اس یہودی کے لیے یہ کنواں مخصوص رہے گا۔

جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہوتی تھی، اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے تھے کہ دو دن تک کے لیے کافی ہوتا تھا، یہودی نے دیکھا کہ اب اس سے کچھ نفع نہیں ہوسکتا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر راضی ہوگیا۔ حضرت عثمان رضی

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۲/۲۴۰)

اللہ عنہ نے آٹھ ہزار درہم میں اس کو خرید کر عام مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا، اس طرح اسلام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیض کرم کا یہ پہلا نظارہ تھا، جس نے توحید کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔[1]

﴿غزوہ تبوک کے لیے لشکر کی تیاری﴾

۹ ہجری میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، اس کا تدارک ضروری تھا لیکن یہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ کو سخت تشویش ہوئی، لہٰذا آپ ﷺ نے لوگوں کو جنگی سامان کے لیے زر و مال سے اعانت کی ترغیب دلائی، اکثر لوگوں نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک متمول تاجر تھے، اس زمانہ میں ان کا تجارتی قافلہ ملک شام سے نفع کثیر کے ساتھ واپس آیا تھا، اس لیے انہوں نے ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات تنہا اپنے ذمہ لے لیے۔

ابن سعد کی روایت کے مطابق غزوہ تبوک کی مہم میں تیس ہزار پیادے اور دس ہزار سوار شامل تھے، اس بنا پر گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار سے زیادہ فوج کے لیے سامان مہیا کیا اور اس اہتمام کے ساتھ اس کے لیے ایک تسمہ تک ان کے روپے سے خریدا گیا تھا، اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لیے ایک ہزار دینار پیش کیے، حضور ﷺ اس فیاضی سے اس قدر خوش تھے کہ اشرفیوں کو دست مبارک سے اچھالتے تھے اور فرماتے تھے:

﴿مَاضَرَّ ماعمل بعد هذا اليوم﴾

”آج کے بعد عثمان کا کوئی کام اس کو نقصان نہ پہنچائے گا۔“[2]

﴿حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مرض الوفات میں لوگوں کے اصرار پر خلافت کے لیے چھ آدمیوں کا نام پیش کیا کہ ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیا جائے۔ علی۔ عثمان۔ زبیر۔ طلحہ۔ سعد بن وقاص۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین اور تاکید فرمائی کہ تین

---

[1] سیر الصحابۃ (۱/۱۷۹)
[2] رواہ الترمذی (۳۲۴۳)

دن کے اندر خلیفہ کے انتخاب کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی تجہیز وتکفین کے بعد انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا اور دو دن تک اس پر بحث ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا، آخر تیسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ''وصیت کے مطابق خلافت چھ آدمیوں میں دائر ہے لیکن اس کو تین شخصوں میں محدود کر دینا چاہیے اور جو اپنے خیال میں جس کو مستحق سمجھتا ہوا۔ اس کا نام لے۔'' لہٰذا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے دی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنے حق سے باز آتا ہوں۔ اس لیے اب یہ معاملہ صرف دو آدمیوں میں منحصر ہے اور ان دونوں میں سے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت شیخین کی پابندی کا عہد کرے گا اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔ اس کے بعد علیحدہ علیحدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''آپ دونوں اس کا فیصلہ میرے ہاتھ میں دے دیں۔'' اس پر ان دونوں کی رضامندی لینے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن نے ایک مختصر مگر مؤثر تقریر کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنا تھا کہ تمام حاضرین بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے، غرض ۴ محرم ۲۴ ہجری پیر کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اتفاق عام کے ساتھ مسند نشین خلافت ہوئے اور دنیائے اسلام کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ [1]

﴿تواضع وانکساری کا پیکر﴾

ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک طرف سے متعصب شخص کی عناد بھری آواز آئی ''عثمان! توبہ کر اور اپنی بے اعتدالیوں سے باز آ!'' یہ سنتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھایا اور کہا:

﴿اللھم انی اول تائب تاب الیک﴾

---

[1] سیر الصحابۃ (۱/۱۸۵)

''اے اللہ! میں پہلا توبہ کرنے والا ہوں جس نے تیرے دربار میں رجوع کیا''[1]

محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں پر فدا

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سے محبت وارادت کالازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے، ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے تبسم فرمایا، لوگوں نے اس بے موقع مسکرانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا ''میں نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح وضو کر کے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔''[2]

ایک مرتبہ مسجد کے دوسرے دروازے پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا اور کھایا اور بغیر تازہ وضو کیے ہوئے نماز کے لیے کھڑے ہوگئے، پھر فرمایا کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس جگہ بیٹھ کر کھایا تھا، اور اسی طرح کیا تھا۔''[3]

دخول جنت کی بشارت

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں ایک مرتبہ کسی قبیلہ کے باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، دروازہ بند تھا کہ اچانک کسی شخص نے دروازہ پر دستک دی، یہ دستک سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے عبداللہ بن قیس! جاؤ اور دروازہ کھول دو، اور آنے والے کو جنت کی خوش خبری دو۔'' میں نے جا کر دروازہ کھولا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے، میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جنت کی خوش خبری سنائی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، وہ حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کر کے بیٹھ گئے اور میں نے دروازہ بند کر دیا، اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لکڑی سے زمین کو کریدنے لگے، اتنی دیر میں پھر کسی نے دروازہ پر دستک دی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے عبداللہ بن

---

[1] تاریخ طبری ص: ۲۹۶۶

[2] تاریخ طبری ص: ۲۸۰۴

[3] مسند احمد (۱/۵۸)

قیس! جاؤ اور دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت کی خوش خبری دو۔'' میں نے جا کر دروازہ کھولا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے تھے، میں نے انہیں حضور ﷺ کا پیغام یعنی جنت کی خوش خبری سنا دی، یہ خوش خبری اور بشارت سن کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، وہ حاضر ہوئے اور سلام عرض کر کے بیٹھ گئے، حضور ﷺ دوبارہ لکڑی کے ذریعہ زمین کریدنے میں مصروف ہو گئے، اتنی دیر میں کسی تیسرے آدمی نے دروازے پر دستک دی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔'' اے عبداللہ بن قیس! جاؤ اور آنے والے کو آزمائش کے ساتھ جنت کے حصول کی بشارت سنا دو!'' میں نے جا کر دروازہ کھولا تو حضرت عثمان رضی اللہ کھڑے تھے، میں نے انہیں حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق جنت کی خوش خبری سنائی۔ انہوں نے کہا'' اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر اعتماد و بھروسہ ہے'' پھر وہ حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کر کے بیٹھ گئے۔[1]

﴿حضور ﷺ کی کامل اتباع﴾

ایک مرتبہ حج کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی طواف کر رہے تھے۔ طواف میں انہوں نے رکن یمانی کا بھی بوسہ لیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کا استلام کروانا چاہا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا'' یہ کیا کرتے ہو' کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کبھی طواف نہیں کیا؟'' انہوں نے کہا'' میں نے حضور ﷺ کے ساتھ طواف کیا ہے'' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' کیا تم نے حضور ﷺ کو اس کا استلام کرتے دیکھا ہے؟'' انہوں نے نفی میں جواب دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' کیا حضور ﷺ کی اتباع کرنا ضروری نہیں؟'' ان صحابی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔[2]

---

[1] اسد الغابۃ (۳/۳۷۷)

[2] مسند احمد (۱/۷۰،۷۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت

جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ سخت کر دیا تو آپ نے لوگوں کی طرف جھانک کر فرمایا: ''اے اللہ کے بندو!'' راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آ رہے تھے، انہوں نے حضور ﷺ کا عمامہ باندھا ہوا ہے، اپنی تلوار گلے میں ڈالی ہوئی ہے، ان کے آگے حضرات مہاجرین و انصار کی ایک جماعت ہے جن میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، ان حضرات نے باغیوں پر حملہ کر کے انہیں بھگا دیا اور پھر یہ سب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت علی نے عرض کیا ''السلام علیک یا امیر المومنین! حضور ﷺ کو دین کی بلندی اور مضبوطی اس وقت حاصل ہوئی جب آپ نے ماننے والوں کو ساتھ لے کر نہ ماننے والوں کو مارنا شروع کر دیا اور اللہ کی قسم! مجھے تو یہی نظر آ رہا ہے کہ یہ لوگ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم ان سے جنگ کریں۔'' اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جو آدمی اپنے اوپر اللہ کا حق مانتا ہے اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میرا اس پر حق ہے اس کو میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی کا ایک سینگی بھر خون نہ بہائے اور نہ اپنا خون بہائے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ عرض کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہی جواب دیا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے سے نکلتے ہوئے فرما رہے تھے ''اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے اپنا سارا زور لگا لیا ہے۔'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور نماز کا وقت ہو گیا، لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ''اے ابوالحسن! آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔'' انہوں نے کہا ''باغیوں نے امام کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا ہے' میں اس حال میں نماز نہیں پڑھا سکتا، میں تو اکیلے ہی نماز پڑھوں گا۔'' چنانچہ وہ اکیلے نماز پڑھ کر اپنے گھر چلے گئے، پیچھے سے ان کے بیٹے نے آ کر خبر دی ''اے ابا جان! اللہ کی قسم! وہ باغی لوگ ان کے گھر میں زبردستی گھس گئے ہیں۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ''انا للہ وانا الیہ

راجعون۔ اللہ کی قسم! وہ لوگ تو ان کو قتل کر دیں گے۔" لوگوں نے پوچھا "اے ابوالحسن! شہید ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہاں جائیں گے؟" انہوں نے کہا "جنت میں اللہ کا قرب خاص پائیں گے" پھر انہوں نے پوچھا "اے ابوالحسن! یہ قاتل لوگ کہاں جائیں گے؟" انہوں نے تین دفعہ کہا "اللہ کی قسم! دوزخ میں جائیں گے۔"[1]

﴿حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اعزازات﴾

عدی بن خیار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے تشہد پڑھی اور پھر فرمایا:

"امابعد! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا" میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا اور محمد ﷺ کی تعلیمات پر ایمان لایا، پھر مجھے دو ہجرتیں کرنے کا شرف حاصل ہوا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کا داماد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے، میں نے حضور ﷺ کی اطاعت و فرماں برادری پر بیعت بھی کی ہے اور خدا کی قسم! میں نے زندگی بھر حضور ﷺ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ کبھی آپ سے جھوٹ بولا۔"[2]

﴿عثمان رضی اللہ عنہ کا دشمن اللہ کا دشمن ہے﴾

ایک مرتبہ حضور ﷺ کو کسی آدمی کا جنازہ پڑھانے کے لئے لایا گیا لیکن آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ لوگوں نے پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ! ہم نے اس سے پہلے تو کبھی آپ کو کسی کی نماز جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا؟" حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنه كان يبغض عثمان فابغضه الله﴾

"یہ شخص عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا جس کی وجہ سے اللہ کا مبغوض بن گیا۔"[3]

---

[1] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری (۲/۱۲۸)

[2] رواہ البخاری (۳۶۴۴) واحمد (۴۵۰)، (۵۲۹)

[3] رواہ الترمذی (۳۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک مقام عثمانؓ

عمر بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میری نانی ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ''اے ام المومنین! آپ کے ایک بیٹے نے مجھے آپ کے پاس سلام دے کر بھیجا ہے اور کہا ہے کہ لوگ تو حضرت عثمانؓ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کر رہے ہیں آپ ان کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''جو شخص عثمانؓ کو اللہ کی رحمت سے دور کرے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔'' یہ بات انہوں نے تین مرتبہ فرمائی، اس کے بعد فرمایا، ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنی ٹانگ مبارک حضرت عثمانؓ سے لگا رکھی تھی اور میں رسول اللہ ﷺ کی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہی تھی اور ان پر وحی نازل ہو رہی تھی، اور حضور ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیوں کی شادی ان سے کی اور حضور ﷺ ان سے فرمایا کرتے تھے، اے عثمان! (وحی کو) لکھو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''اللہ تعالیٰ اپنے اسی بندہ کو وہ مقام عطا فرماتے ہیں جس پر بہت زیادہ مہربانی کا اظہار فرمائیں۔''[1]

حضرت عثمانؓ کی طرف سے دفاع

ایک مرتبہ ایک متعصب مصری شخص حج کرنے کے لئے مکہ آیا، بیت اللہ میں اس نے کچھ لوگوں کو حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا، ''یہ کون لوگ ہیں؟'' لوگوں نے اسے بتایا کہ ''یہ قریشی لوگ ہیں'' اس نے پوچھا ''ان میں کون بزرگ تشریف فرما ہیں؟''

''یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں'' لوگوں نے جواب دیا۔

اس کے بعد اس نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا ''میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے ان کا جواب دیں............ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے غزوہ احد سے راہ فرار اختیار کی تھی؟''

---

[1] رواہ احمد (۲۵۰۴۶)

''جی ہاں!'' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔

''کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے؟'' اس نے دوسرا سوال کیا۔

''ہاں میں یہ بھی جانتا ہوں'' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔

''کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت عثمان بیعت رضوان میں شریک نہیں تھے؟'' اس نے تیسرا سوال کیا۔

''ہاں! میں جانتا ہوں'' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، یہ سن کر اس شخص نے خوش ہو کر حضرت ابن عمرؓ کو داد دیتے ہوئے اللہ اکبر کہا۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ''اب میں تیرے سامنے حقیقت کو آشکارا کرتا ہوں، ان کا غزوہ احد سے راہ فرار اختیار کرتا (تیرے قول کے مطابق)......اس کا جواب یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش فرما دی اور انہیں معاف کر دیا۔ اور ان کا غزوہ بدر میں شریک نہ ہونا......تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بیٹی ان کے عقد نکاح میں تھیں اور ان دنوں وہ بیمار تھیں، جس کی وجہ حضرت عثمانؓ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے، پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا، آپ کے لئے بدر میں شریک ہونے والوں کے بقدر اجر اور مال غنیمت کا حصہ ہے، اور ان کا بیعت رضوان میں شریک نہ ہونا......تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کو وادی مکہ میں ان سے زیادہ کوئی عزیز ہوتا تو ان کی جگہ اسے بھیجتے ...... پھر اس موقع پر حضور ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا'' یہ ہاتھ عثمان کے بدلہ ہے'' پھر اس دست مبارک کو اپنے ہاتھ پر مارا اور فرمایا'' یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔''

اس کے بعد اس سے فرمایا'' اب اپنے اعتراض کو اپنے ساتھ ہی لے جا۔''[1]

﴿حضرت عثمانؓ کی عفت و پاکدامنی﴾

جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو آپ چھت پر تشریف

---

[1] رواہ البخاری (۳۴۲۲) والترمذی (۳۶۳۹) واحمد (۵۵۱۱)، (۵۷۳۹)

لائے اور فرمایا: ''میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کو تین وجوہات کے علاوہ قتل کرنا جائز نہیں، ایک اس زانی کو جو محصن ہو، دوسرا مرتد اور تیسرا ناحق قتل کرنے والا، خدا کی قسم! میں نے نہ زمانہ جاہلیت میں کبھی زنا کیا اور نہ کبھی اسلام قبول کرنے کے بعد، اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ بیعت ایمان کی ہے میں کبھی مرتد نہیں ہوا اور میں نے کسی جان کو کبھی ناحق قتل بھی نہیں کیا تو تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟''[۱]

﴿دربار خلافت کا محاصرہ﴾

مفسدین اس بات کا فیصلہ کر چکے تھے کہ امیر المومنینؓ سے اپنے مطالبات کو بزور منوائیں گے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے مسند خلافت سے کنارہ کش ہونے کا مطالبہ کیا، لیکن آپؓ نے فرمایا، ''جب تک مجھ میں جان باقی ہے اس خلعت کو خود اپنے ہاتھ سے نہیں اتاروں گا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے اور حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق میں اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک صبر کروں گا۔''

حضرت عثمانؓ کے انکار پر مفسدین نے کاشانہ خلافت کا نہایت سخت محاصرہ کرلیا جو چالیس روز تک مسلسل قائم رہا، اس عرصہ میں اندر پانی تک پہنچانا جرم تھا۔

ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھ کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر حضرت عثمانؓ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن مفسدین کے دل ایمان سے خالی ہو چکے تھے، انہوں نے حضور ﷺ کے حرم محترم کا بھی پاس ولحاظ نہ کیا اور بے ادبی کے ساتھ مزاحمت کر کے واپس کر دیا، ہمسایہ گھروں سے کبھی کبھی رسد اور پانی کی امداد پہنچ جاتی تھی، مفسدین کی خیرہ سری سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے احترامی اتنی بڑھ گئی تھی کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ، حضرت ابوہریرہ، حضرت سعد بن وقاص اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ تک کی کسی نے نہ سنی اور ان کی توہین کی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے بلانے پر ان کے گھر جانا چاہا تو لوگوں نے ان کو بھی روک دیا۔ آپ نے

---

[۱] رواہ الترمذی (۲۰۸۴) والنسائی (۳۹۵۳) وابوداؤد (۳۹۰۳) وابن ماجہ (۲۵۲۴) واحمد (۴۱۱)، (۴۲۳)، (۴۷۸) والدارمی (۲۱۹۵)

مجبور ہو کر اپنا سیاہ عمامہ اتار کر قاصد کو دے دیا اور کہا ''جو حالت ہے اس کو دیکھ لو اور جا کر ان سے کہہ دو'' اس صورت حال کو دیکھ کر بہت سے صحابہ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سفرحج کا ارادہ کرلیا، اکابر صحابہ نے ان پر آشوب حالات میں گوشہ نشینی مناسب سمجھی، ذمہ دار صحابہ میں سے اس وقت تین بزرگ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ موجود تھے، جو نہ تو بے تعلق رہ سکتے اور نہ ہی ان حالات پر قابو پا سکتے تھے، تینوں حضرات نے کچھ کوششیں بھی کیں مگر اس ہنگامہ میں کوئی کسی کی نہیں سنتا تھا اس لئے یہ تینوں اصحاب بھی عملاً علیحدہ رہے، مگر اپنے اپنے جگر گوشوں کو خلیفہ وقت کی حفاظت کے لئے بھیج دیا، حضرت حسنؓ دروازہ پر پہرہ دیتے رہے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حضرت عثمان کے گھر میں جو جان نثار موجود تھے ان کی افسری پر متعین کیا۔[۱]

﴿حضرت عثمانؓ کی پرسوز تقریر﴾

کاشانہ خلافت کا محاصرہ کرنے والے باغیوں کو متعدد دفعہ حضرت عثمانؓ نے سمجھانے کی کوشش کی، ان کے سامنے موثر تقریریں کیں، حضرت ابی بن کعبؓ نے تقریر کی، مگران لوگوں پر کسی چیز کا اثر نہ ہوا، لہٰذا حضرت عثمانؓ نے چھت کے اوپر سے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ آئے تو یہ مسجد تنگ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون اس زمین کو خرید کر وقف کرے گا؟ اس کے صلہ میں اس کو اس سے بہتر جگہ جنت میں ملے گی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی، تو کیا اسی مسجد میں تم مجھے نماز پڑھنے نہیں دیتے؟ تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں! بتاؤ کیا تم جانتے ہو کہ آنحضرت جب مدینہ تشریف لائے تو اس میں رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کون اس کنویں کو خرید کر تمام مسلمانوں کے لئے وقف کرتا ہے؟ اور اس سے بہتر اس کو جنت میں ملے گا تو میں نے ہی اس کی تعمیل کی، تو کیا اسی کا پانی پینے سے تم مجھے محروم کر رہے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ عسرت کے لشکر کو میں نے ہی ساز و سامان سے آراستہ کیا تھا؟'' سب نے جواب دیا، بخدا! یہ سب باتیں درست ہیں، مگر

---

[۱] سیر الصحابۃ (۲۱۶/۱)

سنگدلوں پر اس کا اثر بھی نہ ہوا، پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا:

''تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو یاد ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ پر چڑھنے لگے تو پہاڑ ہلنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا، اے حرا ٹھہر جا کر تیری پیٹھ پر اس وقت ایک نبی اور ایک صدیق اور ایک شہید ہے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔''

لوگوں نے کہا ''یاد ہے'' پھر فرمایا:

''تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں بتاؤ کہ حدیبیہ میں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں سفیر بنا کر بھیجا تھا تو کیا اپنے ایک دست مبارک کو میرا ہاتھ قرار نہیں دیا تھا؟ اور میری طرف سے خود ہی بیعت نہیں کی تھی؟''

سب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی اس بات کی بھی تصدیق کی۔

آخر کار جب باغیوں کو یہ خیال آیا کہ حج کا موسم چند روز میں ختم ہو جائے گا اور اس کے ختم ہوتے ہی لوگ مدینہ منورہ کا رخ کریں گے اور موقع نکل جائے گا لہٰذا انہوں نے حضرت عثمانؓ کے قتل کے مشورے شروع کر دیئے، جنہیں خود حضرت عثمانؓ نے اپنے کانوں سے سنا اور مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

''لوگو! آخر کس جرم میں تم میرے خون کے پیاسے ہو؟ شریعت اسلامیہ میں کسی کے قتل کی طرف تین ہی صورتیں ہیں یا تو اس نے بدکاری کی ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے یا اس نے جان بوجھ کر کسی کو قتل کیا ہو تو وہ قصاص میں مارا جائے گا یا وہ مرتد ہو گیا ہو تو وہ قتل کیا جائے گا، میں نے نہ تو جاہلیت میں اور نہ اسلام میں بدکاری کی نہ کسی کو قتل کیا اور نہ اسلام کے بعد مرتد ہوا، اب بھی گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول اللہ ہیں۔''

لیکن باغیوں پر ان میں سے کوئی تقریر کارگر نہ ہوئی [1]

[1] سیر الصحابۃ (۱/۲۱۸)

﴿اے گوہرِ دل! سیل حوادث نہ ڈرنا﴾

حضرت عثمانؓ بن عفان کے جانثاروں نے مختلف مشورے دیئے، مغیرہ بن شعبہؓ نے آکر عرض کیا، ''امیر المومنین! تین باتیں ہیں ان میں سے ایک قبول کیجئے، آپ کے طرف داروں اور جان نثاروں کی ایک طاقتور جماعت یہاں موجود ہے۔ اس کو لے کر نکلیں اور ان باغیوں کا مقابلہ کر کے ان کو نکال دیں، آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر، لہٰذا لوگ حق کا ساتھ دیں گے، اگر یہ نامنظور ہے تو پھر صدر دروازہ چھوڑ کر دوسری طرف سے دیوار توڑ کر اس محاصرہ سے نکلیں اور سواریوں پر بیٹھ کر مکہ معظمہ چلے جائیں، وہ حرم ہے، وہاں یہ لوگ نہ لڑ سکیں گے یا پھر یہ کہ شام چلے جایئے وہاں کے لوگ وفادار اور حضرت معاویہؓ وہاں وجود ہیں۔'' حضرت مغیرہ کی یہ بات سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا، میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو امت محمدی ﷺ کی خون ریزی کرے، اگر میں مکہ معظمہ چلا جاؤں تو بھی اس کی امید نہیں کہ یہ لوگ حرم الٰہی کی تحریم کریں گے اور جنگ سے باز آجائیں گے اور میں آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق وہ شخص نہیں بننا چاہتا جو کہ مکہ جا کر اس کی بے حرمتی کا باعث ہوگا اور شام بھی نہیں جاسکتا کہ اپنے ہجرت کے گھر اور رسول اللہ ﷺ کے جوار کو نہیں چھوڑ سکتا۔''[1]

جو تم بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
وہ وعدہ ہم وفا کر چلے ہیں

﴿حضرت عثمانؓ کا موقف﴾

حضرت عثمانؓ کا گھر بہت بڑا اور وسیع تھا، دروازہ اور گھر میں صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد موجود تھی جو قریباً سات سو حضرات تھے، ان کے سردار حضرت زبیرؓ کے بہادر صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے، وہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ''اے امیر المومنین! اس وقت گھر کے اندر ہماری خاصی تعداد ہے، اجازت ہو تو میں ان باغیوں سے لڑوں'' فرمایا ''اگر ایک شخص کا بھی ارادہ ہو تو

[1] سیر الصحابۃ (۱/۲۱۸) بحوالہ مسند احمد (۱/۶۷)

میں اس کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ میرے لئے اپنا خون نہ بہائے۔

گھر میں اس وقت بیس غلام تھے، ان کو بلا کر آزاد کر دیا، حضرت زید بن ثابتؓ نے آ کر عرض کیا ''امیر المومنین! انصار دروازہ پر کھڑے اجازت کے منتظر ہیں کہ وہ دوبارہ اپنے کارنامے دکھائیں'' حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ''اگر لڑائی مقصود ہے تو اجازت نہ دوں گا۔ اس وقت میرا سب سے بڑا مددگار وہ ہے جو میری مدافعت میں تلوار نہ اٹھائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے اجازت مانگی تو فرمایا:

''اے ابو ہریرہ! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم تمام دنیا کو اور ساتھ ہی مجھ کو بھی قتل کر دو، اگر تم نے ایک شخص کو بھی قتل کیا تو گویا سب قتل ہو گئے۔''

یہ سن کر حضرت ابو ہریرہؓ واپس تشریف لے گئے۔[1]

﴿شہادت سے پہلے زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾

حضرت عثمانؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق یہ یقین تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مرتبہ ان کو اس سانحہ سے خبردار کیا اور صبر و استقامت کی تلقین فرمائی تھی۔ حضرت عثمانؓ اس وصیت پر پوری طرح قائم اور ہر لحہ ہونے والے واقعہ کے منتظر تھے، جس دن شہادت ہونے والی تھی آپ روزہ سے تھے، جمعہ کا دن تھا، خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ تشریف فرما ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ عثمان جلدی کرو، ہم تمہارے افطار کے منظر ہیں، بیدار ہوئے تو حاضرین سے خواب کا تذکرہ کیا۔ اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ ''میری شہادت کا وقت آ گیا ہے، باغی مجھے قتل کر ڈالیں گے'' انہوں نے کہا، ''امیر المومنین! ایسا نہیں ہو سکتا'' آپ نے فرمایا ''میں خواب میں دیکھ چکا ہوں۔''

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے کہ ''عثمان! آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا'' پھر ایک غیر مستعمل پائجامہ منگا کر پہنا، اپنے بیس غلاموں کو بلا کر آزاد کیا اور قرآن کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔[2]

---

[1] سیر الصحابۃ (۱/۲۱۹) بحوالہ ابن سعد (۳/۴۸)

[2] سیر الصحابۃ (۱/۲۱۹)

﴿شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ﴾

باغیوں نے مکان پر حملہ کر دیا، حضرت امام حسنؓ جو دروازہ پر متعین تھے، مدافعت میں زخمی ہوگئے، چار باغی دیوار پھلانگ کر چھت پر چڑھ گئے، آگے آگے محمد بن ابی بکر تھے جو بڑے عہدے کے طلبگار تھے جس کے نہ ملنے پر حضرت عثمانؓ کے دشمن بن گئے، انہوں نے آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کی ریش مبارک پکڑ لی اور زور سے کھینچی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، ''اے بھتیجے! اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو تمہارے اس عمل کو ہرگز پسند نہ فرماتے'' یہ سن کر محمد بن ابی بکر شرما کر پیچھے ہٹ گئے اور ایک دوسرے شخص کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر پیشانی مبارک پر لوہے کی لاٹ اس زور سے ماری کہ پہلو کے بل گر پڑے، اس وقت بھی زبان سے "بسم اللہ توکلت علی اللہ" کی صدا بلند ہوئی۔ سودان بن ابی حمران مرادی نے دوسری جانب سے ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا، ایک اور سنگدل عمرو بن الحق سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور جسم اطہر کے مختلف حصوں پر پے درپے نیزوں کے نو زخم لگائے، کسی شقی نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ وفادار بیوی حضرت نائلہ نے جو پاس ہی بیٹھی تھیں، ہاتھ پر روکا، تین انگلیاں کٹ کر الگ ہوگئیں، وار نے ذوالنورین کا نورِ حیات بجھا دیا، اس بے کسی کی موت پر عالم امکان نے ماتم کیا، کائنات ارضی وسماوی نے خونِ ناحق پر آنسو بہائے، کارکنان قضا وقدر نے کہا ''جو خون آشام تلوار نیام آج بے نیام ہوئی ہے وہ قیامت تک بے نیاز رہے گی اور فتنہ وفساد کا جو دروازہ ہے وہ حشر تک کھلا رہے گا۔''[1]

﴿تجہیز وتکفین﴾

شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ تلاوت فرما رہے تھے، قرآن مجید سامنے کھلا تھا[2] اس خونِ ناحق نے جس آیت کو خون ناب کیا وہ یہ ہے:

---

[1] سیر الصحابۃ (۱/۲۲۰)

[2] یہ قرآن مجید اب بھی ترکی کے شہر استنبول کے ایک عجائب گھر میں موجود ہے جس پر خون مبارک کے نشانات بھی موجود ہیں جو قیامت تک عظمت عثمان رضی اللہ عنہ کی صدا بلند کرتے رہیں گے۔

﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرہ:۱۵)

''خداتمہارے لئے کافی ہےاور وہ سننےاور جاننے والا ہے۔''

جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت کا واقعہ پیش آیا، دو دن تک لاش بے گور وکفن پڑی رہی، حرم رسول ﷺ میں قیامت برپا تھی، باغیوں کی حکومت تھی، ان کے خوف سے کسی کو اعلانیہ دفن کرنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ سنیچر کا دن گزار کر رات کو چند آدمیوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر تجہیز و تکفین کی ہمت کی اور غسل دیئے بغیر اسی طرح خون آلود پیراہن شہید مظلوم کا جنازہ اٹھایا، کل سترہ افراد نے کابل سے مراکش تک کے فرماں روا کے جنازہ کی نماز پڑھی۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ''حضرت زبیرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی'' جبکہ ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق حضرت جبیر بن مطعمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے پیچھے حش کوکب میں اس حلم و بردباری کے مجسمہ اور بےکسی و مظلومی کے پیکر کو سپرد خاک کیا گیا، بعد میں یہ دیوار توڑ کر جنت البقیع میں داخل کرلیا گیا، آج بھی جنت بقیع کے سب سے آخر میں مزار مبارک پر موجود ہے۔[1]

اب کیا ستائیں گی ہمیں دوراں کی گردشیں
ہم اب حدود سود و زیاں سے نکل گئے
رنگین ہے ہم سے قصہ مہر و وفا کے ہم
اپنی وفا کا رنگ ترے رخ پر مل گئے

﴿ آہ! عثمان رضی اللہ عنہ ﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد سے نکل کر حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف آرہے تھے کہ راہ میں شہادت کی اطلاع ملی، یہ خبر سنتے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا:

---

۱ سیر الصحابۃ (۲۲۰/۱) بحوالہ مسند احمد (۷۳/۱)

"اے خدا! میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔"

حضرت عمرؓ کے بہنوئی اور جلیل القدر صحابی حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا:

"لوگوں اگر کوہ احد تمہاری اس بدعملی کے سبب پھٹ کر تم پر گر پڑے تو بھی بجا ہے۔"

حضرت حذیفہؓ جو صحابہ کرام میں فتنہ وفساد کی پیشین گوئی کے سب سے بڑے حافظ اور آنحضرت ﷺ کے محرم اسرار تھے، حضرت عثمانؓ کی شہادت المناک پر فرماتے ہیں:

"آہ! عثمان کے قتل سے اسلام میں وہ رخنہ پڑ گیا جو اب قیامت تک بند نہ ہوگا۔"

حضرت ابن عباسؓ نے کہا:

"اگر پوری خلقت عثمانؓ کے قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح آسمان سے اس پر پتھر برستے۔"

حضرت ثمامہ بن عدیؓ کو جو صنعائے یمن کے والی تھے، اس کی خبر پہنچی تو رو پڑے اور فرمایا: "افسوس! رسول اللہ ﷺ کی جانشینی جاتی رہے۔"

ابوحمید ساعدیؓ صحابی نے قسم کھائی کہ "جب تک جیوں گا، ہنسی کا منہ نہ دیکھوں گا"

حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا:

"عثمان مظلوم مارے گئے، خدا کی قسم! ان کا نامہ اعمال دھلے کپڑے کی طرح پاک ہوگیا۔"

علاوہ ازیں حضرت زید بن ثابتؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی، حضرت ابوہریرہ کا یہ حال تھا کہ جب بھی اس سانحہ کا ذکر آتا تو دھاڑیں مار مار کر روتے۔[1]

﴿حضرت عثمانؓ کی وصیت﴾

حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے ان کے خزانے کی تلاشی لی تو اس میں ایک صندوق ملا، جسے تالا لگا ہوا تھا، جب لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں ایک

---

[1] سیر الصحابۃ (۲۲۲/۱) بحوالہ ابن سعد (۳/۵۵-۵۶)

کاغذ ملا، جس میں یہ وصیت لکھی ہوئی تھی،

''یہ عثمان کی وصیت ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، عثمان بن عفان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے اور اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، اسی شہادت پر عثمانؓ زندہ رہا ہے، اسی پر مرے گا اور اسی پر انشاء اللہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔''

نظام الملک نے بھی اسی حدیث کو بیان کیا ہے، اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ لوگوں نے اس کاغذ کی پشت پر لکھا ہوا دیکھا:

فی النفس یغنی النفس حتی یجلها
وان غضها حتی یضر بها الفقر
وما عسرة فاصبر لها ان لقیتها
بکائنة الا سیتبعها یسر
ومن لم یقاس الدهر لم یعرف الاسیٰ
وفی غیر الایام ماوعد الدهر

''دل کا غنا آدمی کو غنی بنا دیتا ہے حتیٰ کہ اسے بڑے مرتبے والا بنا دیتا ہے اگرچہ یہ غنا اسے اتنا نقصان پہنچائے کہ فقر اسے ستانے لگے، اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو اس پر صبر کرو کیونکہ مشکل کے بعد آسانی ضرور آتی ہے، جو زمانہ کی سختیاں برداشت نہیں کرتا اسے کبھی غم خواری کے مزے کا علم نہیں ہوسکتا، زمانہ کے حوادث ہی پر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔[1]

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳/۱۶۹۔۱۷۰)، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ (۲/۱۳۳)

﴿سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ﴾

''اے علی! کیا تم اس مقام پر راضی ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسا حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔'' (فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب﴾

مختصر حالات

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے، آپ کے خاندان بنی ہاشم کو کعبہ کی تولیت کی وجہ سے سارے عرب میں مذہبی سیادت حاصل تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی چچا تھے لیکن آپ کو جو تعلق خاطر حضرت علیؓ کے والد ابو طالب کے ساتھ تھا وہ کسی کے ساتھ نہ تھا۔ ابو طالب اس زمانہ میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرف سے مشرکین مکہ کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے، آپ کی حمایت اور پشت پناہی کرتے تھے، ان کی بیوی یعنی حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بھی آپ پر بڑی شفقت کرتی تھیں، اس لئے آپ کو ابو طالب اور ان کی اولاد کے ساتھ خاص انس و محبت تھی۔

ابو طالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی، اس لئے رسول اللہ نے چچا کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو اپنے دامن پرورش میں لے لیا تھا۔ اس طرح ابتداء ہی سے حضرت علیؓ نے آغوش نبوت میں پرورش پائی، اسی کا یہ اثر تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اول اول اسلام کی دعوت دی تو سب سے پہلے اسی نوعمر لڑکے نے لبیک کہا۔ چونکہ حضرت علیؓ کو ابتداء ہی سے تربیت صالحہ ملی تھی، اس لئے زمانہ جاہلیت کی تمام آلودگیوں سے آپ کا دامن محفوظ رہا۔

قبول اسلام کے بعد حضرت علیؓ وعظ و پند کے جلسوں اور تبلیغ اسلام کے مجمعوں میں ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ بعثت کے چوتھے سال جب قریبی اعزہ کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم نازل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعمیل کے لئے کوہ صفا پر اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ ”اے بنی مطلب! میں تمہارے سامنے دنیا اور آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے اور

کون میرا معاون و مددگار بنتا ہے؟'' تو اس کے جواب میں صرف ایک آواز آئی کہ ''گو میں عمر میں چھوٹا ہوں اور میری ٹانگیں کمزور ہیں تاہم میں آپ کا معاون و مددگار بنوں گا'' یہ آواز حضرت علیؓ کی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ اس سوال کو دہرایا۔ اس کے جواب میں ہر مرتبہ حضرت علیؓ ہی کی آواز آئی۔ اس صلہ میں آپ ﷺ نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ ''تم میرے وارث اور بھائی ہو'' یہ صرف زبانی دعویٰ نہ تھا، عمل کچھ اس سے بڑھ کر بھی تھا۔

مدینہ آنے کے بعد ۲ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا۔ اس وقت سے حضرت علیؓ کی مستقل زندگی شروع ہوئی، ہجرت مدینہ کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت علیؓ نے ان تمام غزوات بدر، احد، خندق، بنی قریظہ اور حنین وغیرہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ متعدد سرایا آپ کی ماتحتی میں بھیجے گئے، جنہیں آپ نے کامیابی کے ساتھ سرانجام دیا۔ آنحضرت ﷺ کی آخری خدمت یعنی آپ ﷺ کے غسل اور تجہیز و تکفین وغیرہ کی سعادت بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی، غرض شروع سے آخر تک آپ ﷺ کے دست بازو رہے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ کو خلیفہ بنایا گیا، بیعت خلافت کے بعد ذوالحجہ ۳۵ ہجری میں آپ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔[1]

شہادت

۴۰ ہجری میں حضرت علیؓ کی شہادت عظمیٰ کا حادثہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نہروان کے معرکہ میں خارجیوں کو سخت نقصان پہنچا تھا، اس لئے اس جماعت کے تین آدمیوں عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر نے باہم مشورہ کیا کہ نہروان کے مقتولین کے بعد زندگی بیکار ہے۔ معاویہ اور علیؓ دونوں میں سے کوئی بھی حکومت کا اہل نہیں۔ ان کی خانہ جنگی کی وجہ سے مخلوق الٰہی مصیبت میں مبتلا ہے بغیر انہیں ختم کئے ہوئے امن و سکون قائم نہیں ہوسکتا، چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو، برک بن عبداللہؓ نے امیر

---

[1] طبری ص: ۳۰۲۶، ابن الاثیر (۳/۷۴)، ابن سعد (۲/۲۰)

معاویہؓ کو اور عمرو بن بکر نے عمرو بن العاصؓ کو شہید کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ابن ملجم نے اپنے کام میں ایک اور شخص شبیب بن بجرہ اشجعی کو بھی شریک کر لیا اور تینوں نے ایک ہی دن رمضان ۴۰ ہجری کو نماز فجر کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کیا۔ اتفاق سے حضرت عمرو بن العاصؓ کے بجائے اس دن ایک صاحب نماز پڑھانے آئے تھے، ان کے دھوکے میں وہ مارے گئے، امیر معاویہؓ پر اوچھا وار لگا اس لئے وہ علاج سے بچ گئے۔

ابن ملجم اور شبیب ابن بجرہ دونوں حضرت علیؓ کی گذرگاہ پر چھپ گئے۔ جیسے ہی آپ فجر کی نماز کے لئے نکلے تو دونوں نے حملہ کر دیا۔ حضرت علیؓ کو کاری زخم آیا، آپ نے آواز دی لوگ دوڑ پڑے، شبیب تو نکل گیا لیکن ابن ملجم کو حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس سے چند سوالات کرنے کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اسے آرام سے رکھا جائے۔[۱]

لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر میں اس زخم کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا تو اللہ کے حکم کے مطابق اس کو قصاص میں قتل کر دینا اور اگر بچ گیا تو اس کے معاملہ پر غور کروں گا اور اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ میرے ایک خون کے بدلہ میں مسلمانوں کا خون نہ بہانا، صرف میرا قاتل کیا جائے، حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ ''اگر میں مر جاؤں تو ایک ضرب کے بدلہ میں قاتل کو ایک ہی ضرب لگانا اور مثلہ نہ کرنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔''[۲]

خنجر زہر آلودہ تھا اس لئے زہر بہت جلد بدن میں پھیل گیا اور حالت خراب ہونے لگی، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ اور محمد بن حنفیہؒ کو بلایا اور باہم اتحاد اتفاق اور دین و دنیا میں خیر و برکت کی وصیتیں فرمائی۔ آپ کی زندگی سے مایوسی تھی، اس لئے جندب بن عبداللہ نے پوچھا کہ ''آپ کے بعد ہم حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟'' فرمایا ''میں تم کو اس کا حکم دیتا ہو اور نہ روکتا ہوں، تم لوگ اس کو زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہو۔''[۳]

زخمی ہونے کے تیسرے دن ۲۰ رمضان اتوار کی شب ۴۰ ہجری کو انتقال فرمایا،

---

۱ ابن سعد (۳/۳۴)

۲ طبری، ص: ۳۴۶۱، وابن اثیر (۴/۱۵۶)

۳ طبری، ص: ۳۴۶۱

حضرت حسنؓ اور حسین حضرتؓ نے غسل دیا۔ حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رشد و ہدایت کے اس آفتاب کو کوفہ کے عزی نامی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انتقال کے وقت بروایت صحیح تریسٹھ سال کی عمر تھی، مدت خلافت ۴ سال ۹ مہینے۔

ازواج واولاد

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد متعدد شادیاں کیں اور ان میں سے بکثرت اولادیں ہوئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت حسن و حسین و محسن رضی اللہ عنہم تھے۔ محسن کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا اور صاحبزادوں میں زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما تھیں۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ آپ کی زوجہ خولہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے محمد بن علی تھے جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت حسینؓ کے بعد یہ بڑے نامور فرزند تھے، ان کے علاوہ اور بہت سی اولادیں تھیں۔[۱]

حضرت علیؓ کا قبولِ اسلام

حضرت علیؓ نوعمری کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر آئے تو دیکھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام کی حالت میں ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی کھڑی ہیں اور دونوں نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت علیؓ نے حیران ہو کر پوچھا ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیا ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخ انور پھیرا اور فرمایا ''یہ اللہ کا دین ہے جو اس نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور اسے دے کر اپنے رسولوں کو بھیجا ہے لہٰذا میں تجھے بھی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس ذات کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ تم لات و عزیٰ کی عبادت چھوڑ دوں۔'' دعوتِ اسلام سن کر حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ''میں نے یہ بات آج سے پہلے کبھی نہیں سنی، اس لئے میں ابو طالب سے بات کئے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پسند نہ تھی کہ اظہارِ اسلام سے پہلے ان کا

---

[۱] مزید تفصیل کے لئے دیکھئے، المرتضیٰ از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور تاریخ اسلام از مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ۔

راز افشاں ہو، لہٰذا آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ''اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو پوشیدہ رکھنا۔''

حضرت علی بن ابی طالبؓ کی ساری رات اس حال میں گزری کہ اپنے سچے اور امانت دار چچازاد کی باتیں قلب و دماغ پر چھائی رہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی، جب صبح ہوئی تو حضرت علیؓ دربار نبوی ﷺ میں جلدی سے حاضر ہوئے اور دریافت کیا ''اے محمد ﷺ! آپ نے مجھے کیا دعوت دی تھی؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے یہ دعوت پیش کی تھی کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، تم لات و عزیٰ کا انکار کرو اور شرک سے برات کا اظہار کرو۔'' یہ سن کر حضرت علیؓ نے اسلام قبول کرلیا، کچھ دن تک ابوطالب سے ڈرتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے پھر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔[1]

حضرت علیؓ ان خوش نصیب صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے انتہائی کم عمری اور اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھوں میں دے دیا اور پھر تا عمر مقصد رسول کی خاطر کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

صفاتِ علیؓ

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے ضرار بن ضمرہ سے کہا، ''حضرت علی کی صفات بیان کریں تو انہوں نے کہا:

فانّه واللّٰه كان بعيد المدىٰ، شديد القوىٰ، يقول فصلا ويحكم عدلا، يتفجر العلم من جوانبه و تنطق الحكمة من نواحيه، يستوحش من الدنيا و زهرتها، ويستانس بالليل و ظلمته، كان واللّٰه غزيز الدمعة، طويل الفكرة، يقلب كفّه و يخاطب نفسه، يعجبه من اللباس ماخشن و من الطعام ما جَشُبَ، كان واللّٰه كا حدنا يجيبنا اذا

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (۳/۲۴)

سألناه، ویاتینا اذا دعوناه، و نحن واللّٰہ مع تقریبہٖ لنا، وقربہٖ منالا تکلمه هیبةً...... یعظم اهل الدین و یحب المساکین واشهد باللّٰہ لقد رایته فی بعض مواقفه وقد ارخیٰ اللیل سدوله وغارت نجومه یمیل فی محرابہٖ قابضا علی لحیتہٖ یتململ تململ السلیم و یبکی بکاء الحزین فکانی اسمعه الآن وهو یقول: یا دنیا یا دنیا، ابی تعرضت ام لی تشوقّت؟ هیهات! هیهات! غرّی غیری، قد بتتک ثلاثاً لارجعة لی فیک، فعمرک قصیرٌ وعیشک حقیر و خطرک کبیر، آه! آه! من قلة الزادو بعد السفرو وحشة الطریق!!!﴾

''واللہ وہ بڑے بلند ہمت اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے، آپ کی بات قول فیصل اور آپ کا فیصلہ انصاف پر مبنی ہوتا تھا، آپ کے ہر پہلو سے علم کا چشمہ ابلتا تھا، آپ کو دنیا اور اس کی زیب وزینت سے وحشت رہتی تھی، رات کی تنہائی اور تاریکی سے آپ بہت مانوس تھے، خدا کی قسم! آپ بہت ہی رونے والے، طویل غور وفکر میں رہنے والے تھے، آپ اپنی ہتھیلی کو پلٹ کر اپنے آپ سے مخاطب ہوتے اور اپنا محاسبہ کرتے، آپ کو موٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا پسند تھا، وہ ہم میں ہمارے ہی طرح رہتے تھے، جب ہم کوئی بات پوچھتے تو بشاشت سے جواب دیتے اور جب ہم ان کو بلاتے تو ہمارے پاس آتے، لیکن ان کی شفقت اور اپنی نیازمندی اور بے تکلفی کے باوجود ہم رعب کے مارے زیادہ گفتگو نہ کرتے، وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مسکینوں سے محبت رکھتے تھے۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انہیں کبھی کبھی اس حال میں بھی

دیکھا ہے کہ رات ڈھل چکی ہے اور ستارے ڈوبنے لگے ہیں اور آپ اپنی محراب میں سانپ کاٹے ہوئے شخص کی طرح بے چین ہیں اور کسی غمزدہ کی طرح رو رہے ہیں اور وہیں انہیں یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں: اے دنیا! کیا تو مجھے نشانہ بنانا چاہتی ہے اور میرے لئے سنور کر آتی ہے؟ دور رہو، دور رہو!!! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے، میں نے بغیر رجعت کے تجھے تین طلاقیں دیں، تیری عمر مختصر اور تیرا عیش حقیر اور تیرا خطرہ بہت بھاری ہے، آہ! زاد سفر کم، سفر لمبا اور راستہ وحشت ناک ہے۔''

حضرت معاویہؓ یہ سن کر رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کی داڑھی تر ہوگئی اور فرمانے لگے ''اللہ تعالیٰ ابوالحسن (حضرت علی کی کنیت) پر رحم فرمائے، خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے''۔ پھر آپ نے ضرار سے پوچھا ''حضرت علیؓ کے چلے جانے کے بعد آپ کے غم کی کیا کیفیت ہے؟'' ضرار نے کہا ''میں اس عورت کی طرح ہوں جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو کہ ایسی عورت کے نہ آنسو تھمتے ہیں اور نہ غم ماند پڑتا ہے۔''[1]

حضرت علیؓ کی شجاعت

ایک جنگ میں لڑائی اپنے عروج پر تھی، موت کا رقص جاری تھا اور حضرت علیؓ شہادت کے شوق میں میدان کارزار میں اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے کسی تردد و تامل اور بزدلی کے بغیر جوہر شجاعت دکھا رہے تھے اور بہت سے یہودیوں کو ٹھکانے لگا چکے تھے، قلعہ فتح ہونے کے قریب تھا کہ اچانک قلعہ کے پہرہ داروں کا ایک گروہ نکلا اور اس گروہ کے ایک آدمی نے حضرت علیؓ پر اس زور سے وار کیا کہ ڈھال بھی آپ کے ہاتھ سے گر گئی، چنانچہ حضرت علیؓ نے پکار کر کہا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو میں بھی شہادت کا وہی مزا چکھوں کا جو حمزہؓ نے چکھا تھا یا اللہ تعالیٰ میرے لئے ضرور اس قلعہ کو فتح فرما دے گا۔''

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۸۴/۱) وصفوۃ الصفوۃ (۳۱۵/۱)

یہ فرما کر آپؓ ایک شیر کی طرح ایک پرانے دروازے کی طرف دوڑے جو قلعہ کے پاس پڑا ہوا تھا، آپ نے اس دروازہ کو اٹھایا اور اس کو ڈھال کی جگہ استعمال کرتے ہوئے بچاؤ کا ذریعہ بناتے رہے، جب تک آپ دشمنوں سے لڑنے میں مصروف رہے وہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں ہی رہا، یہاں تک کہ آپؓ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اس قلعہ کو فتح فرمایا تو آپ نے اس دروازہ کو پھینک دیا۔

حضرت ابورافعؓ فرماتے ہیں کہ ''حضرت علیؓ کے ساتھ موجود لشکر اس بات کا عینی شاہد ہے کہ میں نے اپنے سات آدمیوں سمیت یہ کوشش کی کہ اس دروازہ کو اٹھائیں یا الٹا کردیں جسے حضرت علیؓ نے اٹھا رکھا تھا لیکن ہم ایسا نہ کر سکے۔''[1]

﴿مسئلہ تقدیر کی وضاحت﴾

ایک مرتبہ ایک کمزور جسم کا شخص حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے بیٹھ کر کمزور آواز میں کہنے لگا، ''اے امام! مجھے تقدیر کے بارے میں بتایئے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟'' اس کے اس سوال کے جواب میں حضرت علیؓ نے فرمایا:

''یہ ایک تاریک راستہ ہے تم اس پر نہیں چل سکو گے''

''آپ مجھے تقدیر کے بارے میں بتا دیجئے'' اس شخص نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

''یہ ایک گہرا سمندر ہے تم اس میں داخل نہیں ہو سکتے'' حضرت علیؓ نے اسے سمجھانے کی کوشش فرمائی لیکن وہ شخص مسلسل اصرار کرتے ہوئے ان سے تقدیر کے متعلق سوال کرنے لگا تو حضرت علیؓ نے فرمایا ''یہ اللہ کا راز ہے جو تجھ سے پوشیدہ ہے لہٰذا تم اس راز کو افشاں نہ کرو۔''

جب اس شخص کا اصرار مزید بڑھا اور اس نے ایک مرتبہ پھر حضرت علیؓ سے تقدیر کے متعلق سوال کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا ''اے سوال کرنے والے! یہ تو بتا کہ اللہ

---

[1] رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ (۲۱۲/۴) وفی البدایۃ والنہایۃ (۱۸۹/۴)

تعالیٰ نے تجھے اپنی منشاء کے مطابق پیدا کیا یا تیری مرضی کے مطابق؟'' اس نے عرض کیا کہ ''اللہ نے مجھے اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق پیدا کیا ہے'' چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا ''تو بس پھر تجھے جس کام کے لئے چاہے استعمال کرے۔''[۱]

﴿ایک یہودی کا قبولِ اسلام﴾

ایک مرتبہ ایک یہودی حضرت علیؓ کے پاس آیا اور خباثت بھرے انداز میں پوچھنے لگا ''اے امام! ہمارا رب کب سے ہے؟'' یہ سن کر حضرت علیؓ کا چہرہ متغیر ہو گیا، رخسار سرخ ہو گئے، اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ کر اس کو جھنجوڑا اور فرمایا ''وہ ذات ایسی نہیں ہے کہ ایک زمانہ میں موجود نہیں تھی پھر موجود ہوئی، بلکہ وہ ابتداء سے موجود ہے، وہ ذات بلا کیفیت ہے، نہ اس سے قبل کچھ تھا اور اس کی کوئی انتہا ہے، وہ ہر انتہاء کی انتہاء ہے'' اس آدمی نے انکساری کے ساتھ اپنا سر جھکا لیا اور کہنے لگا، ''اے ابوالحسن آپ نے سچ فرمایا، اے ابوالحسن آپ نے سچ فرمایا۔'' پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا اور مسلمان ہو کر واپس چلا گیا۔[۲]

﴿حضرت علیؓ کی حضرت عمرؓ سے محبت﴾

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علیؓ پرانے و بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس شکستہ و خستہ حال بیٹھے تھے اور ذکر و تسبیح میں مشغول تھے کہ ابو مریم (ایک غلام) حاضر خدمت ہوئے اور متواضعانہ انداز میں دو زانوں بیٹھ کر عرض کیا ''یا امیر المومنین! میں آپ کے پاس اپنی ایک درخواست لے کر آیا ہوں'' حضرت علیؓ نے درخواست کے متعلق پوچھا تو ابو مریم کہنے لگے:

''میری درخواست یہ ہے کہ آپ اپنے جسم سے یہ چادر اتار دیں کیونکہ یہ بہت پرانی اور بوسیدہ ہے۔''

---

۱ تاریخ الخلفاء، ص:۲۸۹

۲ تاریخ الخلفاء، ص:۲۹۲

یہ سن کر حضرت علیؓ نے چادر کا ایک کونا اپنی آنکھوں پر رکھا اور زار و قطار رونے لگے، یہ منظر دیکھ کر ابومریم بہت خفیف ہوئے اور عرض کیا ''اے امیر المومنین! اگر مجھے پتہ ہوتا کہ میری اس بات سے آپ کو تکلیف ہوگی تو میں کبھی آپ کو چادر اتارنے کا نہ کہتا۔''

''اے ابومریم! اس چادر سے میری محبت روز بروز بڑھتی جاتی ہے کیونکہ یہ چادر مجھے میرے حبیب اور خلیل نے تحفہ دی تھی''۔ حضرت علیؓ گویا ہوئے۔

''اے امیر المومنین! آپ کے خلیل کون ہیں؟'' ابومریم نے بنظر استعجاب دریافت کیا۔

''میرے خلیل حضرت عمر بن خطابؓ ہیں بلاشبہ عمرؓ اللہ کے ساتھ تو مخلص تھے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ بھلائی کی۔'' یہ فرما کر حضرت علیؓ دوبارہ رونے لگے حتیٰ کہ آپؓ کے سینہ مبارک سے گونج دار آواز آنے لگیں۔[۱]

﴿حضرت علیؓ کی انصاف پسندی﴾

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی زرہ گم ہوگئی، تلاش کرنے پر وہ ایک یہودی کے پاس سے برآمد ہوئی، آپؓ نے زرہ کا مطالبہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ زرہ میری ہے، میں نے یہ نہ فروخت کی ہے اور نہ کسی کو ہبہ کی ہے۔'' یہودی کہنے لگا ''یہ میری زرہ ہے، کیونکہ یہ میرے قبضہ میں ہے۔'' حضرت علیؓ نے اسے قاضی کے پاس چلنے کو کہا تو وہ آمادہ ہوگیا اور دونوں قاضی شریح کی عدالت میں پہنچ گئے۔

شریح نے حضرت علیؓ سے مقدمہ کی کارروائی شروع کرتے ہوئے کہا:

''جی امیر المومنین! آپ فرمائیں، آپ کیا کہتے ہیں؟''

''یہ زرہ میری ہے، میں نے یہ زرہ نہ تو کسی کو بیچی ہے اور نہ ہی کسی کو ہبہ کی ہے۔'' حضرت علیؓ نے دعویٰ دائر کرتے ہوئے فرمایا:

پھر شریحؒ یہودی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کا بیان طلب کیا تو اس نے کہا ''یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔''

---

[۱] حضرت علیؓ کے سو قصے، ص:۳۱

''آپؓ کے پاس کوئی گواہ ہے؟'' حضرت شریحؒ نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔
''جی ہاں! یہ قنبر (حضرت علی کا غلام) اور حسنؓ اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ زرہ میری ہے'' حضرت علی نے فرمایا۔
''بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قابل قبول نہیں، لہٰذا میرا فیصلہ یہ ہے کہ زرہ اس یہودی کی ہے۔'' قاضی شریحؒ نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔
وہ یہودی اس مقدمہ کے فیصلہ سے بہت متاثر ہوا اور تعجب کے ساتھ کہنے لگا ''امیر المومنین خود مجھے اپنے قاضی کے پاس لے کر آئے اور ان کے قاضی نے بھی ان ہی کے خلاف فیصلہ سنا دیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، اے امیر المومنین! یہ زرہ آپ ہی کی ہے، لہٰذا آپ اسے لے لیجئے۔''[1]

﴿اوصافِ فقیہ﴾

حضرت علیؓ محراب کے قریب تشریف فرما کلمات علم وحکمت اور ملفوظات تشکر و تضرع کا فیضان برسا رہے تھے، لوگ آپ کے اردگرد حلقہ بنائے علمی استفادہ کر رہے تھے کہ اس دوران ایک آدمی نے عرض کیا ''یا امیر المومنین! آپؓ ہمیں فقیہ (عالم) کے اوصاف سے آگاہ فرما دیجئے'' چنانچہ حضرت علیؓ دو زانوں ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ ''میں تمہیں حقیقی فقیہ سے آگاہ کرتا ہوں، حقیقی فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے، ان امور کی اجازت نہ دے جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا ذریعہ بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے انہیں بے خوف نہ کرے اور قرآن سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے نہ چھوڑے، ایسی عبارت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں فقاہت نہ ہو اور اس فقہ میں کوئی بھلائی نہیں جس میں پرہیزگاری

۱　تاریخ المدینۃ المنورۃ (۲۲/۱) کذا فی مائۃ قصۃ من حیاۃ علیؓ ص: ۳۷
۲　حلیۃ الاولیاء (۷۷/۱)

نہ ہو اور اس تلاوت میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔''[۲]

﴿علمِ نحو کے موجد﴾

ابوالاسود دوئلی بیان کرتے ہیں کہ ''ایک دن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ متفکر نظر آرہے ہیں، میں نے اس فکر اور پریشانی کی وجہ پوچھی تو فرمایا ''میں نے تمہارے شہر والوں کو دیکھا کہ بولنے میں غلطی کرتے ہیں لہٰذا میرا خیال ہے کہ عربی زبان کے اصول و قواعد کے بارے میں کچھ تحریر کردوں، میں نے عرض کیا کہ اگر آپ ایسا کردیں تو ہمیں زندگی عطا فرمادیں گے اور یہ زبان ہم میں باقی رہ جائے گی۔''

تین دن کے بعد میں دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو حضرت علیؓ نے ایک کاغذ میرے سامنے رکھا جس پر تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿الکلام کله اسم و فعل حرف فالاسم ما انباء عن المسمیٰ والفعل ماانبأ عن حرکة المسمیٰ و الحرف ماانبأ عن معنیٰ لیس باسم ولا فعل﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''کلام تین قسم کا ہوتا ہے، اسم، فعل، حرف، اسم وہ ہے جو مسمی کی خبر دے اور فعل وہ ہے جو مسمی کی حرکت بتائے اور حرف وہ ہے جو معنی کی خبر دے لیکن اسم و فعل نہ ہو۔''

پھر فرمایا کہ اگر تجھے کوئی نئی بات معلوم ہو تو اس میں اضافہ کر دینا اور یہ کہ چیزیں تین قسم کی ہوتی ہیں، ظاہر، پوشیدہ، نہ ظاہر نہ پوشیدہ، پھر میں واپس چلا گیا اور میں نے بھی کچھ اضافہ کیا، ازاں جملہ انّ لیت لعل حروف ناصبہ تھے، میں نے ان کی اقسام تیار کیں اور اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا، فرمایا ''کَاَنَّ کیوں شامل نہیں کیا؟'' میں نے عرض کیا ''میرے نزدیک یہ حرف ناصبہ نہیں'' فرمایا یہ بھی ناصبہ ہے چنانچہ میں نے اس

[۱] المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، ص: ۳۳۶، عشرہ مبشرہؓ، ص: ۱۰۶ بحوالہ تاریخ الخلفاء للسیوطیؒ: ۱۸۱

کا اضافہ بھی کر دیا۔''[۱]

علمِ نحو عربی گرائمر کا ایک ایسا بنیادی علم ہے جس کے بغیر عربی زبان سیکھنا ممکن نہیں، اس علم کی ایجاد کا تمغہ بھی حضرت علیؓ کو حاصل ہے جیسا کہ قصہ مذکورہ سے معلوم ہوا، البتہ ابوالاسودؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ اس کی ابتداء عمر فاروقؓ نے کی تھی، اورانہوں نے یہ بتایا تھا کہ ہر ایک فاعل مرفوع، مفعول منصوب اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ کی حضرت علیؓ سے محبت

مسجد نبوی میں ایک آدمی امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کے قریب بیٹھا فضول باتیں کر رہا تھا کہ ایک دم حضرت علیؓ کے خلاف سخت زبان استعمال کرنے لگا، اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آیا اور سخت لہجہ میں اس شخص سے فرمایا ''کیا تم ان صاحب قبر والے کو پہچانتے ہو؟'' اس نے ہنس کر کہا ''جی ہاں کیوں نہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کا نام محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا، ''اور جس علی کا تم تذکرہ کر رہے ہو وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں لہٰذا تم ان کا ذکر اچھے الفاظ اور خیر خواہی سے کرو کیونکہ اگر تو نے علیؓ کو اذیت پہنچائی تو درحقیقت تم نے ان صاحب قبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائی۔''[۱]

اے ابوتراب! اٹھو

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو اپنے ناموں میں سب سے زیادہ پسند نام ''ابوتراب'' تھا، جب انہیں کوئی اس نام سے پکارتا تھا تو انہیں بہت مسرت ہوتی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لقب انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کیا تھا، واقعہ کچھ یوں ہے:

حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ ''ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو حضرت علیؓ کو گھر میں نہ پایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''علیؓ کہاں ہیں؟'' میں نے کہا ''میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخی ہوگئی تھی وہ مجھ سے ناراض ہو کر باہر چلے گئے اور میرے ساتھ قیلولہ بھی نہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا ''جا کر دیکھو کہ علیؓ کہاں

---

۱ الکنز (۵/۴۶)

ہیں؟'' کچھ دیر بعد وہ شخص واپس آیا اور عرض کیا ''یارسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا حضرت علیؓ پہلو کے بل لیٹے آرام فرما رہے اور ان کے ایک پہلو سے چادر بھی ہٹ گئی ہے اور ان کے جسم پر کچھ تراب (مٹی) لگی ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے جسم سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرماتے تھے ''اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو۔''[1]

﴿میں آپ کا دوست اور بھائی بنوں گا﴾

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین سال تک لوگوں کو پوشیدہ طور پر اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے لیکن جب سورۃ الشعراء کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾(الشعراء: ۲۱۴)

''اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے۔''

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خاندان بنو عبدالمطلب والوں کو جمع کیا اور ان کی ضیافت فرمائی، سب نے خوب سیر ہو کر کھایا مگر کھانا جوں کا توں باقی تھا جیسے کوئی اس کے قریب بھی نہ گیا ہو (یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ ہے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خاندان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اے بنو عبدالمطلب! میں تمہاری طرف بطور خاص اور تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مذکورہ آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا:

''تم میں سے کون اس بات پر بیعت (عہد) کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی اور دوست بنے گا؟''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ مطالبہ سن کر ان میں سے کوئی نہیں اٹھا، سب کے سب خاموش بیٹھے رہے لیکن اس خاموشی کو ایک بچہ کی اس معصوم آواز نے توڑ دیا:

---

[1] رواہ البخاری (۴۴۲) ومسلم (۴۴۲۶)

''میں آپ کا دوست اور بھائی بنوں گا۔''

وہ علی بن ابی طالبؓ تھے جو نبی کریم ﷺ کے برابر میں کھڑے تھے، انہوں نے دوبارہ دہراتے ہوئے کہا ''میں آپ کا دوست اور بھائی بنوں گا۔''

حضرت علیؓ کے اس عمل پر حضور ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے دمکنے لگا، پھر فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' حضرت علیؓ تشریف فرما ہو گئے، پھر حضور ﷺ نے مذکورہ مطالبہ کو دہرایا تو اس مرتبہ بھی حضرت علیؓ کے سوا کوئی شخص کھڑا نہ ہوا، حضرت علیؓ جو حضور ﷺ کے قریب ہی تھے کہنے لگے ''میں آپ کا دوست اور بھائی بنوں گا''، آپ ﷺ نے انہیں بیٹھ جانے کا حکم ارشاد فرمایا، پھر حضور ﷺ نے تیسری بار اپنی بات دہرائی لیکن اس مرتبہ بھی حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور حسب معمول گفتگو ارشاد فرمائی کہ میں آپ کا دوست اور بھائی بنوں گا، حضور ﷺ حضرت علیؓ کے اس عمل پر خوشی کی وجہ سے مسکرا دیئے اور اپنے دست مبارک کو حضرت علی ﷺ کے سینہ پر پھیرا۔[1]

﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوراک﴾

ایک مرتبہ بغداد کے قریب واقع ''کبرا'' نامی شہر کے گورنر حضرت علی بن ابی طالبؓ کی خدمت میں ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دربارِ مرتضوی پر نہ کوئی پہرہ دار ہے نہ دربان، جو لوگوں کو اندر جانے سے روکے۔

جب حضرت علیؓ کے پاس اندر حاضر ہوئے تو دیکھا حضرت علیؓ اکڑوں بیٹھے ہیں اور آپ کے سامنے پانی کا ایک پیالہ پڑا ہے، اس اثناء میں حضرت علیؓ کے پاس ایک تھیلی لائی گئی، جب حضرت علیؓ نے اس تھیلی کو کھولا تو اس میں روٹی کے چند ٹکڑے تھے، آپؓ نے ان ٹکڑوں کو پیالہ میں ڈالا اور اس پر تھوڑا سا پانی انڈیلا، پھر اس آدمی کو کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی، وہ گورنر انتہائی متعجبانہ انداز میں گویا ہوا: ''اے امیر المومنین! آپ عراق میں رہ کر بھی ایسا کرتے ہیں؟ حالانکہ اہل عراق کا کھانا تو اس سے بہت زیادہ ہے۔'' حضرت علیؓ نے اس کی یہ بات سن کر زاہدانہ انداز میں فرمایا:

---

[1] المرتضی، ص: ۵۴ بحوالہ البدایۃ والنہایۃ

''خدا کی قسم! روٹی کے یہ ٹکڑے مدینہ سے آتے ہیں کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنے پیٹ میں پاکیزہ مال کے سوا اور کچھ ڈالوں۔''[۱]

﴿علیؓ میرا بھائی ہے﴾

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنسو بہاتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کپڑے کے کونے سے آنسو پونچھتے ہوئے عرض کیا ''یارسول اللہ! آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے درمیان رشتہ اخوت و بھائی چارہ قائم کیا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا؟'' ان کا یہ محبت بھرا شکوہ سن کر حضور ﷺ مسکرائے، انہیں اپنے ساتھ بٹھایا پھر اپنے سینہ سے لگا کر فرمایا ''تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔'' پھر آپ ﷺ نے لوگوں کے مجمع عام میں خطاب کر کے اعلان فرمایا:

''لوگو! یہ علیؓ میرا بھائی ہے، یہ علی میرا بھائی ہے۔''[۲]

﴿حضرت علیؓ اور اظہارِ حق کا جذبہ﴾

ایک مرتبہ ابوطالب کی نگاہ اپنے بیٹے علیؓ پر پڑی دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کے پیچھے پوشیدہ طور پر نماز پڑھ رہے ہیں، یہ پہلا موقع تھا جب ابوطالب کو اپنے چھوٹے بیٹے کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ بھی محمد ﷺ کے پیروکاروں میں شامل ہو چکا ہے اور ان کے دین و مذہب کو اختیار کر چکا ہے اور خود کو قریش کے معبودوں سے بہت دور کر چکا ہے۔

جب حضرت علیؓ نے نماز پوری کر لی تو ہمت و استقلال اور با مردی کے ساتھ اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئے اور بلا تامل گویا ہوئے: ''ابا جان! میں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور میں نے محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تصدیق اور پیروی کی ہے۔'' یہ سن کر ابوطالب نے کہا، ''یاد رکھو! یہ شخص آپ کو خیر و بھلائی کی ہی دعوت دیتا ہے، پس اس کے دامن سے وابستہ رہو۔''[۳]

---

۱ حلیۃ الاولیاء (۸۲/۱)

۲ رواہ الترمذی (۳۶۵۴)

۳ سیرۃ ابن ہشام (۲۶۴/۱) کذا فی مائۃ قصۃ من حیاۃ علیؓ، ص: ۲۰

﴿ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند﴾

تلواروں اور نیزوں کی جھنکار میں ایک شہسوار و بہادر آدمی ''عمرو بن عبدود'' نے اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگائی، اسلحہ سے لیس اور ہتھیار بند ہو کر غرور و تکبر کے لہجہ میں اپنی تلوار کو ہلاتے ہوئے کہنے لگا'' ہے کوئی مرد میدان جو میرے مقابلہ پر آئے؟'' مقابلہ میں موجود مسلمانوں کی طرف سے کسی شخص نے اس کی للکار کا جواب نہ دیا۔ سب پر خاموشی طاری رہی، عمرو بن عبدو جیسے بہادر شخص کے مقابلہ میں آنے کی جرأت کون کر سکتا تھا، وہ تو ایک وار میں دسیوں کا کام تمام کر دیتا تھا، سب خاموش تھے کہ اچانک ایک کڑیل جوان کی آواز نے اس خاموشی کو توڑا جو اپنے عنفوان شباب میں پہنچا ہوا تھا، اور ایمان اس کی رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا اور اس کا دل محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز تھا، یہ نوجوان حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے، وہ عمرو بن عبدود کی پکار کا جواب دینا چاہتے تھے، لہٰذا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ! میں اس کا مقابلہ کروں گا۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جوانی کو دیکھ کر ان پر شفقت کرتے ہوئے فرمایا ''بیٹھ جاؤ جانتے بھی ہو وہ عمرو ہے'' حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر بیٹھ گئے لیکن عمرو نے دوبارہ مقابلہ کی دعوت دی اور کہا، ''تم میں کوئی مرد میدان ہے جو میرا مقابلہ کرے؟ کہاں ہے تمہاری جنت؟ جس کے متعلق تمہارا خیال ہے کہ جو تم میں سے قتل ہوتا ہے وہ اس میں جاتا ہے، کیا تم میرے مقابلہ میں کوئی آدمی بھیجو گے؟ کیا تم جنت کے خواہش مند نہیں ہو؟''

عمرو بن عبدود کی للکار سن کر حضرت علیؓ دوبارہ کمر بستہ ہوئے اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ! میں اس کے مقابلے کیلئے نکلتا ہوں'' لیکن اس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی کے ساتھ انہیں منع فرما دیا، حضرت علیؓ بیٹھ گئے لیکن عمرو کا استہزاء بڑھتا گیا اور وہ اکیلا معرکہ کارزار میں اترانے لگا اور اپنی تیز تلوار کو لے کر دندنانے لگا اور یہ رجز پڑھنے لگا:

ولقد عجبت من النداء

لجمعهم هل من مبارز؟

ووقفت اذ جبن المشجع
موقف القرن المناجز
ولذلک انی لم ازل
متسرعا قبل الھزاھز
ان الشجاعة فی الفتی
والجود من خیر العزائز

''ان سب کو پکار پکار کر میرا گلا بیٹھ گیا کہ ہے کوئی مقابلہ میں آئے، جب ان کے بہادر بزدل ہو گئے تو میں قرن مناجز نامی جگہ کھڑا تھا، اسی وجہ سے میں ہمیشہ تلواروں کی طرف لپکتا ہوں، نوجوان کی سخاوت اور شجاعت بہترین خصلتوں میں سے ہیں۔''

جب عمرو بن عبدود نے دلوں کو ہلا دینے والے کلمات کہے تو حضرت علیؓ پر بجلی بن کر گرے، حضرت علی کا پیمانہ لبریز ہو گیا، دوڑتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یارسول اللہ! میں اس کے مقابلے کیلئے نکلتا ہوں۔'' نبی کریم ﷺ نے اس مرتبہ بھی انہیں عمرو سے مقابلہ کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا'' جانتے ہو وہ عمرو ہے'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے عرض کیا ''خواہ وہ عمرو ہی کیوں نہ ہو۔'' پھر اجازت ملنے پر حضرت علیؓ قدم اٹھاتے ہوئے اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر عمرو بن عبدود کے قریب پہنچ کر یوں مترنم ہوئے:

لاتعجلن فقد اتاک
مجیب صوتک غیر عاجز
فی نیة وبصیرة
والصدق منجی کل فائز
من ضربة نجلاء
یبقی ذکرھا عن الھزاھز

''جلدی نہ کر، تیری پکار کا جواب دینے والا آ گیا ہے، وہ اپنی نیت و بصیرت میں عاجز نہیں، بلاشبہ سچائی ہر کامیاب ہونے والے کو نجات دیتی ہے جو نیزوں کی ایسی ضربیں لگائے کہ سب یاد رکھیں۔''

پھر حضرت علیؓ اس کے گھوڑے کے قریب پہنچے اور اس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر اس کی طرف دیکھا، جب عمرو نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو مرعوب ہو کر پوچھا ''اے جوان! تو کون ہے؟'' حضرت علیؓ نے اپنا تعارف کروایا تو عمرو کہنے لگا کہ ''اے بھتیجے! تمہارے بڑے کہاں ہیں جو عمر میں تم سے بڑے ہوں؟ میں تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتا'' حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا ''اے عمرو! تو نے خدا سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر کوئی قریشی آدمی تجھے دو اچھی باتوں میں سے کسی ایک کی دعوت دے گا تو تو اس کو قبول کرے گا'' عمرو نے سر ہلا کر اس عہد کو تسلیم کیا، حضرت علیؓ نے فرمایا، ''لہٰذا میں تجھے اللہ اور اس کے رسول اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں'' عمرو نے ہنستے ہوئے کہا ''مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں'' حضرت علیؓ دلیرانہ انداز میں گویا ہوئے:

''پھر میں تجھے قتال کی دعوت دیتا ہوں''

''کیوں اے بھتیجے! لات کی قسم میں تجھے قتل کرنا بالکل پسند نہیں کرتا'' عمرو نے عرض کیا۔

''لیکن میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں'' حضرت علیؓ نے فرمایا۔

علی المرتضٰی کی یہ بات سن کر عمرو غضب ناک ہو گیا، غصہ سے اس کی رگیں پھول گئیں اور دانت پیسنے لگا، وہ اپنی عزت و ہیبت کا انتقام لینے کیلئے لپکا، تلوار نیام سے نکالی جو آگ کے شعلہ کی طرح اس کے ہاتھ میں آئی اور قریشی نوجوان پر حملہ کرنے کیلئے آگے بڑھا، حضرت علیؓ نے اپنی ڈھال سے اس کے وار کا بچاؤ کیا، عمرو نے اپنی تلوار کے وار سے حضرت علیؓ کی ڈھال کو توڑ دیا اور تلوار ڈھال میں پھنسی رہ گئی، حضرت علیؓ کا سر تو زخمی ہو گیا لیکن آپ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے کندھے پر تلوار کا زوردار وار کیا جس سے عمرو خون میں لت پت ہو کر گر پڑا۔ ہر طرف سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں

اور لوگ حضرت علیؓ کی جوانمردی اور بہادری کی تعریف کرنے لگے، حضرت علیؓ کامیابی کو سینے سے لگائے یہ اشعار پڑھتے ہوئے واپس تشریف لائے۔

اعلی تقتحم الفوارس هكذا

عني وعنهم اخروا اصحابي

عبد الحجارة من سفاهة رايه

وعبدت رب محمد بصواب

''گھڑ سوار مجھ پر حملہ کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے اور ان سے میرے ساتھی پیچھے ہٹنے لگے، اس نے اپنی نادانی کی وجہ سے پتھر کو معبود بنایا اور میں نے راہ صواب کے ساتھ رب محمد ﷺ کی عبادت کی۔''

حضرت عمر بن خطابؓ نے پوچھا ''آپ نے اس کی زرہ کیوں نہیں اتار لی حالانکہ اہل عرب کے پاس اس سے اعلیٰ زرہ کوئی نہیں؟'' حضرت علیؓ نے کہا ''مجھے حیا آتی ہے کہ میں اپنے ابن عم کی زرہ اتاردوں۔''[1]

﴿ایک انوکھی فضیلت﴾

اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (المجادلة: ۱۰۲)

''اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا ذریعہ ہے پھر اگر تمہاری طاقت میں نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔''

اس آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''اس آیت پر نہ مجھ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام (۲/۲۳۲)

سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا، میرے پاس ایک دینار تھا، میں نے اسے دس دراہم میں تبدیل کیا،، پھر جب بھی میں رسول اللہ سے سرگوشی کا ارادہ کرتا تو ایک درہم خیرات کر دیتا، اس طرح وہ سارے درہم ختم ہو گئے، پس نہ مجھ سے پہلے اس پر کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کرے گا۔"[۱]

چونکہ اس آیت کا حکم اگلی آیت نے منسوخ کر دیا اس لئے حضرت علیؓ نے فرمایا ''نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کرے گا۔''

﴿تین انوکھی خوبیاں﴾

لوگ حضرت عمرؓ کے گرد حلقہ بنائے آپ کی باتیں گوش گزار کر رہے تھے، اس دوران حضرت عمرؓ نے فرمایا، ''حضرت علیؓ کو تین ایسی خوبیاں حاصل ہیں کہ ان میں سے اگر ایک خوبی بھی مجھے حاصل ہو جائے تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوگی۔'' لوگوں نے مشتاق ہو کر پوچھا، ''اے امیر المومنین! وہ تین خوبیاں کون سی ہیں؟'' فرمایا ''ایک تو ان کا نکاح فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے ہوا، دوسرا ان کے لئے مسجد میں سکونت کا حلال ہونا اور میرے لئے جائز نہیں اور تیسری خوبی یہ کہ خیبر کے دن جھنڈا انہیں عطا ہوا۔''[۲]

﴿''اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ کے لئے ہلاکت تھی''﴾

ایک عورت آنسو بہاتے ہوئے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، وہ میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس اور ننگے پاؤں تھی اور اس کے رخساروں سے خون بہہ رہا تھا، اس عورت کے پیچھے کھڑے ایک طویل القامت نے زور دار آواز میں کہا۔ ''اے زانیہ!'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ساری صورت حال کے متعلق دریافت فرمایا تو اس شخص نے کہا ''اے امیر المومنین! اس عورت کو سنگسار کر دیں، میں نے اس سے شادی کی تھی اور اس نے چھ مہینہ میں ہی بچہ کو جنم دے دیا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم جاری فرما دیا۔

۱۔ ابن کثیر (۴/۳۲۶)

۲۔ تاریخ الخلفاء، ص: ۲۷۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر ہی بیٹھے تھے، اس صورت کو دیکھ کر فرمایا "اے امیر المومنین! یہ عورت زنا سے بری ہے۔" جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلاثُونَ شَهْراً ﴾

"اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑانا اڑھائی برس کو پہنچ جاتا ہے۔"

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾ (لقمان: ۱۴)

"اور (آخرکار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔"

تو جب ہم اس سے رضاعت کی مدت نکالیں گے جو کہ تیس مہینوں میں سے چوبیس مہینے ہیں تو چھ ہی باقی رہ جائیں گے، لہٰذا ایک عورت چھ ماہ میں بچہ کو جنم دے سکتی ہے۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا اور فرمایا:

﴿لولا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ﴾

"اگر آج علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔"[1]

﴿ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرحب نامی یہودی کا قصہ ﴾

ایک مرتبہ مرحب نامی یہودی جو کہ ایک مغرور متکبر سردار تھا، اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بڑے جوش وخروش سے یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلا:

قد علمت خيبر انی مرحب

شاكی السلاح بطل مجرب

اذا الحروب اقبلت تلهب

"خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار بند ہوں، بہادر ہوں اور لڑائی کی آگ بھڑکنے کی صورت میں تجربہ کار ہوں۔"

عامر بن سنان رضی اللہ عنہ اس کے رجز کا جواب دیتے ہوئے میدان میں آئے اور یہ شعر پڑھا:

---

[1] امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؓ، ص: ۶۲ کذا فی مائۃ قصہ من حیاۃ علیؓ، ص: ۲۹

قد علمت خیبر انی عامر شاکی السلاح بطل مغامرُ

''خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیار بند ہوں، بہادر ہوں
اور جان کی بازی لگانے والا ہوں۔''

دونوں باہم صف آرا ہوئے، تلواریں چلیں، مرحب کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال میں گھس گئی، جونہی حضرت عامر نے نیچے سے وار کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی تلوار لگی اور شہید ہو گئے، اس صورت حال کو دیکھ کر بعض لوگ کہنے لگے کہ ''عامر رضی اللہ عنہ کے اعمال ضائع ہو گئے کیونکہ انہوں نے خود اپنے آپ کو قتل کر دیا۔'' چنانچہ حضرت سلمہ بن اکوع دوڑتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت اس حال میں حاضر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے، ان کی اس حالت کی جب حضور ﷺ نے وجہ دریافت کی تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے عرض کیا کہ ''لوگ کہہ رہے ہیں کہ عامر رضی اللہ عنہ نے اپنے اعمال ضائع کر دیئے ہیں۔'' یہ سن کر غصہ کی وجہ سے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا ''اے سلمہ! یہ بات کس نے کہی ہے؟'' انہوں نے عرض کیا کہ ''آپ کے چند ساتھی کہہ رہے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ جھوٹ کہتے ہیں بلکہ عامر کے لیے دوہرا اجر ہے۔''

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا گیا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مرحب یہودی کے مقابلہ میں آئے جو بدستور یہ رجز پڑھ رہا تھا:

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب
اذا الحروب اقبلت تلھب

''خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار سے لیس ہوں،
بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں جبکہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا:

انا الذی سمتنی امی حیدرة
کلیث غابات کریه المنظره

اوفیھم بالصاع کیل السندرہ

''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے، میں جنگل
کے شیر کی طرح مہیب اور خوفناک ہوں اور میں دشمنوں کو نہایت
سرعت کے ساتھ قتل کر دیا کرتا ہوں۔''

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مرحب کے قریب پہنچے اور اس پر ایسا حملہ کیا جیسے شیر اپنے شکار پر حملہ کرتا ہے، حضرت علی نے اپنی تلوار اوپر اٹھائی اور مرحب کے سر پر اس زور سے وار کیا کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے، مرحب بیل کی طرح خون میں لت پت ہو کر گر پڑا اور سسک سسک کر مر گیا۔[1]

﴿دلچسپ مقدمہ کا انوکھا فیصلہ﴾

ایک مرتبہ دو شخص کھانا کھانے کے لیے بیٹھے، ان میں سے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین، اتنے میں ایک تیسرا آدمی آ گیا، اس نے سلام کیا، ان دونوں نے اسے کھانے کی دعوت دی، چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا، جب وہ تینوں آٹھ روٹیاں کھا کر فارغ ہو گئے تو اس شخص نے اپنے حصہ کی روٹیوں کی قیمت کے طور پر آٹھ درہم ان کے حوالے کیے اور آگے بڑھ گیا۔ اب جس شخص کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے سیدھا حساب یہ کیا کہ اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درہم لی اور دوسرے کو اس کی تین روٹیوں کی قیمت تین درہم دینا چاہی لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوا اور نصف کا مطالبہ کیا۔

یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوا، دونوں نے اپنا اپنا مطالبہ پیش کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے کو (جو کہ نصف کا حقدار بن رہا تھا) نصیحت فرمائی کہ تمہارا رفیق جو فیصلہ کر رہا ہے اس کو قبول کر لو اس میں تمہارا نفع زیادہ ہے، لیکن اس نے کہا کہ ''حق کے ساتھ جو فیصلہ ہوا مجھے منظور ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''حق تو پھر یہ ہے کہ تمہیں صرف ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملنے

---

[1] مسند احمد (۵۲/۴)

چاہئیں۔ یہ فیصلہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا اور عرض کیا ''مجھے ذرا وضاحت سے سمجھا دیں تاکہ میں اس فیصلہ کو بخوشی قبول کرسکوں۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم تین آدمی تھے، تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ، تم دونوں نے تو برابر کھائیں اور ایک تیسرے کو بھی برابر حصہ دیا، تمہاری تین روٹیوں کے تین حصے تین جگہ کیے جائیں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں، اس طرح اس کی پانچ روٹیوں پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں، کل یہ چوبیس ہوئے اور تینوں میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو فی کس آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں، تم نے اپنے نو میں آٹھ خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا اور تمہارے ساتھی نے پندرہ میں سے آٹھ خود کھائے اور سات مسافر کو دیئے، لہٰذا آٹھ درہم میں سے ایک درہم کے تم مستحق ہو اور سات کا وہ مستحق ہے۔''

یہ تفصیل سن کر وہ آدمی مسکرایا اور عرض کیا ''اب میں سمجھ گیا اور خوش ہو گیا۔''[1]

﴿اسلامی تاریخ کا آغاز﴾

ایک آدمی یمن سے حاضر خدمت ہوا اور بارگاہ فاروقی رضی اللہ عنہ میں عرض کیا کہ ''اے امیر المومنین! آپ تاریخ کیوں نہیں مقرر کرتے کہ یہ واقعہ فلاں مہینہ اور فلاں سال کا ہے؟ اس وقت تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو ٹال دیا لیکن اس کے جانے کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلوت گزین ہوئے تو دل و دماغ میں یہی خیالات بار بار آنے لگے اور گہری سوچ میں مستغرق ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کا دل و دماغ اس سلسلہ کے شروع کرنے پر مطمئن ہو گیا تو آپ نے مہاجرین و انصار کو ایک جگہ پر جمع کیا اور اس یمنی آدمی کی بات ان کے سامنے پیش کی اور اس نظریہ کی خوب توضیح فرمائی، پھر ان سے ایک سوال کیا کہ تاریخ کا آغاز کہاں سے ہونا چاہیے؟ ایک طویل خاموشی چھا گئی، کہیں سے ایک ہلکی سی آواز آئی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے آغاز ہونا چاہیے کسی نے کہا، نہیں بلکہ بعثت نبوی سے تاریخ لکھنے کا آغاز کیا جائے۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہوئی ''اے امیر المومنین! ہمیں تاریخ لکھنے کا آغاز اس وقت سے کرنا

---

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۲۸۵

چاہیے جس وقت رسول اللہ ﷺ شرک کی سرزمین سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے تھے۔'' یعنی جس دن حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا تھا کہ ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ ''ہمیں یہ بات قبول ہے، اور ہم اس پر راضی ہیں۔''[1]

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے اسلامی تاریخ کا آغاز ہجرت نبوی ﷺ سے کر دیا گیا۔

حضور ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتماد

جب حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی کی حیثیت سے یمن کی طرف روانہ کیا تو آپ کی عمر بیس سال سے کچھ زیادہ تھی، اتنی نوعمری میں حضور ﷺ کا ان پر اعتماد فرمانا اور عہد قضاء پر فائز فرمانا ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

یمن روانگی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے یمن بھیج رہے ہیں، وہاں کے لوگ مجھ سے اپنے مقدمات وقضایا کے متعلق پوچھیں گے اور مجھے اس کا کچھ علم نہیں ہے۔'' یہ سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور پھر شفقت بھرے انداز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قریب بلا کر اپنا دست مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ پر مارا، پھر یہ دعا فرمائی:

اے اللہ! اس کی زبان کو راست گو بنا اور دل کو ثبات واستقلال فرما۔''

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا ''جب دو فریق تیرے پاس مقدمہ لے کر آئیں تو جب تک تم دونوں کی بات نہ سن لو فیصلہ نہ کرنا، جب تم اس طرح کرو گے تو تمہارے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اس ذات کی قسم! جس نے ایک دانے کو بھی پیدا کیا اور ساری مخلوق کو بھی پیدا کیا، حضور ﷺ کی اس دعا اور ہدایت کے بعد مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی تردد نہیں ہوا۔''[2]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (۳۳۱/۷)

[2] رواہ الترمذی (۳۹۵/۲)

﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سخاوت﴾

ایک مرتبہ ایک انتہائی غریب اور ضرورت مند شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست سوال دراز کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ابا جان نے آپ کو جو چھ درہم دیئے تھے ان میں سے ایک درہم دے دو۔'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے اور عرض کیا ''وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے یہ چھ درہم آٹے کے لیے رکھے ہیں۔'' یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کسی بندے کا ایمان اس وقت تک صادق نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ کی نعمتوں اور خزانوں پر اپنی چیزوں سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ نہ کرے۔'' پھر آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ''اپنی والدہ سے کہو کہ چھ کے چھ درہم بھیج دو۔'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ چھ کے چھ درہم بھیج دیئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فقیر کو عطا فرما دیئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی اس مجلس سے اٹھے بھی نہ تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے پاس ایک اونٹ تھا، وہ وہ اس کو بیچنا چاہتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے اونٹ کی قیمت دریافت کی، اس نے کہا ''ایک سو چالیس درہم'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ ''اس اونٹ کو یہیں باندھ دو میں بعد میں آپ کو اس کی قیمت ادا کردوں گا۔'' چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور واپس چلا گیا، تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا ''یہ اونٹ کس کا ہے؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میرا ہے'' اس شخص نے کہا کہ ''کیا آپ اس کو بیچیں گے؟'' حضرت علی نے مثبت جواب دیا۔ اس شخص نے اس کی قیمت دریافت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''دو سو درہم میں بیچوں گا، چنانچہ وہ شخص اس قیمت پر راضی ہوا اور اونٹ خرید کر دو سو درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیے اور اونٹ لے کر چلا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سو چالیس درہم اس آدمی کو دیئے جس سے اونٹ خریدا تھا اور باقی ساٹھ درہم لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے ان دراہم کے متعلق سوال کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان

سے یہ وعدہ کیا تھا:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (الانعام:۱۶۰)

''جو ایک نیکی لائے گا اس کو دس گنا ملے گا۔''[۱]

﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فصیح و بلیغ خطبہ﴾

جب بنی غامد کے ایک شخص سفیان بن عوف اسدی نے دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر واقع ''انبار'' نامی شہر پر حملہ کیا اور وہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر حسان بکری کو قتل کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے اور ان کے جذبوں کو بیدار کرنے کے لیے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کو اسلوب خطابی کی بہترین مثال کہا جاتا ہے، اور بلغاء اسے اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں، اس خطبہ کا اصل لطف تو عربی میں ہے، لہٰذا اسے عربی عبارت کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے:

﴿هذا اخو غامد قد بلغت خيله الانبار و قتل حسان البكريّ و ازال خيلكم عن مسالحها و قتل منكم رجالاً صالحين، و قد بلغني ان الرجل منهم كان يدخل على المرأة المسلمة والاخرى المعاهدة فينزع حجلها و قلبها ورعاثها ثم انصرفوا وافرين مانال منهم كلمٌ ولا اريق لهم دمٌ فلو انَّ رجلا مسلمامات من بعد هذا اسفاماكا به ملوماً بل كان عندى جديراً، فواعجبا من جدّ هؤلاءِ في باطلهم و فشلكم عن حقكم فقبحالكم حين صرتم غرضا يرمى يغار عليكم ولا تغيرون وتُغزَون ولا تَغزُون و يُعصى اللّٰهُ و تَرضون﴾

''بنو غامد کے اس شخص (سفیان بن عوف اسدی) کے گھوڑے انبار شہر میں داخل ہوئے اور اس نے حسان بکری کو قتل کر دیا اور تمہارے سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا اور تمہارے کئی نیک آدمیوں کو بھی

---

[۱] مائۃ قصۃ من حیاۃ علیؓ، ص:۱۲

ہلاک کر دیا، مجھے یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ ان کا ایک آدمی مسلمان عورت اور ذمی خاتون کے پاس جا کر اس کی پازیب، کنگن اور بالیوں کو بھی اتار کر لے گیا، پھر وہ سب سلامتی کے ساتھ واپس بھی چلے گئے، نہ ان کو زخم لگا اور نہ ان کا خون بہایا گیا، اگر کوئی مسلمان اس واقعہ کے بعد افسوس کی وجہ سے مر جائے تو ملامت کے قابل نہ ہوگا بلکہ یونہی ہونا چاہیے، باطل اور ظلم میں ان لوگوں کی اتنی ہمت اور حق پر ہونے کے باوجود تمہاری بزدلی تعجب خیز ہے، تم پر افسوس ہے کہ تم تیر مارے جانے کا نشانہ بن گئے، تم پر حملہ کیا جاتا ہے لیکن تم حملہ نہیں کرتے، تم سے جنگ کی جاتی ہے لیکن تم جنگ نہیں کرتے، اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے لیکن تم پھر بھی اس سے راضی رہتے ہو۔"[1]

فاتح خیبر

غزوہ خیبر کی رات حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔"

لوگ رات کو اس شش و پنج میں سو گئے کہ نہ جانے کل کس کو فتح کا جھنڈا عطا کیا جائے گا، چنانچہ اگلے دن لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ہر ایک کو امید تھی کہ یہ جھنڈا اس کو عطا کر دیا جائے۔

حضور ﷺ نے استفسار فرمایا: "علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟" لوگوں نے کہا: "یا رسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے" آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس لعاب و دعا کی برکت سے ان کی آنکھ بالکل ٹھیک ہوگئی کہ جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

---

[1] البلاغۃ الواضحۃ، ص: ۱۶

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک قتال کروں یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''ان کے علاقہ میں پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں حقوق اللہ سے آگاہی فراہم کرو، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کا تیرے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت دینا تیرے لیے کئی سرخ اونٹوں کو صدقہ کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔''[1]

﴿کرامت علی رضی اللہ عنہ﴾

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محو گفتگو تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ گرمیوں کے کپڑے سردی میں اور سردیوں کے کپڑے گرمی میں پہنا کرتے تھے۔ لوگوں نے حضرت ابو لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ رکھا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ سے اس کا سبب دریافت کریں۔

جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''حضور ﷺ مجھے خیبر کی طرف بھیجنا چاہتے تھے، جبکہ اس دن میری آنکھ میں تکلیف تھی، میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میری آنکھ میں تکلیف ہے۔'' حضور ﷺ نے اپنا لعاب میری آنکھ پر لگایا اور دعا فرمائی:

﴿اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ﴾

''اے اللہ! اس سے گرمی سردی کے اثر کو دور کر دے''

حضور ﷺ کی اس دعا کے بعد کبھی مجھے گرمی سردی کا احساس نہیں ہوا۔''

راوی کہتے ہیں کہ ''اس دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''میں ایسے شخص کو خیبر کی طرف بھیجوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہے اور میدان جنگ سے فرار اختیار نہیں کر سکتا۔'' یہ سن کر لوگوں کی تمنا تھی کہ یہ جھنڈا انہیں حاصل ہو لیکن حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبعوث فرمایا۔''[2]

---

[1] رواہ البخاری (۳۸۸۸) ومسلم (۴۴۲۳) وابوداؤد (۳۱۷۶) واحمد (۲۱۷۵۵)

[2] ابن ماجہ (۱۱۴) واحمد (۱۰۶۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب انہیں چارپائی پر ڈال دیا گیا تو میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی کہ ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی ہوئی ہے اور وہ کہہ رہا ہے: ''(اے عمر!) اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملا دیں گے، کیونکہ میں نے کئی مرتبہ حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔'' **کنت و ابوبکر عمر وفعلت و ابوبکر و عمر و انطلقت ابوبکر و عمر**'' (یعنی میں اور ابوبکر اور عمر، میں نے اور ابوبکر اور عمر نے کیا، میں اور ابوبکر اور عمر چلے) میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں حضرات کے ساتھ ہی کر دیں گے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔''[1]

بت شکن

ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی جنازہ میں شرکت فرما رہے تھے، اسی دوران آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں کوئی ایسا ہے جو مدینہ چلا جائے اور وہاں جتنے بھی بت ہوں سب کو مسمار کر دیئے اور اگر کوئی مجسمہ ہو تو اس کی ہیئت بگاڑ دے؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میں حاضر ہوں'' فرمایا ''تو پھر چل پڑو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے اور اپنی مہم انجام دے کر واپس آ کر عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! میں نے جو بھی بت دیکھا اس کو مسمار کر ڈالا ہے، جتنی (بلند) قبریں وہاں تھیں سب کو زمین کے برابر کر دیا، کوئی مجسمہ ایسا نہیں ہے جس کی ہیئت نہ بگاڑ دی ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا ''اب پھر کوئی نئے سرے سے ان بتوں اور مجسموں اور قبروں کو تعمیر کرے تو سمجھ لو کہ اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔''[2]

---

[1] رواہ البخاری (۲۴۰۱) ومسلم (۴۴۰۲) وابن ماجہ (۹۵) واحمد (۸۵۶)

[2] رواہ احمد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قوت فیصلہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن (اپنا نمائندہ بنا کر) بھیجا، وہاں مجھے ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا جو آپس میں ایک عجیب قسم کے جھگڑے میں الجھے ہوئے تھے، (جھگڑا یہ تھا کہ) ان لوگوں نے شیر کے شکار کے لیے ایک کمین گاہ کھودی تھی، جس وقت لوگ ایک دوسرے کو دھکا دے رہے تھے کہ ایک آدمی اس کے اندر گرنے لگا، وہ آدمی دوسرے آدمی سے جو دہانے پر تھا چمٹ گیا، اس دوسرے آدمی نے تیسرے آدمی کو پکڑ لیا، اور اس تیسرے نے چوتھے کو مضبوطی سے پکڑ لیا، نتیجہ یہ کہ چاروں یکے بعد دیگرے گر گئے اور شیر نے ان سب کو زخمی کر دیا، اتنے میں ایک شخص نے اپنی کمر سے چھرا نکال کر شیر کو مار ڈالا اور یہ چاروں زخموں کی تاب نہ لا کر ختم ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس معاملہ کا فیصلہ کرنے کے لیے تشریف لائے اور فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں تم آپس میں دست و گریباں ہو گئے؟ میں تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اگر میرا فیصلہ منظور رہے تو خیر، ورنہ اس طرح جنگ مت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فیصلہ فرما دیں گے، وہ تسلیم کرنا پڑے گا اور اس سے جو سرتابی کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہوگا۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جن لوگوں نے کنواں (کمین گاہ) کھودا ان سے خون بہا چار آدمیوں کا جمع کرو، ایک کا چوتھائی، دوسرے کا تہائی، تیسرے کا نصف اور چوتھے کو مکمل خون بہا دیا جائے۔"

لوگوں نے اس فیصلہ کو منظور نہیں کیا اور سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مقام ابراہیم کے قریب تشریف فرما تھے، لوگوں نے ماجرا سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں تمہارا فیصلہ کر دیتا ہوں" یہ فرما کر آپ خاص انداز کی ایک نشست (جس میں ایک بڑے رومال سے کمر اور گھٹنے کو باندھ لیتے ہیں) بیٹھ گئے۔ لوگوں میں سے ایک نے کہا کہ "علی رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان فیصلہ کر چکے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ فیصلہ سن کر اسی کی منظوری دے۔[1]

---

[1] رواہ احمد

سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

''جنت میں ہر نبی کا ایک حواری (مددگار) ہوگا میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔'' (فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

﴿حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ﴾

مختصر حالات زندگی

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے والد ''عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی القریشی اسدی'' ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں اور دولت اسلام سے سرفراز ہوئیں اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے مگر آپ کی والدہ آپ کو ابوطاہر کہا کرتی تھیں۔ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی ہیں۔ آپ نے پندرہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور اسلام کی خاطر سب سے پہلے تلوار اٹھانے کا اعزاز حاصل کیا۔ مدینہ اور حبشہ ہر دو ہجرتیں کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگی معرکوں میں شریک ہوتے رہے اور ایسی شجاعت اور دلیری کا مظاہرہ کیا کہ جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں زخم کا نشان نہ ہو۔ ان چھ اصحاب میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت خلافت کے لیے پیش کیا تھا۔

شہادت

آپ کی شہادت بروز جمعرات جمادی الاولیٰ ۳۶ ہجری میں بعمر ستتر سال ہوئی (شہادت کا تفصیلی واقعہ آگے آرہا ہے)[1]

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: الریاض النضرۃ فی اصحاب العشرۃ للمحب الطبری.
عشرہ مبشرہؓ از قاضی حبیب الرحمن، سیر الصحابۃ از شاہ معین الدین احمد ندویؒ

﴿بہادر بچہ﴾

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی ﷺ کے وقت اٹھائیس سال کے تھے، بچپن کے حالات بہت کم معلوم ہیں لیکن اس قدر یقینی ہے کہ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ابتداء ہی سے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ جوان ہو کر ایک بہادر اور اولوالعزم مرد ثابت ہوں، چنانچہ وہ بچپن ہی میں عموماً انہیں مارا کرتیں اور سخت سے سخت محنت ومشقت کے کاموں کا عادی بناتی تھیں۔

ایک دفعہ نوفل بن خویلد جو اپنے بھائی عوام کے انتقال کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سرپرست تھے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر برہم ہوئے کہ ''کیا تم اس بچے کو اسی طرح مارتے مارتے مار ڈالو گی'' اور بنو ہاشم سے کہا ''تم لوگ صفیہ رضی اللہ عنہا کو سمجھاتے کیوں نہیں؟'' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حسب ذیل رجز میں اس خفگی کا جواب دیا:

من قال انی ابغضه فقد کذب

انما اضربه لکی یلب

ویهزم الجیش ویاتی بالسلب

''جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ میں زبیر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتی ہو
تو وہ شخص جھوٹا ہے، میں تو اسے اس لیے مارتی ہوں کہ یہ سمجھدار ہوشیار ہو
جائے اور لشکروں کو شکست دے اور مال غنیمت لے کر آئے۔''

اس تربیت کا یہ اثر تھا کہ وہ بچپن ہی سے بڑے بڑے مردوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے، ایک دفعہ مکہ میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا بازو ٹوٹ گیا، لوگ اسے اٹھا کر شکوہ کرنے کی غرض سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے تو انہوں نے معذرت کے بجائے سب سے پہلے پوچھا کہ ''تم نے زبیر کو کیسا پایا؟ بہادر یا بزدل۔''[1]

---

[1] الاصابۃ (ج:۱، تذکرۂ زبیر رضی اللہ عنہ)

﴿حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بہادری﴾

جنگ احد کے دن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری مشرکین کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا، اس نے مسلمانوں کو اپنے مقابلہ پر میدان میں نکلنے کی دعوت دی، چنانچہ لوگ ایک دفعہ تو اس کے ڈر کی وجہ سے رک گئے (اس کے مقابلہ کے لیے جانے پر کسی نے ہمت نہ کی) پھر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے اور چھلانگ لگا کر اس کے اونٹ پر اس کے ساتھ جا بیٹھے (اور اونٹ پر ہی لڑائی شروع ہو گئی) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مشرک طلحہ کو اوپر سے نیچے زمین پر پھینک کر اسے اپنی تلوار سے ذبح کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ "ہر نبی کا کوئی حواری (جان نثار) ہوا کرتا ہے میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔" پھر فرمایا "چونکہ میں نے دیکھا تھا کہ لوگ اس کے مقابلہ میں جانے سے رک گئے تھے اس وجہ سے اگر زبیر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں نہ جاتے تو میں خود جاتا۔"[1]

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

﴿محافظ رسول اللہ ﷺ﴾

نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ نے غزوہ خندق کے دن دشمن کی صف سے باہر نکل کر مسلمانوں کو اپنے مقابلہ کے لیے نکلنے کی دعوت دی، چنانچہ اس کے مقابلہ کے لیے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نکلے اور اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کے ٹکڑے کر دیئے، اس کی وجہ سے ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے واپس آتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

انی امرء احمی واحتمی
عن النبی المصطفی الامی

"میں ایسا آدمی ہوں کہ دشمن سے اپنی بھی حفاظت کرتا ہوں اور نبی

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (۲۰/۴)

اُمی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی حفاظت کرتا ہوں۔"[1]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اگرچہ کمسن تھے، لیکن استقامت و جانثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، قبول اسلام کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ کسی نے مشہور کر دیا کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کر لیا ہے، یہ سننا تھا کہ جذبہ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے خود ہو کر اسی وقت ننگی تلوار کھینچ کر مجمع کو چیرتے ہوئے آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا "زبیر! یہ کیا ہے؟" عرض کی "مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔" ننھے زبیر کا یہ جذبہ دیکھ کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعا خیر فرمائی۔

اہل سیر فرماتے ہیں کہ یہ پہلی تلوار تھی جو راہ فدویت و جانثاری میں ایک بچہ کے ہاتھ سے برہنہ ہوئی۔[2]

غزوۂ بدر میں شرکت اور اظہار شجاعت

غزوہ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا، جس طرف نکل جاتے تھے دشمن کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے، ایک مشرک نے ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر انہیں مقابلے کی دعوت دی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑھ کر اس سے لپٹ گئے اور دونوں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان دونوں میں جو پہلے زمین پر گرے گا وہ مقتول ہوگا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مشرک پہلے زمین پر گر کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جہنم رسید ہوا۔[3]

۱　البدایۃ والنہایۃ (۱۰۷/۴)

۲　اسد الغابۃ (۲۲/۲)، سیر الصحابۃ (۸۴/۲)

۳　کنز العمال (۴۱۶/۶)

﴿حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا زخم﴾

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا مقابلہ غزوہ بدر میں عبیدہ بن سعید سے بھی پیش آیا، اس غزوہ میں عبیدہ بن سعد سر سے پاؤں تک زرہ پہنے ہوئے تھا، صرف دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تاک کر اس زور سے آنکھ میں نیزا مارکہ اس پار نکل گیا۔ اس کی لاش پر بیٹھ کر بمشکل نیزہ نکلا، نیزہ کا پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور یادگار حضرت زبیر سے اس نیزکو لے لیا، اس کے بعد پھر خلفاء میں تبرکاً منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ خلیفہ ثالث کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے وارث حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان کی شہادت تک ان کے پاس رہا۔[1]

معرکہ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "آج فرشتے بھی اس وضع میں آئے ہیں۔"[2]

غزوہ بدر میں ایک زخم اس قدر کاری حضرت زبیر کو لگا کہ وہاں پر ہمیشہ کے لیے گڑھا پڑ گیا تھا۔ حضرت عمروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "ہم ان میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔"[3]

﴿میرے ماں باپ تم پر قربان﴾

۵ ہجری میں یہود کی افترا پردازی سے تمام عرب مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس طوفان کا مقابلہ کیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس حصہ پر معمور تھے جہاں عورتیں تھیں۔

بنو قریظہ اور مسلمانوں میں باہم معاہدہ تھا۔ لیکن عام سیلاب میں وہ بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں کے احوال وعزائم کی دریافت کے لیے

---

۱ سیر الصحابۃ (۲/۸۵)

۲ کنز العمال (۶/۴۱۶)

۳ البخاری (۳۷۲۳) والترمذی (۳۶۷۹)

کسی کو بھیجنا چاہا اور تین بار فرمایا ''کون اس قوم کی خبر لائے گا؟'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہر مرتبہ بڑھ کر عرض کی کہ ''میں جاؤں گا۔'' آنحضرت ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا ''ہر نبی کے لیے حواری (مددگار) ہوتے ہیں، میرا حواری (مددگار) زبیر رضی اللہ عنہ ہیں'' اس نازک وقت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس طرح بے خطر تنہا آمدورفت سے آنحضرت ﷺ ان کی اس جانبازی سے اس قدر متاثر تھے کہ فرمایا:

﴿فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ﴾

''میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں''[1]

﴿حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا خوف آخرت﴾

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''آخر کی وجہ ہے کہ میں آپ کو کبھی حضور ﷺ کی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور فلاں فلاں صاحب کو احادیث بیان کرتے سنا ہے۔'' یہ سن کر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اسلام لانے کے بعد کبھی حضور ﷺ سے جدا نہیں ہوا لیکن میں نے حضور ﷺ کو یہ جملہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''جس نے جان بوجھ کر کسی بات کو میری طرف منسوب کیا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''[2]

﴿حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی کھیتی باڑی﴾

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کی زمین کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا تھا، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی اس میں سے ایک وسیع اور سرسبز قطعہ اراضی ملا تھا، اس کے علاوہ مدینہ کے اطراف میں بھی ان کے کھیت تھے جن کو وہ خود آباد کرتے تھے، کبھی کبھی آبپاشی وغیرہ کے متعلق دوسرے شرکاء سے جھگڑا بھی ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی (جن کا کھیت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے کھیت

---

[1] رواہ البخاری (۳۴۴۲) ومسلم (۴۴۲۷) والترمذی (۳۶۷۶) وابن ماجہ (۱۲۰) واحمد (۱۳۴۴)

[2] ابن ماجہ، (۳۶)

سے ملا ہوا تھا) کا آبپاشی کے متعلق حضرت زبیر سے جھگڑا ہوا، انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''پانی چھوڑ دو تا کہ یہ آگے میرے کھیت میں آ جائے۔''

لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ دونوں حضرات اس جھگڑے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کرتے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تم اپنا کھیت سینچ کر پانی اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دیا کرو۔'' انصاری اس فیصلہ سے ناراض ہوئے اور کہنے لگے ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اپنے پھوپھی زاد کی پاسداری فرمائی۔'' چونکہ انصاری کو اس آبپاشی سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق حاصل نہ تھا اور رسول اللہ نے محض ان کی رعایت کرتے ہوئے یہ فیصلہ سنایا تھا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا اور آپ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ''تم اپنے کھیت کو سینچوں اور پھر پانی کو روک دو یہاں تک کہ پانی کھیت کی منڈیر تک پہنچ جائے۔''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق یہ آیت اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النسآء: ٦٥)

''تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔''[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات پر عمل

تقویٰ و پرہیزگاری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی کتاب اخلاق کا سب سے روشن باب ہے، ان کی زندگی صحیح معنوں میں ایک خالص متقی کی زندگی تھی:

---

[1] ابن ماجہ (۱۵) واحمد (۱۳۴۵)

ایک مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے غلام ابراہیم کی دادی ام عطاء کے پاس گئے، دیکھا کہ ایام تشریق کے بعد بھی ان کے پاس قربانی کا گوشت موجود ہے، فرمانے لگے، ''ام عطاء! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔'' ام عطاء نے عرض کیا ''میں کیا کروں، لوگوں نے اس قدر ہدیے بھیجے کہ ختم ہی نہیں ہوتے۔''[1]

﴿روایت حدیث میں احتیاط﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''اے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی احادیث بیان نہیں کرتے جتنی اور لوگ بیان کرتے ہیں؟'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے میرے بیٹے! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور معیت میں میرا حصہ دوسروں سے کم نہیں، میں جب سے اسلام لایا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تنبیہ نے مجھے محتاط بنا دیا ہے:

﴿مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ﴾[2]

''جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی بات منسوب کی، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''[2]

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر اعتماد﴾

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی ایمانداراور انتظامی قابلیت کے اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے یہاں تک کہ لوگ عموماً وفات کے وقت ان کو اپنے آل واولاد اور مال ومتاع کے محافظ بنانے کی تمنا ظاہر کرتے تھے۔

مطیع بن الاسود نے انہیں اپنا وصی بنانے کی خواہش کا اظہار کیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو بڑی لجاجت کے ساتھ کہنے لگے۔ میں آپ کو خدا، رسول اللہ اور قرابت داری کا واسطہ دلاتا ہوں، میں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ دین کے ایک رکن ہیں۔''

---

[1] سیر الصحابہ (۹۸/۲)

[2] سیر الصحابہ (۹۸/۲) بحوالہ بخاری وابوداؤد

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اپنا وصی بنایا تھا۔ چنانچہ یہ ایمانداری اور تندہی کے ساتھ ان کے مال ومتاع کی حفاظت کر کے ان کے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے۔[۱]

حضرت زبیرؓ کی دولت

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تمول اور مالداری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے تمام مال کا تخمینہ پانچ کروڑ دو لاکھ درہم (یا دینار) کیا گیا تھا، لیکن اس قدر مال کے باوجود بائیس لاکھ کے مقروض تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ عموماً لوگ اپنا مال ان کے پاس جمع کرتے تھے، لیکن یہ احتیاط کے خیال سے سب سے کہہ دیتے تھے کہ امانت نہیں بلکہ قرض کی حیثیت سے لیتا ہوں، اسی طرح بائیس لاکھ کے مقروض ہو گئے۔''[۲]

جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے لیے تیار ہوئے تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا ''جان پدر! مجھے سب سے زیادہ خیال اپنے قرضہ کا ہے، اس لیے میرا مال ومتاع بیچ کر سب سے پہلے قرضہ ادا کرنا اور جو باقی بچے اس میں سے ایک تہائی خاص تمہارے بچوں کے لیے وصیت کرتا ہوں، ہاں! اگر کفایت نہ کرے تو میرے مولیٰ کی طرف رجوع کرنا۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''آپ کا مولیٰ کون ہے؟'' فرمایا ''میرا مولیٰ خدا ہے جس نے مصیبت کے وقت میری دستگیری کی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حسب وصیت مختلف آدمیوں کے ہاتھ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جاگیر بیچ کر قرضہ ادا کرنے کا انتظام کیا اور چار برس تک زمانہ حج میں اعلان کرتے رہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ پر جس کا قرض ہو آکر مجھ سے وصول کرلے، غرض اس طرح سے قرض ادا کرنے کے بعد بھی اتنی رقم باقی رہی کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو بارہ بارہ لاکھ حصہ ملا، موصی لہ اور دوسرے وارث اس کے علاوہ تھے۔[۳]

---

۱ سیر الصحابۃ (۲/۹۹) بحوالہ الاصابۃ (۲/۶) ۲ سیر الصحابۃ (۲/۱۰۰) بحوالہ بخاری کتاب الجہاد

۳ سیر الصحابۃ (۲/۱۰۱) بحوالہ بخاری کتاب الجہاد

﴿یہودیوں کی شرارت﴾

ایک دفعہ عہد فاروقی میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن الاسود کے ساتھ اپنی جاگیر کی دیکھ بھال کے لیے خیبر تشریف لے گئے اور رات کے وقت تک تینوں علیحدہ اپنی اپنی جاگیر کے قریب سوئے، رات کی تاریکی میں کسی یہودی نے شرارت سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی کلائی کو اس زور سے موڑ دیا کہ بے اختیار ہو کر چلا اٹھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ مدد کے لیے دوڑے اور واقعہ دریافت کر کے ان کو لے کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور یہودیوں کی شرارت کا واقعہ بیان کیا، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کے بعد یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا۔[1]

﴿حضرت زبیرؓ کے انصاری بھائی﴾

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی اور مدینہ کی طرف بھی، جب حضور ﷺ نے مکہ میں مہاجرین کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا اور جب مدینہ تشریف لے آئے اور مہاجری و انصار کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا تو حضرت زبیر کو حضرت سلمہ بن سلامہؓ کا بھائی بنا دیا۔[2]

﴿حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی فکر آخرت﴾

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ پر ان آیات کا نزول ہوا:

﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ (الزمر: ۳۰، ۳۱)

"آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے، پھر قیامت کے دن تم

---

[1] ابن ہشام (۲/۲۰۱)

[2] اسد الغابۃ ص (۲/۱۹۷)

مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے۔''

تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! خاص خاص گناہوں کے ساتھ ہم پر وہ جھگڑے بھی بار ہا پیش کیے جائیں گے جو دنیا میں ہمارے آپس میں تھے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں! یہ مقدمات بار بار پیش کیے جاتے رہیں گے، یہاں تک کہ ہر حق والے کو اس کا حق مل جائے گا۔'' یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''اللہ کی قسم! پھر تو معاملہ بہت سخت ہے۔''[1]

﴿مجلس کا کفارہ﴾

ایک مرتبہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا ''یارسول اللہ! جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو ہم زمانہ جاہلیت کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔'' حضور ﷺ اقدس نے ارشاد فرمایا: ''جب تم ایسی مجلسوں میں بیٹھو جن میں تمہیں اپنے بارے میں ڈر ہو کہ تم سے غلط باتیں ہوگئی ہوں گی تو اٹھتے وقت یہ کلمات پڑھ لیا کرو:

﴿سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ نَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ﴾

''اے اللہ! تو پاک ہے اور تیری ہی تعریف ہے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہم تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔''

اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہوگا یہ کلمات اس کے لیے کفارہ بن جائیں گے۔''[2]

﴿حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار﴾

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بدن میں تلواروں کی ضرب کے تین زخموں کے نشان تھے۔ ایک زخم ان کے کندھے میں تھا

---

[1] تفسیر ابن کثیر (۵۲/۴)

[2] حیاۃ الصحابۃ (۳۱۱/۳)

اور وہ اتنا گہرا تھا کہ اگر میں اس میں اس میں انگلی داخل کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا، ان میں سے دو زخم انہیں غزوہ بدر میں اور ایک زخم جنگ یرموک میں لگا تھا۔''

حضرت عروہ فرماتے ہیں ''عبدالملک بن مروان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مجھ سے کہا ''اے عروہ! کیا آپ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار کو پہچانتے ہیں؟'' میں نے کہا ''ہاں میں اسے پہچانتا ہوں'' انہوں نے پوچھا ''اس کی کیا نشانی ہے؟'' میں نے کہا ''اس کی دھار میں کچھ خرابی ہے جو غزوہ بدر میں پیدا ہوگئی تھی۔'' عبدالملک نے کہا ''آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔''

﴿بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ﴾

''ان تلواروں میں لشکروں سے لڑنے کی وجہ سے خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔''

پھر اس نے وہ تلوار حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کو واپس کر دی۔

حضرت ہشام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ہم نے اس تلوار کی قیمت تین ہزار لگائی اور ہم میں سے کسی نے لے لی، میری خواہش تھی کہ وہ تلوار میں حاصل کر لیتا۔''[1]

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''اس تلوار کو حاصل کرنے والے عثمان بن عروہ ہیں جو کہ حضرت ہشام کے بھائی ہیں۔''[2]

﴿حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت﴾

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جب مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس پانی بھرنے والے اونٹ اور ایک گھوڑے کے سوا نہ کوئی غلام تھا اور نہ ہی کوئی مال و دولت...... ان کے گھوڑے کو چارہ بھی میں ہی ڈالتی تھی اور پانی بھی بھرتی تھی، ان کے کپڑے بھی میں سیتی تھی اور آٹا گوندھنا بھی میری ذمہ داری میں شامل تھا لیکن میں اچھی طرح روٹی نہ پکا سکتی تھی، میری پڑوسی خواتین جو انصار میں

---

[1] رواہ البخاری (۳۶۷۷)

[2] فتح الباری، کتاب المغازی (۳۶۷۷)

سے تھیں مجھے روٹی پکا دیتی تھیں، وہ بہت اچھی عورتیں تھیں، میں اس زمین سے سر پر گٹھلیاں لاد کر لایا کرتی تھی جو حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا کی تھی۔ یہ زمین میرے گھر سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھی۔ ایک دن میں گٹھلیاں سر پر لادی آ رہی تھی کہ راستہ میں حضور ﷺ اور آپ کے کچھ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم دکھائی دیئے، حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور اپنے اونٹ کو بٹھا دیا، حضور ﷺ مجھے سوار کرنا چاہتے تھے لیکن مجھے اس بات سے شرم محسوس ہوئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں، اس موقع پر مجھے حضرت زبیر کی غیرت کا خیال بھی آیا، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے، حضور ﷺ نے تاڑ لیا کہ میں شرما رہی ہوں، لہٰذا آپ ﷺ تشریف لے گئے۔

گھر پہنچ کر جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا ''مجھے رسول اللہ ﷺ ملے تھے، اس وقت میرے سر پر گٹھلیوں کا بوجھ تھا اور حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی، حضور ﷺ نے مجھے سوار کرنے کے لیے اپنے اونٹ کو بٹھایا، لیکن مجھے شرم آئی اور آپ کی غیرت کا خیال آیا'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آپ کا گٹھلیوں کے بوجھ کو اٹھانا میرے لیے اس بات سے زیادہ شاق ہے کہ آپ حضور ﷺ کے ساتھ سوار ہو جائیں۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک خادم عطا فرما دیا تھا، جو گھوڑے کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا، انہوں نے مجھ پر یہ احسان کر کے گویا کہ مجھے آزاد کر دیا۔''[1]

اے حراء! ٹھہر جا

ایک مرتبہ حضور ﷺ جبل حراء پر تھے کہ اچانک اس پر لرزہ طاری ہوا اور وہ حرکت کرنے لگا، حضور ﷺ نے پہاڑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے حراء ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی ہے، صدیق ہے اور (باقی) شہید ہیں، اس وقت پہاڑ پر حضور ﷺ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت

---

[1] رواہ البخاری (۴۸۲۳) ومسلم (۴۰۵۰) واحمد (۲۵۷۰۰)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔[۱]

امام نووی ''شرح مسلم'' میں فرماتے ہیں۔

''یہ حدیث حضور ﷺ کے معجزات میں سے ہے، اس میں حضور ﷺ نے اس بات کی خبر دی کہ یہ حضرات شہادت کا رتبہ حاصل کریں گے اور اس وقت پہاڑ پر موجود حضرات میں سے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ سب کی وفات شہادت کے ساتھ ہوئی۔''[۲]

﴿جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی﴾

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ایک عورت سامنے سے تیز چلتی ہوئی نظر آئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مقتول شہداء کو دیکھنا چاہتی ہے، حضور ﷺ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ عورت انہیں دیکھے۔ اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا ''اس عورت کو روکو! اس عورت کو روکو!'' مجھے دیکھنے سے اندازہ ہوگیا کہ یہ میری والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں، چنانچہ میں دوڑ کر ان کی طرف گیا اور ان کے شہداء تک پہنچنے سے پہلے میں ان تک پہنچ گیا، انہوں نے میرے سینے پر زور سے ہاتھ مارا، وہ بڑی طاقتور تھیں اور انہوں نے کہا ''ادھر ہٹ! زمین تیزی نہیں ہے'' میں نے کہا ''حضور ﷺ نے آپ کو بڑی تاکید سے ادھر جانے سے روکا ہے۔'' یہ سن کر وہ وہیں رک گئیں، ان کے پاس دو چادریں تھیں انہیں نکال کر فرمایا، ''یہ دو چادریں میں اپنے بھائی حمزہ کے لئے لائی ہوں، مجھے ان کے شہید ہونے کی خبر مل چکی ہے لہٰذا ان کو ان میں کفن دے دو'' چنانچہ ہم لوگ وہ چادریں لے کفنانے کے لئے حضرت حمزہؓ کے پاس گئے، وہاں ہم نے دیکھا ایک انصاری بھی شہید ہوئے پڑے ہیں، جن کے ساتھ کافروں نے وہی سلوک کیا تھا جو حضرت حمزہؓ کے ساتھ کیا تھا، ہمیں اس میں بڑی ذلت اور شرم محسوس ہوئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو چادروں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک چادر بھی نہ ہو، چنانچہ ہم نے کہا، ایک چادر

---

۱ رواہ مسلم (۴۴۳۹) والترمذی (۳۶۲۹) واحمد (۹۰۹۲)

۲ شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ (۴۴۳۹)

حضرت حمزہؓ کی اور دوسری انصاری کی دونوں چادروں کو ناپا تو ایک بڑی تھی اور ایک چھوٹی، چنانچہ ہم نے دونوں حضرات کے لئے قرعہ اندازی کی اور جس کے حصہ میں جو چادر آئی اسے اس میں کفن دیا گیا۔''[1]

﴿حضرت عثمانؓ کے نزدیک مقام زبیرؓ﴾

ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفانؓ اس قدر بیمار ہوگئے کہ حج کے لئے بھی نہ جاسکے اور اپنا وصی بھی مقرر فرمادیا، اس بیماری کے دوران ایک قریشی آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، ''آپ اپنا نائب مقرر فرمادیجئے'' حضرت عثمانؓ نے فرمایا ''میں ایسا کر چکا ہوں'' اس شخص نے پوچھا ''آپ نے کس کو اپنا نائب مقرر کیا ہے؟'' حضرت عثمانؓ نے اس بات کا جواب نہ دیا اور خاموشی اختیار فرمالی۔

اس کے بعد دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی وہی گفتگو کی جو پہلے نے کی تھی، حضرت عثمانؓ نے اس سے پہلے جیسی گفتگو فرمانے کے بعد کہا، ''یہ زبیر بن عوامؓ ہیں'' پھر فرمایا ''خدا کی قسم! میرے علم کے مطابق یہ لوگوں میں سب سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔''[2]

﴿پیکرِ جود وسخا﴾

حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو کام کاج کرتے تھے، اور ساری کمائی لا کر حضرت زبیرؓ کو پیش کر دیا کرتے تھے لیکن حضرت زبیرؓ ایک درہم بھی اپنے گھر نہ پہنچاتے بلکہ سارے کا سارا مال صدقہ فرمادیا کرتے تھے، حضرت حسان بن ثابتؓ نے جب اس جود وسخا کے مثالی نمونہ کا مشاہدہ کیا تو کہا:

اقام علی عهد النبی وهدیه
حواریه والقول بالفعل یعدل
اقام علی منهاجه وطریقه

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۲/۲۴۷)

[2] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (۲/۱۹۷)

یـوالـی ولـی الـحـق والـحـق اعـدل
هـو الـفـارس الشهـورو البطل الذی
یـصـول اذامـا کـان یـوم مـحـجـل
وان امـرا کـانـت صـفیة امـه
ومـن اسـدفـی بیتـه لـمـرفـل
لـه مـن رسـول اللّٰـه قـربـی قـریبة
ومـن نـصـرة الاسـلام مـجـد موثل
فـکـم کـربـه ذب الـزبیـر بسیفـه
عـن الـمـصـطفی واللّٰه یعطی ویجزل
اذا کشفت عن ساقها الحرب حشها
بـابیـض سبا الی الـموت یـر فـل
فـی مثـلـه فیهـم ولا کـان قبـلـه
ولیـس یـکـون الـدهـر مـادام یذبل

”وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد اور روش پر قائم رہے، وہ ان کے حواری ہیں اور قول فعل کی بنیاد پر سچا سمجھا جاتا ہے، وہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ اور منہاج پر قائم رہے، وہ اہل حق سے محبت کرتے ہیں اور حق بہت عمدہ چیز ہے، وہ ایسے مشہور شہسوار اور بہادر ہیں کہ جو اس دن حملہ کرتے ہیں جب لوگ جنگ کے خوف سے چھپ رہے ہوتے ہیں، یہ وہی ہیں جن کی والدہ صفیہ ہیں وہ شیر تھے جو اپنے گھر میں رہا کرتے تھے، ان کو حضور ﷺ کی قریبی رشتہ داری حاصل تھی، اور ان کی وجہ سے اسلام کو نصرت و تائید حاصل ہوئی، انہوں نے اپنی تلوار کے ذریعے حضور ﷺ سے بہت سی مصیبتوں کو دور کیا اور خدا تعالیٰ بہت بخشش کرنے والا ہے، جب لڑائی اپنی

آگ روشن کرتی تھی تو وہ اپنی تلوار لے کر موت کی طرف دوڑتے تھے، پس ان جیسا نہ کوئی پہلے پیدا ہوا اور نہ آئندہ کبھی پیدا ہوگا۔''[1]

﴿حضرت عمرؓ اور حضرت زبیرؓ کی محبت﴾

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت زبیرؓ سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو حضرت زبیرؓ آگے نکل گئے اور انہوں نے کہا:

''رب کعبہ کی قسم! میں آپ سے آگے نکل گیا''

پھر حضرت عمرؓ نے دوبارہ مقابلہ کیا، اس مرتبہ حضرت عمرؓ آگے نکل گئے تو انہوں نے کہا:

''رب کعبہ کی قسم! میں آپ سے آگے نکل گیا''[2]

﴿داغ گنیں تو کیوں گنیں زخم کریں شمار کیا﴾

حضرت حفظ بن خالدؒ کہتے ہیں کہ موصل میں ایک بڑی عمر کے بزرگ ہمارے آئے اور انہوں نے ہمیں بتایا کہ ''میں ایک سفر میں حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ تھا، ایک چٹیل میدان میں ان کو نہانے کی ضرورت پیش آ گئی، جہاں نہ پانی تھا نہ گھاس اور نہ کوئی انسان، انہوں نے کہا ''میرے نہانے کے لئے ذرا پردہ کا انتظام کر دو'' میں نے ان کے لئے پردہ کا انتظام کر دیا (نہانے کے دوران) اچانک میری نگاہ ان کے جسم پر پڑ گئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے سارے جسم پر تلوار کے زخموں کے نشان ہیں، میں نے ان سے کہا ''میں نے آپ کے جسم پر اتنے زخموں کے نشان دیکھے ہیں کہ اتنے میں نے کسی کے جسم پر نہیں دیکھے'' حضرت زبیرؓ نے کہا ''کیا تم نے دیکھ لیا؟'' میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! ان میں سے ہر زخم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں لگا ہے اور اللہ کے راستہ میں لگا ہے۔''[3]

---

[1] اسد الغابۃ (۲/۱۹۸)

[2] حیاۃ الصحابۃ (۲/۸۸۳)

[3] حیاۃ الصحابۃ (۱/۳۷۱)

حضرت علی بن زید کہتے ہیں کہ ''جس آدمی نے حضرت زبیرؓ کو دیکھا اس نے مجھے بتایا کہ ان کے سینہ پر آنکھ کی طرف نیزے اور تیر کے زخموں کے نشان تھے۔''[1]

﴿مرحب یہودی کے بھائی یاسر کا قتل﴾

حضرت زبیرؓ نے غزوہ خیبر میں غیر معمولی شجاعت دکھائی، مرحب نامی یہودی خیبر کا رئیس تھا، وہ مقتول ہوا تو اس کا بھائی یاسر غضب ناک ہو کر ''ھل من مبارز؟'' (کیا کوئی ہے جو میرا مقابلہ کرے؟) کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدان میں آیا، حضرت زبیرؓ نے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا، وہ اس قدر تنومند اور قوی ہیکل تھا کہ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا لخت جگر آج شہید ہوگا'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں! زبیرؓ اس کو مارے گا'' چنانچہ درحقیقت تھوڑی دیر بعد حضرت زبیرؓ نے اسے واصل جہنم کر دیا۔[2]

﴿مشرکین کی بدحواسی﴾

فتح مکہ کے بعد واپسی کے وقت غزوہ حنین پیش آیا، کفار کمین گاہوں میں چھپے ہوئے مسلمانوں کی نقل وحرکت کو دیکھ رہے تھے، حضرت زبیرؓ اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو ایک شخص نے پکار کر اپنے ساتھیوں سے کہا ''لات وعزیٰ کی قسم! یہ طویل القامت سوار یقیناً زبیرؓ ہے تیار ہو جاؤ، اس کا حملہ نہایت خطرناک ہوتا ہے'' یہ جملہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک زبردست جمعیت نے اچانک حملہ کر دیا، حضرت زبیرؓ نے نہایت پھرتی اور تیز دستی کے ساتھ اس آفت ناگہانی کو روکا اور اس قدر شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ یہ گھاٹی کفار سے بالکل خالی ہوگئی۔[3]

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۱/۹۰)

[2] سیر الصحابۃ ص (۲/۸۷)

[3] سیر الصحابۃ (۲/۸۸)

﴿زوردار حملہ﴾

خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، حضرت عمر فاروقؓ نے تمام عرب میں جوش پھیلا کر اس کو بھی زیادہ وسیع کر دیا، حضرت زبیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے بہت زیادہ افسردہ ہو چکے تھے لیکن ایک مرد میدان و جانباز بہادر کے لئے اس جوش و ولولہ کے وقت عزلت نشین رہنا بہت دشوار تھا، لہٰذا خلیفہ وقت سے اجازت لے کر شامی رزم گاہ میں شریک ہوئے، اس وقت یرموک کے میدان میں ملک شام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو رہا تھا، اثنائے جنگ میں لوگوں نے کہا ''اگر آپ حملہ کر کے دشمن کے لشکر کے قلب میں گھس جائیں تو ہم بھی آپ کا ساتھ دیں گے'' حضرت زبیرؓ نے کہا ''تم لوگ میرا ساتھ نہیں دے سکتے'' لوگوں نے عہد کر لیا تو اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اس پار سے اس پار نکل گئے اور کوئی رفاقت نہ کر سکا۔ پھر واپس لوٹے تو رومیوں نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی، اور نرغہ کر کے سخت زخمی کیا، گردن پر دو زخم اس قدر کاری تھے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑھے باقی رہ گئے۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ کا بیان ہے کہ ''بدر کے زخم کے بعد یہ دوسرا زخم تھا جس کا گڑھا بن گیا جس میں بچپن میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔''[1]

﴿فتح فسطاط﴾

فتح شام کے بعد حضرت عمروؓ کی سرکردگی میں مصر پر حملہ ہوا، انہوں نے چھوٹے چھوٹے مقامات کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کی مضبوطی نیز فوج کی قلت دیکھ کر دربارِ خلافت سے اعانت طلب کی، امیر المومنین حضرت عمرؓ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے اور خط میں لکھا کہ ان افسروں میں ہر ایک، ایک ہزار سوار کے برابر ہے، افسروں میں حضرت زبیرؓ بھی تھے ان کا جو رتبہ تھا اس کے لحاظ سے حضرت عمرؓ نے ان کو افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات بھی ان کے ہاتھ میں دیئے، انہوں نے گھوڑے پر سوار

---

[1] بخاری، کتاب المغازی (رقم الحدیث: ۳۶۷۸)

ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا اور جہاں جہاں مناسب تھا، مناسب تعداد کے ساتھ سوار پیادے متعین کیے، اس کے ساتھ منجنیقوں سے پتھر برسانے شروع کر دیئے، اس پر پورے سات مہینے گزر گئے اور فتح وشکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا، حضرت زبیرؓ نے ایک دن تنگ آکر کہا کہ ''آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہے'' یہ کہہ کر ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا ساتھ دیا، فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے، ساتھ ہی تمام فوج نے نعرہ مارا جس سے قلعہ کی زمین دہل اٹھی، عیسائی یہ سمجھ کر مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے ہیں، بدحواس ہو کر بھاگے، ادھر حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس آئی۔ مقوقس حاکم مصر نے یہ دیکھ کر صلح کی درخواست کی اور اسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔[1]

﴿حضرت زبیرؓ کی شہادت﴾

جنگ جمل کے موقع پر دونوں جماعتوں کے سربراہ کاروں کو اصلاح مدنظر تھی، اس لئے پہلے مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، حضرت علیؓ اپنا گھوڑا بڑھا کر بیچ میدان میں آئے اور حضرت زبیرؓ کو بلا کر کہا ''اے ابوعبداللہ! تمہیں وہ دن یاد ہے جب کہ ہم اور تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے گزرے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس کو دوست رکھتے ہو؟'' تم نے عرض کی تھی ''جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' یاد کرو اس وقت تم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تھا ''ایک دن تم اسی سے ناحق لڑو گے'' حضرت زبیرؓ نے جواب دیا ''ہاں! مجھے اب بھی یاد ہے۔''

حضرت علیؓ تو صرف ایک بات یاد دلا کر پھر اپنی جگہ پر چلے گئے، لیکن حضرت زبیرؓ کے قلب حق پرست میں ایک خاص سخت تلاطم بپا ہو گیا، تمام ارادے اور عزائم فسخ ہو گئے، ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس آکر کہنے لگے ''میں برسر غلط تھا، علیؓ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقولہ یاد دلا دیا۔''

---

[1] سیر الصحابة (۹۰/۲) بحوالہ فتوح البلدان، ص: ۲۲۰

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ''پھر اب کیا ارادہ ہے؟'' حضرت زبیرؓ نے فرمایا ''اب میں اس جھگڑے سے کنارہ کش ہوتا ہوں'' حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے کہا '' آپ ہم لوگوں کو دو گروہوں کے درمیان پھنسا کر خود علیؓ کے خوف سے بھاگنا چاہتے ہیں؟'' حضرت زبیرؓ نے کہا ''میں قسم کھاتا ہوں کہ علیؓ سے نہیں لڑوں گا'' حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ ''قسم کا کفارہ ممکن ہے اور اپنے غلام کو بلا کر آزاد کر دیا'' لیکن حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اچاٹ ہو چکا تھا۔ کہنے لگے ''جانِ پدر! علیؓ نے ایسی بات یاد دلائی کہ تمام جوش فرو ہو گیا ہے، بے شک ہم حق پر نہیں ہیں، آؤ تم بھی میرا ساتھ دو'' حضرت عبداللہؓ نے انکار کر دیا تو تنہا بصرہ کی طرف چل پڑے تاکہ وہاں سے اپنا اسباب و سامان لے کر حجاز کی طرف نکل جائیں۔ احنف بن قیس نے حضرت زبیرؓ کو جاتے دیکھا تو کہا ''دیکھو یہ کس وجہ سے واپس جا رہے ہیں، کوئی جا کر خبر لائے'' عمرو بن جرموز نے کہا ''میں جاتا ہوں'' اور ہتھیار سنبھال کر گھوڑا دوڑاتے ہوئے حضرت زبیرؓ کے پاس پہنچا، وہ اس وقت اپنے غلاموں کو اسباب و سامان کے ساتھ روانگی کا حکم دے کر بصرہ کی آبادی سے دور نکل آئے تھے۔ ابن جرموز نے قریب پہنچ کر پوچھا:

''اے ابوعبداللہ! آپ نے قوم کو کس حال میں چھوڑا ہے؟''

حضرت زبیرؓ ''سب باہم ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے''

ابن جرموز: '' آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

حضرت زبیرؓ: ''میں اپنی غلطی پر متنبہ ہو گیا ہوں، اس لئے جھگڑے سے کنارہ کش ہو کر کسی طرف نکل جانے کا مقصد ہے۔''

ابن جرموز: ''چلئے مجھے بھی کچھ دور تک اسی طرف جانا ہے۔''

غرض دونوں ساتھ چلے، ظہر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت زبیرؓ نماز پڑھنے کے لئے ٹھہرے، ابن جرموز نے کہا ''میں بھی شریک ہوں گا؟''

حضرت زبیرؓ: ''میں تمہیں امان دیتا ہوں، کیا تم بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھو گے۔''

ابن جرموز: ''جی ہاں''

اس عہد و پیمان کے بعد دونوں اپنے گھوڑے سے اترے اور معبود حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکانے کو کھڑے ہو گئے، حضرت زبیرؓ جیسے ہی سجدہ میں گئے کہ عمرو بن جرموز نے غداری کر کے تلوار کا وار کیا اور حواری رسول اللہ ﷺ کا سر تن سے جدا کر دیا اور وہ عظیم سر جو ایک خدا کے سامنے جھکتا تھا اب تن سے جدا ہو کر خاک و خون میں تڑپنے لگا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

ابن جرموز حضرت زبیرؓ کی تلوار اور زرہ وغیرہ لے کر بارگاہ مرتضوی میں حاضر ہوا اور فخر کے ساتھ اپنا کارنامہ بیان کیا، جناب مرتضیٰؓ نے تلوار پر ایک حسرت کی نظر ڈال کر فرمایا: ''اس نے بارہا رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے مصائب کے بادل ہٹائے ہیں، اے ابن صفیہ کے قاتل! تجھے بشارت ہو کہ جہنم تیری منتظر ہے۔''[1]

---

[1] مسند احمد حنبل (۸۹/۱)

﴿سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ﴾

''طلحہؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دکھایا'' (فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

مختصر حالات زندگی

حضرت طلحہؓ کا تعلق قبیلہ بنو تیم سے ہے اور سلسلہ نسب یہ ہے:

''طلحہ بن عبید اللہ بن سعد بن تیم بن کعب بن مرہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔''

آپ کی والدہ صعبہ بنت عبد اللہ بن مالک بن نضر ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی اور طلحہ الخیر، طلحہ الجواد اور طلحہ الفیاض کے القاب سے ملقب تھے۔

آپ سابقین الی السلام میں سے ہیں۔ سیدنا ابو بکرؓ کی تبلیغ سے مشرف باسلام ہوئے۔ عشرہ مبشرہ اور ان چھ اصحاب میں سے ہیں جنہیں حضرت عمرؓ نے خلافت کا اہل بنایا تھا۔ غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوتے رہے اور اہم خدمات سرانجام دیں۔ دس جمادی الاولیٰ ۳۶ ہجری کو واقعہ جمل میں ساٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔[1]

حضرت طلحہؓ کے قبولِ اسلام کا دلچسپ واقعہ

حضرت طلحہؓ اپنا قبولِ اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں بصریٰ کے بازار اور میلہ میں موجود تھا، وہاں ایک پادری اپنے گرجا گھر کے بالا خانے میں رہتا تھا، اس نے ایک دن میرے سامنے لوگوں سے کہا ''اس بازار اور میلہ والوں سے پوچھو کہ کیا ان میں کوئی حرم میں رہنے والا ہے؟''

میں نے کہا ''ہاں میں ہوں!''

''کیا احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ظہور ہو گیا ہے؟'' پادری نے پوچھا۔

---

[1] مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: اسد الغابۃ (حالات طلحہؓ)، سیر الصحابۃ (جلد دوم، حالات حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ) عشرہ مبشرہ، ص: ۱۴۴

''احمد کون؟'' میں نے دریافت کیا۔

''عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ آخری نبی ہیں، حرم (مکہ) میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ ہجرت کر کے ایسی جگہ جائیں گے جہاں کھجوروں کے باغات ہوں گے، پتھریلی اور شوریلی زمین ہوگی، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تو ان کا اتباع کرلیں اور تم ان سے پیچھے رہ جاؤ'' پادری نے مجھے تفصیل سے مطلع کیا۔ اس کی بات میرے دل کو لگی اور میں وہاں سے تیزی سے چلا اور مکہ پہنچ گیا اور میں نے پوچھا، کیا کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ ہاں! محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو امین کے لقب سے مشہور ہیں انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکرؓ) نے ان کا اتباع کیا ہے۔''

یہ سن کر میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا:

''کیا آپ نے اس آدمی کا اتباع کرلیا ہے؟''

''ہاں! تم بھی ان کی خدمت میں جاؤ اور ان کا اتباع کرلو، کیونکہ وہ حق کی دعوت دیتے ہیں۔'' حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔

اس کے بعد حضرت طلحہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس پادری کی بات بتائی، حضرت ابوبکرؓ حضرت طلحہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، وہاں حضرت طلحہؓ مسلمان ہوگئے۔ پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس پادری کی بات بتائی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی۔

جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت طلحہؓ دونوں مسلمان ہوگئے تو ان دونوں حضرات کو نوفل بن خویلد بن العدویہ نے پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا اور بنو تیم نے ان دونوں کو نہ بچایا۔ نوفل بن خویلد کو مشیر قریش کہا جاتا تھا۔

ایک رسی میں باندھے جانے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت طلحہؓ کو قرینین (دو ساتھی) کہا جاتا ہے۔

امام بیہقیؒ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ:

''حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی کہ ''اے اللہ! ہمیں ابن العدویہ کے شر سے بچا۔''[۱]

﴿قبول اسلام پر مصائب﴾

حضرت مسعود بن حراشؓ کہتے ہیں کہ (زمانہ جاہلیت میں) ہم صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ ایک نوجوان آدمی کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور لوگوں کا ایک مجمع اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے، میں نے دریافت کیا، ''اس نوجوان کو کیا ہوا؟'' لوگوں نے بتایا ''یہ طلحہ بن عبیداللہ ہیں جو بے دین ہو گئے ہیں۔''

حضرت طلحہؓ کے پیچھے ایک عورت تھی جو بڑے غصہ سے بول رہی تھی اور ان کو برا بھلا کہہ رہی تھی، میں نے پوچھا:

''یہ عورت کون ہے؟''

لوگوں نے جواب دیا: یہ ان کی والدہ ''صعبہ بنت الحضرمی ہے۔''[۲]

﴿حضرت طلحہؓ کی امامت﴾

ایک مرتبہ حضرت طلحہؓ نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ان سے کہا، ''امامت کے لئے آگے بڑھنے سے پہلے میں آپ لوگوں سے پوچھنا بھول گیا تھا، کیا آپ میرے نماز پڑھانے پر راضی ہیں؟'' لوگوں نے کہا، ''جی ہاں اور اے حضور ﷺ کے خاص صحابی! آپ کے نماز پڑھانے کو کون ناپسند کر سکتا ہے؟'' حضرت طلحہؓ نے فرمایا ''جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور لوگ اس کے نماز پڑھانے پر راضی نہ ہوں تو اس کی نماز کانوں سے اوپر نہیں جاتی یعنی اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتے۔''[۳]

---

۱ حیاۃ الصحابۃ (۱/۳۷۰) والبدایۃ والنہایۃ (۳/۲۹)

۲ حیاۃ الصحابۃ (۱/۳۶۹)

۳ حیاۃ الصحابۃ (۳/۱۵۶)

﴿حضرت طلحہؓ اور حضرت عمرؓ کا ایک دلچسپ واقعہ﴾

رات کی سخت تاریکی میں حضرت عمرؓ لوگوں سے چھپتے چھپاتے مدینہ کی کسی جانب دوڑتے ہوئے جارہے تھے کہ اس اندھیرے میں حضرت طلحہؓ نے ان کو دیکھ لیا اور حضرت طلحہؓ بھی ان کے پیچھے چل دیئے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ ایک مکان میں داخل ہوئے اور کافی دیر وہاں ٹھہرے، یہ دیکھ کر حضرت طلحہؓ واپس چلے گئے، جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہؓ اس گھر میں گئے تو دیکھا وہاں ایک اپاہج بڑھیا بیٹھی ہے، حضرت طلحہؓ نے پوچھا، وہ آدمی آپ کے پاس کس لئے آتے تھے؟ اس بڑھیا نے کہا، ''وہ تو اتنے عرصہ سے میری دیکھ بھال کرتے ہیں، میری ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور گھر کی صفائی وغیرہ کر جاتے ہیں۔'' حضرت طلحہؓ نے اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہا ''اے طلحہ! تیرا ناس ہو! کیا تو حضرت عمرؓ کی لغزشات ڈھونڈتا ہے۔''[1]

﴿خدمتِ خلق کا جذبہ﴾

حضرت طلحہؓ کی بیوی حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''ایک دن حضرت طلحہؓ نے ایک لاکھ درہم صدقہ کئے، پھر اس دن ان کو مسجد میں جانے سے صرف اس وجہ سے دیر ہوگئی کہ میں نے ان کے کپڑے کے دونوں کناروں کو ملا کر سیا (لاکھ درہم سب دوسروں کو دے دیئے اپنے اوپر کچھ نہ لگا)''[2]

﴿اے طلحہ! تم بڑے فیاض وسخی ہو!﴾

ایک مرتبہ حضرت طلحہؓ نے پہاڑ کے کنارے ایک کنواں خریدا اور اس کی خوشی میں لوگوں کو کھانا کھلایا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے طلحہ! تم بڑے فیاض اور سخی آدمی ہو۔''[3]

---

۱ حلیۃ الاولیاء (۱/۴۸) ۲ حیاۃ الصحابۃ (۳/۲۳۸)، حلیۃ الاولیاء (۱/۸۸)

۳ حیاۃ الصحابۃ (۲/۲۴۵)

﴿چار لاکھ کا صدقہ﴾

حضرت طلحہؓ کی اہلیہ حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''ایک دن میں حضرت طلحہؓ کے پاس گئی تو میں نے ان کی طبیعت پر گرانی محسوس کی، میں نے اس سے کہا ''آپ کو کیا ہوا؟ کیا ہماری طرف سے آپ کو کوئی ناگوار بات پیش آئی؟ اگر ایسا ہے تو پھر اس ناگوار بات کو دور کر کے آپ کو راضی کریں گے۔'' حضرت طلحہؓ نے کہا، ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں، تم تو مسلمان مرد کی بہت اچھی بیوی ہو، میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میرے پاس مال جمع ہو گیا ہے اور مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ اس کا کیا کروں؟'' میں نے کہا ''اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے، آپ اپنی قوم کو بلالیں اور یہ مال ان میں تقسیم کردیں۔'' حضرت طلحہؓ نے فرمایا ''اے لڑکے میری قوم کے لوگوں کو میرے پاس لے آؤ''۔ چنانچہ ان کی قوم والے آگئے تو سارا مال ان میں تقسیم کردیا، میں نے خزانچی سے پوچھا ''انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا'' خزانچی نے کہا ''چار لاکھ۔''[1]

حضرت حسنؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں بیچی، یہ رقم رات کو ان کے پاس رہ گئی تو انہوں نے وہ ساری رات مال کے ڈر سے جاگ کر گزاردی اور صبح ہوتے ہی وہ ساری رقم تقسیم کردی۔''[2]

ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو اپنی جائیداد سات لاکھ درہم میں فروخت کر دی اور یہ سارے کا سارا مال راہ خدا میں خرچ فرمادیا۔

حضرت طلحہؓ کی بیوی حضرت سعدی بنت عوف فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے انہیں غمگین دیکھا تو پوچھا، ''آپ اس قدر اداس کیوں ہیں؟ کیا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے؟'' حضرت طلحہؓ نے فرمایا ''نہیں! تم تو بہت اچھی بیوی ہو، تمہاری کوئی بات نہیں، اصل قصہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک بہت بڑی رقم جمع گئی ہے، میں اس فکر میں تھا کہ کیا

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳۰۰/۲)

[2] حلیۃ الاولیاء (۸۹/۱)

کروں؟'' حضرت سعدی نے کہا، ''اسے تقسیم کرا دیجئے''، یہ سن کر انہوں نے اسی وقت اپنی لونڈی کو بلایا اور چار لاکھ کی رقم لوگوں میں تقسیم کر دی۔[۱]

اے حراء ٹھہر جا!

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ حضور ﷺ جبل حراء پر تھے کہ اچانک وہ ہلنے لگا، حضور ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، ''اے حراء! ٹھہر جا! تجھ پر اس وقت نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے'' اس وقت جبل حرا پر نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے۔''[۲]

طلحہؓ نے جنت کو واجب کر لیا

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن حضور ﷺ نے دو زرہیں زیب تن فرما رکھی تھیں، دریں اثناء حضور ﷺ نے ایک چٹان پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے، جب حضرت طلحہؓ نے اس صورتحال کو دیکھا تو حضور ﷺ کے نیچے بیٹھ گئے، پس حضور ﷺ حضرت طلحہؓ کا سہارا لے کر چٹان پر چڑھ گئے (تاکہ میدان جنگ کی صورتحال کا مشاہدہ کر سکیں) حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضور ﷺ کو غزوہ احد کے دن یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا۔''

اَوجَبَ طَلْحَةُ

''طلحہ نے جنت اور ثواب کو اپنے اوپر واجب کر لیا۔''[۳]

۱　طبقات ابن سعد (۳/۱۵۷)

۲　رواہ مسلم (۴۴۳۹) والترمذی (۳۶۲۹) واحمد (۹۰۶۲)

۳　رواہ الترمذی (۱۶۱۵)

﴿حضرت معاویہؓ کے نزدیک مقام طلحہؓ﴾

ایک مرتبہ حضرت طلحہؓ کے فرزند حضرت موسیٰ بن طلحہ حضرت معاویہؓ سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے، حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا ''میں تجھے ایک خوشخبری نہ سناؤں۔''

''ضرور سنائیں!'' موسیٰ بن طلحہ نے جواب دیا۔

''میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا۔''[1]

حضور اقدس ﷺ نے اس فرمان مبارک میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف ارشاد فرمایا:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ (الاحزاب: ۲۳)

''مومنوں میں کتنے ہی شخص ایسے ہیں جنہوں نے جو اقرار اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے۔''

حافظ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں:

''حضرت طلحہؓ بھی حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت مصعب اور حضرت سعید رضی اللہ عنہم کی طرح ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس بات کی منت مانی تھی کہ اگر کسی لڑائی میں شریک ہوئے تو ضرور شہادت حاصل کریں گے، حضرت طلحہؓ نے یوم احد میں اس بات کو ثابت کر دکھایا اور اس دن تن من دھن کی بازی لگا دی، یہاں تک کہ حضور ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے ان کا ایک ہاتھ بھی شل ہو گیا، اور انہیں نیزوں، تیروں اور تلواروں کے اسی سے زخم لگے، اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اللہ کے راستہ میں اس قدر مصائب کو برداشت کیا کہ گویا انہوں نے موت کا ذائقہ ہی چکھ لیا۔''[2]

---

[1] رواہ الترمذی (۳۱۲۶) وابن ماجہ (۱۲۳)

[2] تحفۃ الاحوذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ (۳۱۲۶)

﴿شہادت طلحہؓ کی پیشین گوئی﴾

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ وہ کسی شہید کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ طلحہؓ کی زیارت کرے۔''[1]

حافظ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے شمار کیا گیا ہے کیونکہ حضرت طلحہؓ قول مشہور کے مطابق جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے، ملا علی قاری فرماتے ہیں، اس حدیث کے معنی میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ ان کے لئے حصول شہادت کی طرف اشارہ ہو جو ان کی موجودہ حالت و کیفیت کو دیکھتے ہوئے ان کے حسن خاتمہ کی علامت ہو۔''[2]

﴿گر جیت گئے تو کیا کہنے ہارے بھی بازی مات نہیں﴾

ایک مرتبہ حضور ﷺ کے صحابہؓ نے احکام شریعت سے ناواقف دیہاتی سے کہا ''حضور ﷺ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا، اس سے مراد کون ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی تعظیم و رعب کی وجہ سے آپ سے سوال کرنے کی جرأت نہ فرماتے تھے، پس اس اعرابی نے حضور ﷺ سے سوال کیا لیکن آپ نے اعراض فرمالیا، اس نے پھر پوچھا حضور ﷺ نے دوبارہ اعراض فرمالیا، کچھ دیر بعد حضرت طلحہؓ سبز رنگ کے کپڑے میں ملبوس مسجد میں داخل ہوئے، جب حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا ''جس نے نذر پوری کرنے والے کے بارے میں سوال کیا تھا وہ کہاں ہے؟'' اس اعرابی نے پکار کر کہا ''یارسول اللہ ﷺ! میں

---

[1] رواہ الترمذی (۳۶۷۲) وابن ماجہ (۱۲۲)

[2] تحفۃ الاحوذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ (۳۶۷۲)

یہاں ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿هٰذَا مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾

"یہ وہ شخص ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دکھایا۔"[1]

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

فقہی معلومات کا شوق

حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ہم نماز پڑھتے تھے تو ہمارے سامنے سے جانور گزرتے رہتے تھے، ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا (کہ ایسا کرنے سے نماز میں کوئی حرج تو نہیں آتا) حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اپنے سامنے کجاوہ کی لکڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لیا کرو، پھر تمہارے سامنے سے جو بھی گزرے تمہاری نماز کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔"[2]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی مجتہدانہ بصیرت

حضرت عثمان تیمیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کے ساتھ تھے، اس وقت ہم سب احرام کی حالت میں تھے، اس سفر میں ہمیں ایک شکار کردہ پرندہ پیش کیا گیا، حضرت طلحہؓ تو آرام فرما رہے تھے، ہم میں سے کچھ لوگوں نے تو اس پرندہ کا گوشت کھایا اور (چونکہ ہم احرام کی حالت میں تھے اس لئے) بعض حضرات نے گوشت نہ کھانے کو ترجیح دی، جب حضرت طلحہؓ بیدار ہوئے تو ان لوگوں کی تائید فرمائی جنہوں نے پرندہ کے گوشت کو کھالیا: اور فرمایا "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس گوشت کو کھایا تھا۔"[3]

---

۱ رواہ الترمذی (۳۲۷۵)

۲ رواہ مسلم (۷۷۰) والترمذی (۳۰۷) وابوداؤد (۵۸۷) وابن ماجہ (۹۳۰) واحمد (۱۳۱۶)

۳ رواہ مسلم (۲۰۶۷) والنسائی (۲۷۶۷) واحمد (۱۳۲۰) والدارمی (۱۷۵۹)

﴿باعث نجات کلمہ﴾

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حضرت طلحہؓ کے پاس سے گزرے اور انہیں غمگین دیکھ کر پوچھا:

''آپ غمگین کیوں ہیں؟ کیا آپ کو اپنے ابن عم (حضرت ابوبکرؓ) کی خلافت پر اعتراض ہے؟''

''نہیں یہ بات نہیں! بلکہ میں تو اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص بھی اسے موت کے وقت کہے گا تو یہ کلمہ اس کے اعمال نامہ کے لئے باعث نور بنے گا اور اس کی وجہ سے موت کے وقت اس کے جسم اور روح کو راحت حاصل ہوگی لیکن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کلمہ کے متعلق نہ پوچھ سکا اور آپ کی وفات ہوگئی۔'' حضرت طلحہؓ نے اپنی پریشانی کا سبب بتلاتے ہوئے کہا، حضرت عمرؓ گویا ہوئے:

''میں جانتا ہوں کہ اس سے مراد کون سا کلمہ ہے...... اس سے مراد وہی کلمہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا، اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اس سے زیادہ باعث نجات کوئی عمل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اس کی تلقین فرماتے۔''[1]

﴿حضرت طلحہؓ کی مہمان نوازی﴾

ایک دفعہ بنی عذرہ کے تین آدمی مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کون ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہے؟'' حضرت طلحہؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا ''یارسول اللہ! میں ان کی کفالت کے لئے تیار ہوں'' پس ان تینوں نومسلم مہمانوں کو لے کر خوشی خوشی گھر آگئے، ان میں سے دو نے یکے بعد دیگرے مختلف غزوات میں شہادت حاصل کی اور تیسرے نے بھی کچھ عرصہ بعد حضرت طلحہؓ کے مکان میں وفات پائی، ان کو اپنے مہمانوں سے جو انس پیدا ہوگیا تھا اس کا اثر یہ تھا کہ ہر وقت ان کی یاد تازہ رہتی تھی اور رات کے وقت خواب میں بھی ان ہی کا جلوہ نظر آتا تھا، ایک روز خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے

---

[1] رواہ ابن ماجہ (۳۷۸۵) واحمد (۱۳۱۲)

تینوں مہمانوں کیساتھ جنت کے دروازہ پر کھڑے ہیں لیکن جو سب سے آخر میں فوت ہوا تھا وہ سب سے آگے ہے اور جو سب سے پہلے شہید ہوا تھا وہ سب سے آگے پیچھے، حضرت طلحہؓ کو اس تقدم وتاخر پر سخت تعجب ہوا۔ صبح کے وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواب کا واقعہ بیان کیا تو ارشاد ہوا، ''اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ جو زیادہ دنوں تک زندہ رہا اس کو عبادت و نیک کاری کا زیادہ موقع ملا، اس لئے وہ جنت کے داخلہ میں اپنے ساتھیوں سے پیش تھا۔''[1]

﴿حضرت کعبؓ کی حضرت طلحہؓ سے محبت﴾

حضرت کعب بن مالکؓ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کے باعث معتوب بارگاہ تھے، ایک مدت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خطا معاف کر دی اور وہ خوش خوش دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضرت طلحہؓ نے دوڑ کر ان سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ حضرت کعبؓ فرمایا کرتے کہ ''میں طلحہؓ'' کے اخلاق کو کبھی نہ بھولوں گا کیونکہ مہاجرین میں سے کسی نے ایسی گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔''[2]

﴿حضرت طلحہؓ کے معمولات﴾

حضرت طلحہؓ اپنے حسن معاشرت کے باعث بیوی بچوں میں نہایت محبوب تھے، وہ اپنے کنبہ میں لطف ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اس کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ عقبہ بن ربیعہ کی لڑکی ام ابان سے اگرچہ بہت معزز اشخاص نے شادی کی درخواست کی لیکن انہوں نے حضرت طلحہؓ کو سب پر ترجیح دی، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا ''میں ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں، وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے...... باہر جاتے ہیں مسکراتے ہوئے...... کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے...... خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے...... اگر کوئی کام کردو تو شکر گزار ہوتے ہیں...... خطا ہو جائے تو معاف کردیتے ہیں۔''[3]

اب انہیں ڈھونڈ چراغ زیبا لے کر

---

[1] مسند احمد

[2] رواہ البخاری باب غزوۃ تبوک

[3] کنز العمال (۶/۴۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سرور عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو کھجور کے درختوں کے ذریعہ اپنے معاش کا انتظام کیا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''یہ لوگ کیسے درخت اگاتے ہیں؟'' لوگوں نے بتایا کہ یہ لوگ تابیر کرتے یعنی نر خوشوں کو مادہ خوشوں میں داخل کر کے درخت اگاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میرے خیال میں انہیں ایسا کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔''

چنانچہ ان لوگوں کو اس بات کی اطلاع ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس عمل کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے، لہٰذا انہوں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ان لوگوں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تمہیں اس عمل میں کوئی فائدہ ہے تو ضرور ایسا کرلو، میں نے محض اپنی رائے کا اظہار کیا تھا، تم میری رائے اور خیال پر عمل کرنے کے پابند نہیں لیکن جب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے کوئی بات بتاؤں تو اس پر عمل کرنا تمہارے لئے ضروری ہے کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق ہرگز جھوٹ نہیں بولوں گا۔''[1]

حضرت ابوہریرہؓ اور روایت حدیث

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت طلحہؓ کے پاس آیا اور عرض کیا ''اے ابومحمد! آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ یمانی شخص یعنی حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو آپ لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں؟ کیونکہ ہم ان سے ایسی ایسی احادیث سنتے ہیں جو آپ سے نہیں سنتے، یا کہیں ایسی بات تو نہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایسی بات بیان کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمائی؟'' حضرت طلحہؓ نے فرمایا ''یہ کہنا کہ

---

[1] رواہ مسلم (۴۳۵۶) وابن ماجہ (۲۴۶۱) واحمد (۱۳۲۲)

انہوں نے حضور ﷺ سے وہ احادیث سنی ہیں جو ہم نے نہیں سنی تو مجھے اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ یہ مسکین تھے، ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی اور یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان تھے، ان کا ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھ کے ساتھ ہوتا تھا (یعنی حضور ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور کبھی ان سے الگ نہ ہوتے تھے) جبکہ ہم مال دار گھر بار والے تھے اور ہم تو صرف صبح وشام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، لہٰذا مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے حضور سے ایسی احادیث سنی ہیں جو ہم نے نہیں سنیں اور ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو حضور ﷺ کی طرف کسی ایسی بات منسوب کرے جو آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو۔"[1]

﴿شہداء کی قبروں پر سے گزر﴾

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ شہداء اسلام کی قبور کی زیارت کے لئے گئے، پہلے ہم ایک پتھریلی زمین پر چڑھے پھر وہاں سے نیچے کی طرف اترے تو وادی کے نشیب میں کچھ شہداء کی قبریں تھیں، ہم نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی قبریں ہیں؟"

"یہ ہمارے مسلمان ساتھیوں کی قبریں ہیں" حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب ہم شہداء کی قبروں کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی قبریں ہیں۔"[2]

علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ نے شہداء کو اپنے بھائی قرار دے کر اس امر کی طرف راہنمائی فرمائی کہ اللہ کے نزدیک جو مقام شہداء کا ہے اور کسی کا نہیں۔"[3]

---

[1] رواہ الترمذی (۳۷۷۲)

[2] رواہ ابوداؤد (۱۷۴۷) واحمد (۱۳۱۵)

[3] عون المعبود، کتاب المناسک (۱۷۴۷)

﴿دو جنتی﴾

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ساتھ مسلمان ہوئے، ان میں سے ایک صاحب جہاد میں بہت زیادہ رغبت رکھنے والے تھے، وہ میدان جہاد میں برسرپیکار رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے، دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور میرے ساتھ وہ دونوں حضرات بھی کھڑے ہیں، اس دوران جنت سے ایک شخص باہر آیا اور اس شخص کو جنت میں آنے کی اجازت دی جن کا انتقال بعد میں ہوا تھا، پھر وہ شخص جو جنت سے آیا تھا، دوبارہ باہر نکلا اور شہید ہونے والے صاحب کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی، پھر وہ میری طرف آیا، اور مجھے کہا، ''تم واپس چلے جاؤ کیونکہ تمہارے داخل ہونے کا وقت ابھی نہیں آیا۔''

حضرت طلحہؓ نے یہ خواب لوگوں کو سنایا تو انہیں اس پر بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہوتا ہے، وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے۔ اس واقعہ کی خبر رسول اللہ ﷺ تک بھی پہنچ گئی، اور لوگوں نے سارا واقعہ آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

''تم کس بات پر تعجب کرتے ہو؟''

''یا رسول اللہ! یہ آدمی تو زیادہ کوشش و جہاد کرنے والے تھے اور پھر شہید بھی ہوئے، لیکن دوسرے صاحب ان سے پہلے جنت میں داخل کیسے ہوگئے؟'' لوگوں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

حضور اقدس ﷺ نے لوگوں کے اس تعجب کو رفع کرتے ہوئے فرمایا:

''جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں دیکھتے، کتنی زیادہ ہوگئیں، ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہوئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں۔''

''ایسا تو ہے، یارسول اللہ!'' لوگوں نے عرض کیا، اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: ''ایک سال کے اعمال کے فرق سے ان دونوں کے درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ آ گیا جو فاصلہ زمین آسمان کے درمیان ہے۔''[1]

﴿غزوہ احد میں حضرت طلحہؓ کی شجاعت﴾

غزوہ احد ۳ ہجری میں پیش آیا، اس جنگ میں پہلے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کفار بھاگ کھڑے ہوئے لیکن مسلمان جیسے ہی اپنی جگہ سے ہٹ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوئے تو کفار نے پھر پلٹ کر حملہ کر دیا، اس ناگہانی حملہ نے مسلمانوں کو ایسا بدحواس کیا کہ جو جس طرف تھا اسی طرف سے بھاگ کھڑا ہوا، حضور ﷺ کے ساتھ بارہ انصاری صحابی ثابت قدم رہے جن میں حضرت طلحہؓ بھی تھے، کفار نے ان حضرات کو کمزور دیکھ کر ان پر حملہ کر دیا، جب حضور ﷺ نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، ''ہم لوگوں کی حفاظت و دفاع کون کرے گا؟''

''میں دفاع کروں گا'' حضرت طلحہؓ نے عرض کی۔

''ٹھیک ہے! لیکن تمہارے علاوہ کون ہوگا؟'' حضور ﷺ نے دریافت فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ میں ان کے ساتھ مل کر دفاع کروں گا'' ایک انصاری صحابی نے پکار کر کہا۔

''ٹھیک ہے! آپ جا کر لڑیں'' حضور ﷺ نے ان انصاری صحابی کی تشکیل فرمائی، وہ کفار کے نرغہ میں گھس گئے اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے، حضور ﷺ نے دیکھا کہ کفار و مشرکین بدستور حملہ کی نیت سے بڑھتے چلے آ رہے ہیں، لہٰذا آپ نے پھر فرمایا:

''ان کے مقابلہ میں کون جائے گا؟''

''یارسول اللہ! میں تیار ہوں'' حضرت طلحہؓ نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے! لیکن تمہارے علاوہ کون تیار ہے؟'' حضور ﷺ نے اپنے

---

[1] رواہ ابن ماجہ و احمد (۱۳۲۷)

ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، اس مرتبہ بھی ایک انصاری صحابی نے کفار سے لڑنے کی حامی بھرلی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بھی تشکیل فرمادی، وہ بھی لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے، پھر بدستور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک کرکے اپنے اصحاب کی تشکیل فرماتے رہے اور انہیں کفار کی طرف بھیجتے رہے، یہاں تک کہ ایک ایک کرکے سب شہید ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت طلحہؓ کے ساتھ تنہا باقی رہ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب معمول فرمایا:

''ان کے مقابلہ میں کون جائے گا؟''

''یا رسول اللہ! میں تیار ہوں'' حضرت طلحہؓ نے بدستور وہی جواب عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی اور حضرت طلحہؓ کفار کے نرغہ میں گر پڑے اور جمال نبوت کا یہ شیدائی ہالہ بن کر خورشید نبوت کو آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے بچاتا رہا، حضرت طلحہؓ نے اکیلے گیارہ آدمیوں جتنی لڑائی کی یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر تلوار لگی اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور انہوں نے ایک آواز نکالی جس سے تکلیف کا احساس ہوتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اگر تم اس لفظ کے بجائے بسم اللہ کہتے تو فرشتے تمہیں اٹھا لے جاتے۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت طلحہؓ کی اس قربانی کو قبول فرمایا اور مشرکین کے حملہ کو توڑ دیا۔[1]

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کو دیکھا تو فرمایا:

﴿هٰذَا مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهُ﴾

''یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے (اللہ کے راستہ میں مثالی جدوجہد انجام دینے کی) منت کو پورا کیا ہے۔''[2]

علامہ سندیؒ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت طلحہؓ نے اپنے اس عزم اور

---

[1] رواہ النسائی (۳۰۹۸)

[2] رواہ ابن ماجہ (۱۲۳) والترمذی (۳۱۳۶)

نذر کو پورا فرمایا کہ وہ اللہ کے راستہ میں شہید ہوں گے یا اللہ کے دشمنوں کے خلاف برسر پیکار ہوں گے، حضرت طلحہؓ نے اللہ کے دشمنوں کو قتل بھی کیا اور خود بھی اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے۔''[1]

غزوہ احد کا ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جب جنگ احد کا ذکر کرتے تو یہ ارشاد فرماتے کہ یہ دن سارے کا سارا حضرت طلحہؓ کے حساب میں ہے، پھر تفصیل سے بیان فرماتے ہیں کہ ''میدان جنگ سے منہ موڑنے والوں میں سب سے پہلے واپس لوٹنے والا میں تھا، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے بڑے زور شور سے جنگ کر رہا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کرے یہ حضرت طلحہ ہوں، اس لئے کہ جو ثواب مجھ سے چھوٹنا تھا چھوٹ گیا، اب مجھے زیادہ پسند یہ تھا کہ یہ ثواب میری قوم کے کسی آدمی کو ملے (اور حضرت طلحہؓ میری قوم کے آدمی تھے) اور میرے اور مشرکین کے درمیان ایک آدمی اور تھا جسے میں پہچان نہیں رہا تھا اور میں بنسبت اس آدمی کے حضور ﷺ سے زیادہ قریب تھا لیکن وہ مجھ سے زیادہ تیز چل رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابو عبیدہ بن جراح ہیں، ہم دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کا اگلا دانت شہید ہو چکا ہے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہے اور خود کی دو کڑیاں آپ کے رخسار مبارک میں گھس گئی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھی طلحہؓ کی خبر لو جو کہ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے (حضور ﷺ کو زخمی حالت میں دیکھ کر) ہم لوگ آپ کے اس فرمان کی طرف توجہ نہ کر سکے (ہم بہت پریشان ہو گئے تھے) میں حضور ﷺ کے چہرے سے کڑیاں نکالنے کے لئے آگے بڑھا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے مجھے اپنے حق کی قسم دے کر کہا کہ ''یہ سعادت میرے لئے چھوڑ دو'' میں نے یہ موقع ان کے لئے چھوڑ دیا، انہوں نے ہاتھ سے کڑیاں نکالنا پسند نہ کیا کہ اس سے حضور ﷺ کو تکلیف ہوگی لہٰذا دانتوں سے پکڑ کر ایک کڑی نکالی، کڑی کے ساتھ ان کا سامنے کا دانت بھی نکل کر گر گیا، جو عمل انہوں نے کیا اس کو سرانجام دینے کے لئے میں آگے بڑھا تو

[1] شرح سنن ابن ماجہ للسندی، کتاب (المقدمہ، (۱۲۳)

انہوں نے پھر مجھے اپنے حق کی قسم دے کر کہا، ''اس سعادت کے لئے مجھے چھوڑ دو'' اور انہوں نے پہلی مرتبہ کی طرح دانتوں سے پکڑ کر کڑی کو نکالا، اس دفعہ کڑی کے ساتھ ان کا دوسرا دانت بھی نکل کر گر گیا، دانتوں کے ٹوٹنے کے باوجود حضرت ابوعبیدہؓ لوگوں میں بڑے خوبصورت نظر آتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے فارغ ہو کر ہم لوگ حضرت طلحہؓ کے پاس آئے، وہ ایک گڑھے میں پڑے ہوئے تھے، اور ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے اور ان کی انگلی بھی کٹ گئی تھی، ہم ان کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے۔[1]

﴿حضرت طلحہؓ کی مدح میں کلام شعراء﴾

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میں یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا:

نحن حماة غالب و مالک
نذب عن رسولنا المبارک
نضربُ عنه القوم فی المعارک
ضرب صفاح الکوم فی المبارک

''ہم قبیلہ بنو غالب اور بنو مالک کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ہم اپنے مبارک رسول کی طرف سے دفاع کر رہے ہیں اور میدان جنگ میں ہم دشمن کو تلواریں مار مار کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے ہٹا رہے ہیں اور ہم ایسے مار رہے ہیں جیسے اونچے کوہان والی موٹی اونٹنیوں کو بیٹھنے کی جگہ میں کناروں پر مارا جاتا ہے، (یعنی جب انہیں ذبح کر کے گوشت بنایا جاتا ہے)''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ احد سے واپس ہوتے ہی حضرت حسان بن ثابتؓ سے فرمایا کہ ''تم طلحہؓ کی تعریف میں کچھ اشعار کہو۔'' چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے یہ اشعار

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۱/۳۵۹)، والبدایۃ والنہایۃ (۴/۲۹)

کہے:

وطلحه يوم الشعب آسى محمدا
على ساعة ضاقت عليه و شقت
يقيه بكفيه الرماح و اسلمت
اشاجعه تحت السيوف فشلت
وكان امام الناس الا محمد
اقام رحى الاسلام حتى استقلت

''اور گھاٹی کے دن طلحہؓ نے تنگی اور مشکل کی گھڑی میں حضرت محمد ﷺ کی پوری طرح غم خواری کی اور ان پر جان نثاری کی۔ اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعہ وہ حضور ﷺ کو نیزوں سے بچاتے رہے اور حضور ﷺ کو بچانے کے لئے انہوں نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو تلواروں کو نیچے کر دیا جس سے وہ شل ہوگئیں، حضرت محمد ﷺ کے علاوہ تمام لوگوں سے آگے تھے اور انہوں نے اسلام کی چکی کو ایسا قائم کیا کہ وہ مستقل چلنے لگی۔''

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت طلحہؓ کی تعریف میں یہ اشعار کہے۔

حمى نبى الهدى والخيل تتبعه
حتى اذا مالقوا حامى عن الدين
صبرا على الطعن ذولت حماتهم
والناس من بين مهدى و مفتون
يا طلحه بن عبيدالله قدوجبت
لک الجنان وزوجت المها العين

''طلحہ نے ہدایت والے نبی ﷺ کی حفاظت کی حالانکہ سوار آپ

کا پیچھا کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب وہ سوار قریب آ جاتے تو یہ دین کی خوب حفاظت کرتے۔ جب لوگوں کی حفاظت کرنے والے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے اس وقت انہوں نے نیزوں پر صبر کیا اور اس دن لوگ دو طرح کے تھے۔ ہدایت یافتہ مسلمان اور فتنہ میں مبتلا کافر۔ اے طلحہؓ بن عبیداللہ! تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی اور خوبصورت اور آہو چشم حوروں سے تمہاری شادی ہو گئی۔"

حضرت عمرؓ نے یہ شعر کہا:

حمی نبی الھدی بالسیف منصلتاً

لما تولی جمیع الناس وانکشفوا

"جب تمام لوگوں نے پشت پھیر لی اور شکست کھا گئے، اس وقت طلحہؓ نے ننگی تلوار سے ہدایت والے نبی کی حفاظت کی۔"

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اے عمر! تم نے سچ کہا۔"[1]

حضرت طلحہؓ کی شہادت

حضرت طلحہؓ حضرت عمرؓ کی خلافت کے شروع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے، اسی جنگ کے دوران ایک تیر ان کے گھٹنے میں لگا جس سے خون بہہ نکلا، جب اس کو روکتے تو خون بند ہو جاتا اور جب چھوڑتے تو وہ دوبارہ جاری ہو جاتا، اس پر حضرت طلحہؓ نے فرمایا:

"اس کو چھوڑ دو! یہ تیر نہیں بلکہ پیام خداوندی ہے۔"

یہی تیر حضرت طلحہؓ کے لئے تیر قضا ثابت ہوا۔[2]

---

1. حیاۃ الصحابہ (۱/۲۹۶)
2. فرمان جان الرسول ﷺ ص ۳۹ ، سیر الصحابہ (۱/۱۱۳)

﴿حضرت طلحہؓ کے جسدِ خاکی کی حفاظت﴾

جس جگہ حضرت طلحہؓ کو دفن کیا وہ زمین نشیبی تھی اور اکثر غرضِ آب رہتی تھی، ایک شخص نے مسلسل تین دفعہ حضرت طلحہؓ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی لاش کو اس قبر سے منتقل کرنے کی ہدایت فرمارہے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس نے خواب کا سنا تو حضرت ابو بکرؓ کا مکان دس ہزار درہم میں خرید کر ان کی لاش کو اس میں منتقل کر دیا، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ''اتنے عرصہ (تیس سال تقریباً)[1] گزر جانے کے باوجود یہ جسم خاکی اسی طرح محفوظ و مامون تھا یہاں تک کہ آنکھوں میں جو کافور لگایا تھا وہ بھی بعینہٖ موجود تھا۔''[2]

---

[1] اسد الغابہ ص ۳/۱۶۱)

﴿سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ﴾

''اللہ تیرے عطا کردہ مال میں بھی برکت عطا فرمائے اور تیرے باقی ماندہ مال میں بھی برکت عطا فرمائے۔'' (فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

مختصر حالات زندگی

آپ کا نام ''عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ'' ہے۔ آپ قریشی زہری ہیں اور کنیت ''ابومحمد'' تھی۔ جاہلیت میں آپ کا نام باختلاف روایت عبدعمرو یا عبدالکعبہ تھا۔ جب ایمان لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ آپ کی والدہ کا نام ''شفا بنت عوف بن عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ'' ہے۔

۱ھ عام الفیل میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے۔ آپ ان آٹھ خوش نصیب مسلمانوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے آغاز بعثت میں اسلام قبول کیا اور عشرہ مبشرہ کے ان پانچ بزرگواروں میں سے ایک ہیں جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مشرف باسلام ہوئے اور ان چھ اکابر میں سے ایک ہیں جن کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت شایان خلافت بتایا تھا۔ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھی تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا شمار دولت مند صحابہ کرام میں ہوتا ہے، سخاوت اور دریا دلی ان کا وصف خاص تھی، اسلام کو ان کے مال سے بہت فائدہ حاصل ہوا۔ اللہ کے راستہ میں بے دریغ خرچ کرنے کے باوجود مال و دولت کی اتنی بہتات تھی کہ سونا ہی اتنا تھا کہ آپ کے انتقال کے بعد کلہاڑیوں سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔ چار بیویاں تھیں اور ہر ایک کے حصہ میں اسی اسی ہزار آیا۔ ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور تین سو بکریاں اس کے علاوہ تھیں۔

وفات

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے سن وفات کے بارے میں اختلاف ہے،

صاحب اکمال نے ۳۲ھ اور ابن الاشہر الجزری نے ۳۵ھ تحریر فرمایا ہے۔ بمقام مدینہ منورہ بعمر پچھتر سال وفات پائی۔ انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ اصحاب بدر میں سے جو زندہ ہوں ان میں سے ہر ایک کو چار چار سو دینار دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسے ایک سو اصحاب نکلے۔[1]

﴿حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی خودداری﴾

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ مدینہ کی طرف ہجرت کریں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان اصحاب میں سے تھے جو اس ہجرت میں پیش پیش تھے۔

جب حضور اقدس ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاۃ اور بھائی چارے کا رشتہ قائم فرمایا تو سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بھائی بنا دیا۔ حضرت سعدؓ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا ''اے میرے بھائی! میں مدینہ کا سب سے زیادہ مالدار شخص ہوں، میرے پاس دو باغ ہیں اور دو عورتیں میرے نکاح میں ہیں، جو باغ آپ کو پسند ہو میں اسے آپ کے لیے خالی کر دوں گا اور جو عورت آپ کو پسند ہو میں اسے طلاق دے دوں گا۔ آپ اس سے نکاح کرلیں۔'' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ آپ کے اہل وعیال اور مال میں برکت عطا فرمائے مجھے تو صرف بازار کا راستہ بتا دیجئے۔''

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے انہیں بازار کا راستہ بتا دیا، لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بازار میں تجارت کرنے لگے، سامان خریدنے اور فروخت کرنے لگے، اس تجارت کے نتیجہ میں انہیں بہت سا نفع حاصل ہوا جس سے وہ اپنی ضروریات کا انتظام کرنے پر قادر ہوگئے۔[2]

---

[1] مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: الریاض النضرۃ فی اصحاب العشرۃ للمحب الطبری، عشرہ مبشرہؓ از قاضی حبیب الرحمٰنؒ اور سیر الصحابۃ از شاہ معین الدین احمد ندویؒ

[2] صور من حیاۃ الصحابۃ، ص: ۲۵۵، کذا رواہ البخاری (۱۹۰۷)

﴿حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا نکاح﴾

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ کی تجارت میں اتنا مال جمع کرلیا جس سے وہ مہر کی رقم ادا کرلیں، چنانچہ انہوں نے شادی کرلی، شادی کے بعد جب وہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو ان کے کپڑوں پر لگی خوشبو کو محسوس کرکے حضور ﷺ نے متعجبانہ انداز میں دریافت فرمایا۔

''عبدالرحمٰن! یہ کیا؟''

''یارسول اللہ! میں نے شادی کرلی ہے!'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''آپ نے اپنی بیوی کو کتنا مہر دیا؟'' حضور ﷺ نے استفسار فرمایا۔

''ایک گٹھلی کے بقدر سونا میں نے مہر میں دیا ہے'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''اب ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے۔'' حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اس دعا کے بعد دنیا اس طرح میری طرف جھک گئی کہ میرا خیال تھا کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاؤں گا تو مجھے امید ہے کہ اس کے نیچے سونا یا چاندی موجود ہوگی۔''[2]

﴿لشکر کی تیاری میں مدد﴾

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے جہاد کیلئے ایک لشکر بھیجنے کا ارادہ فرمایا، لشکر کے انتظام کیلئے آپ اپنے صحابہ کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا ''میں ایک لشکر بھیجنے کا

---

[1] رواہ البخاری (۱۹۰۷)

[2] صور من حیاۃ الصحابۃ، ص ۲۵۵

ارادہ کر رہا ہوں، لہٰذا تم اس کیلئے اپنا مال خرچ کرو۔''

یہ سننا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فوراً اپنے گھر گئے اور جلدی سے واپس آ گئے اور عرض کیا ''یارسول اللہ! میرے پاس چار ہزار درہم تھے، دو ہزار میں نے اپنے رب کو قرض دے دیئے اور دو ہزار میں نے اپنے گھر والوں کے لئے چھوڑ دیئے۔'' یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تیرے عطا کردہ مال میں بھی برکت عطا فرمائے اور تیرے باقی ماندہ مال میں بھی برکت عطا فرمائے۔''[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طویل سجدہ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کا غم

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے چار پانچ صحابی رضی اللہ عنہم دن رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے اور کبھی آپ سے جدا نہیں ہوتے تھے تا کہ آپ کو جو ضرورت پیش آئے اس میں کام آسکیں، چنانچہ ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے، میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا۔ آپ روساء انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور نماز شروع کر دی اور سجدہ فرمایا اور بہت لمبا سجدہ کیا، میں رونے لگ پڑا۔ میں یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کر لی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اٹھا کر مجھے بلایا اور فرمایا ''تمہیں کیا ہوا؟'' میں نے عرض کیا، ''یارسول اللہ! آپ نے بہت لمبا سجدہ کیا، جس کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کر لی ہے اور اب میں آپ کو کبھی بھی زندہ نہ دیکھ سکوں گا'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میرے رب نے مجھ پر میری امت کے بارے میں ایک خاص فضل فرمایا، اس کے شکرانے میں میں نے اتنا لمبا سجدہ کیا اور وہ یہ ہے کہ میری امت میں سے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے دس نیکیاں لکھیں گے اور اس کی دس برائیں مٹا دیں گے۔''[2]

---

[1] صور من حیاۃ الصحابۃ، ص: ۲۵۶

[2] حیاۃ الصحابۃ (۳۳۶/۳)

﴿فرشتوں کے ذریعہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی مدد﴾

حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''حضور ﷺ ایک گھاٹی میں تھے، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا ''کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے؟'' میں نے عرض کیا، ''جی ہاں، یا رسول اللہ! میں نے انہیں پہاڑ کے دامن میں دیکھا تھا اور کافروں کی ایک فوج نے ان پر حملہ کیا ہوا تھا۔ اس لیے میں نیچے اترنے لگا (تاکہ ان کی مدد کروں) لیکن راستہ میں آپ ﷺ مجھے نظر آ گئے تو میں انہیں چھوڑ کر آپ ﷺ کے پاس آ گیا۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''غور سے سنو! فرشتے ان کے ساتھ مل کر کافروں سے جنگ کر رہے ہیں'' میں وہاں سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف چل پڑا۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ مشرکوں کا لشکر جا چکا ہے اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے چاروں طرف سات مشرک قتل ہوئے پڑے ہیں، میں نے کہا ''آپ کو کامیابی حاصل ہوگئی ہے، کیا آپ نے اکیلے ان سب کو قتل کیا ہے؟'' انہوں نے کہا، ''یہ ارطات بن عبد شرجیل اور یہ کافر، ان دو کو تو میں نے قتل کیا ہے اور باقی ان پانچ کو اس شخص نے قتل کیا ہے جو مجھے نظر نہیں آ رہا تھا'' میں نے کہا ''اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے سچ کہا ہے۔''[1]

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر اعتماد﴾

حضرت ابو جعفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرات شورای سے فرمایا ''اگر آپ لوگ امر خلافت کے بارے میں مشورہ کریں (اور اگر رائے میں اختلاف ہو اور چھ حضرات) دو، دو اور دو ہو جائیں یعنی تین آدمیوں کو خلیفہ بنانے کی رائے بن رہی ہو تو دوبارہ مشورہ کرنا اور اگر چار اور دو ہو جائیں تو زیادہ یعنی چار کی رائے اختیار کر لینا'' حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''اگر اختلاف رائے کی وجہ سے یہ حضرات تین اور تین ہو

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳/۵۸۵)

جائیں تو جدھر عبدالرحمٰن بن عوف ہوں ادھر کی رائے اختیار کر لینا اور ان حضرات کے فیصلہ کو سننا اور ماننا۔"[1]

﴿حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا﴾

ایک مرتبہ ایک غزوہ سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نماز کی تیاری کیلئے تشریف لے گئے، (نماز کا وقت چونکہ بہت کم تھا اس لیے) جب یہ حضرات واپس تشریف لائے تو لوگوں نے صبح کی نماز کی جماعت کھڑی کر لی تھی اور امامت کے لیے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کیا تھا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور دوسری رکعت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے صف میں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا اور اپنی نماز پوری کر لی۔ اس صورتحال کو دیکھ کر لوگ گھبرا گئے (کہ کہیں یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناگواری کا باعث نہ بن جائے) لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کر لی تو فرمایا۔

﴿قَدْ أَصَبْتُمْ﴾

"تم نے بالکل ٹھیک کیا۔"[2]

﴿ازواج مطہرات کی کفالت﴾

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس بات کا بہت زیادہ غم ہے کہ میری وفات کے بعد تمہارا کیا بنے گا اور تمہاری کفالت میں وہی لوگ صبر کر سکیں گے جو (نفس کی مخالفت میں) صبر کرنے والے ہوں (کیونکہ وہ خود کم رکھیں گے اور تمہیں زیادہ عطا کریں گے) پھر حضرت عائشہ

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۲/۵۳)

[2] مسلم (۴۱۰) والنسائی (۸۱) وابوداؤد (۱۴۸) واحمد (۱۷۴۳۲) والدارمی (۱۳۰۱)

رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنت کا سلسبیل پلائے۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار کی مالیت کا ایک باغ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے وقف کر دیا تھا۔[1]

ایک غیر مقلد عالم امام عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ ''تحفۃ الاحوذی'' میں اس حدیث کی شرح میں لفظ ''سلسبیل'' کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

''صاحب قاموس نے فرمایا کہ سلسبیل سے مراد (۱) ایسا دودھ ہے جس میں ملاوٹ نہ ہو (۲) شراب (۳) جنت کا ایک چشمہ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا﴾ (الدھر: ۱۷ . ۸۰)

''اور وہاں ان کو ایسی شراب بھی پلائی جائے گی جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔''[2]

﴿حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا تقویٰ﴾

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (افطاری کا) کھانا پیش کیا گیا، وہ روزے سے تھے، کھانے کو دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جذباتی ہوگئے اور فرمایا:

''حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، وہ مجھ سے بہتر تھے لیکن انہیں کفن کیلئے صرف ایک ایسی مختصر چادر نصیب ہوئی کہ اگر ان کے سر کو ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں کو ڈھانپا جاتا تو سر ننگا ہو جاتا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو

---

[1] رواہ الترمذی (۳۶۸۲) واحمد (۳۳۳۴۵)

[2] تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری، کتاب المناقب عن رسول اللہ (۳۶۸۲)

شہید کیا گیا حالانکہ وہ بھی مجھ سے بہتر تھے، پھر دنیا ہمیں حاصل ہوئی اور اس کا مال دولت ہمارے حصے میں آ گیا، ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں دنیا میں ہی تو نہیں مل گیا۔"

یہ فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھانا چھوڑ دیا اور رونا شروع کر دیا۔[1]

﴿ابو جہل کا قتل﴾

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "غزوہ بدر کے دن میں مجاہدین کی ایک صف میں کھڑا تھا، میں نے اپنے دائیں اور بائیں طرف دیکھا تو نوعمر دو انصاری لڑکے کھڑے تھے، میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میرے اردگرد کوئی طاقتور حضرات ہوتے تو زیادہ اچھا تھا۔ اتنے میں ان میں سے ایک میری طرف متوجہ ہوا اور کہا۔

"اے چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو جانتے ہیں۔"

"ہاں! میں جانتا تو ہوں، لیکن آپ کو کیا کام ہے؟ اے میرے بھتیجے!"

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے الگ نہیں ہوں گا جب تک وہ مجھ سے پہلے قتل نہ ہو جائے۔"

مجھے اس کی بات پر بڑا تعجب ہوا۔ اسی اثنا میں دوسرا لڑکا میری طرف متوجہ ہوا اور اس نے بھی مجھ سے اسی قسم کی گفتگو کی، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ابو جہل کو لوگوں میں چکر لگاتے دیکھا اور فوراً ان لڑکوں سے کہا "جس شخص کو تم دونوں تلاش کر رہے ہو وہ یہ ہے۔"

میرا یہ کہنا تھا کہ وہ دونوں عقاب کی طرح اس پر جھپٹے اور تلواروں کے وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ دونوں لڑکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ

---

[1] رواہ البخاری (۱۱۹۶)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ ''اسے کس نے قتل کیا ہے؟'' ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا ''اسے میں نے قتل کیا ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کرلی ہیں؟'' دونوں نے نفی میں جواب دیا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا ''اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گا۔'' ان دونوں لڑکوں میں سے ایک کا نام معاذ بن عفرا رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ تھا۔''[1]

﴿علمی وسعت﴾

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام جانے کیلئے روانہ ہوئے، جب وہ مقام ''سرغ'' میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ طاعون کی وبا شام میں بھی پھیل چکی ہے اور وہ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ شام جائیں یا نہ جائیں پس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس عقدہ کو حل کرتے ہوئے فرمایا ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''جب تمہیں کسی علاقہ کے متعلق معلوم ہو کہ وہاں وبا پھیل چکی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم پہلے سے وہاں موجود تھے تو پھر وہاں سے فرار مت اختیار کرو۔''

اس حدیث کو سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مقام سرغ سے واپس لوٹ گئے اور شام جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔[2]

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مقام عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ﴾

حضرت بجالہ بن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مناذر نامی علاقہ میں جزء بن معاویہ کا کاتب تھا، ایک مرتبہ ہمارے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط آیا، اس میں تحریر تھا:

---

[1] رواہ البخاری (۲۹۰۸) ومسلم (۳۲۹۶) واحمد (۱۵۸۳)

[2] رواہ البخاری (۶۴۵۸) ومسلم (۴۱۱۴) وابوداؤد (۲۶۹۷) واحمد (۱۵۷۷) مالک (۱۳۹۱)

''اپنے علاقہ کے مجوسیوں کو تلاش کرو اور ان سے جزیہ لو، کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ حضور انور ﷺ نے ہجر نامی جگہ کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔''[1]

﴿حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تیمارداری کرتے ہیں﴾

ایک مرتبہ حضرت ابوالرداد لیثی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کی تیمارداری کیلئے تشریف لائے، حضرت ابوالرداد نے انہیں دیکھ کر کہا ''تمام لوگوں میں سب سے بہترین اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ابو محمد یعنی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔'' یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم (صلہ رحمی) کو پیدا کیا ہے اور اس کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ جو اس کو جوڑے گا میں اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اسے (اپنی رحمت خاصہ سے) توڑ دوں گا۔''[2]

﴿فراست عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ﴾

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حج کیلئے تشریف لے گئے۔ اس حج کے موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ نے یہ رائے پیش کی کہ ''اس موقع پر تو ہر طرح کے لوگ جمع ہوتے ہیں لہٰذا آپ خطبہ کو موخر فرما دیجئے، جب مدینہ پہنچ جائیں تو وہاں جا کر لوگوں میں خطبہ ارشاد فرمائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ کی اس رائے کو پسند فرمایا اور خطبہ کے ارادہ کو موخر فرما دیا اور مدینہ پہنچ کر بتقاضائے ضرورت

---

[1] رواہ الترمذی (۱۵۱۲) وابوداؤد (۱۵۶۹) واحمد (۱۵۲۹) والدارمی (۲۳۸۹)

[2] رواہ الترمذی (۱۸۳۰) وابوداؤد (۱۴۴۴) واحمد (۱۵۷۱)

لوگوں میں خطبہ ارشاد فرمایا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قوت حافظہ

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت فرمایا ''اے لڑکے! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ یا ان کے صحابہ کرام میں سے کسی سے اس بارے میں کوئی ارشاد سنا ہے کہ ''اگر کسی آدمی کو نماز کی رکعات کے متعلق شک ہو جائے تو وہ کیا کرے؟'' ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور پوچھا، ''آپ کس مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے؟'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے اس لڑکے سے یہ پوچھا تھا کہ اگر کسی آدمی کو اپنی نماز کی رکعات کے بارے میں شک ہو جائے تو اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ یا ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے کوئی حکم سنا ہے۔'' یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو نماز کے متعلق یہ شک ہو کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو پڑھ لی ہیں تو وہ ایک شمار کرے اور اگر اس بارے میں شک ہو کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو دو رکعتیں شمار کرے اور جب اس بارے میں شک ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو تین رکعتیں شمار کرے اور آخر میں سجدہ سہو بھی کرے۔''[2]

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی صفت عدالت

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مسئلہ پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوا، اس نے عرض کیا ''میں اور میرا ایک ساتھی دو گھوڑوں پر سوار ایک تنگ وادی میں سے گزر رہے تھے کہ ہمیں ایک ہرن نظر آئی، ہم نے اس کا شکار کر لیا حالانکہ ہم احرام کی حالت میں تھے، اب ہمیں کفارہ میں کیا چیز دینا ہو گی؟'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قریب بیٹھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا

---

[1] رواہ احمد (۳۴۳)

[2] رواہ الترمذی (۳۶۴) وابن ماجہ (۱۱۹۹) واحمد (۱۵۶۸)

''میرے پاس آؤ تا کہ ہم دونوں مل کر اس شخص کے کفارے کے متعلق فیصلہ کریں'' چنانچہ دونوں حضرات نے مل کر یہ فیصلہ کیا یہ کفارہ میں ایک بکری ذبح کریں۔

وہ آدمی جب روانہ ہوا تو اس نے کہا ''امیر المومنین اتنی طاقت بھی نہیں رکھتے کہ ایک ہرن کے بارے میں فیصلہ کریں!'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن لی اور اسے بلا کر پوچھا ''کیا تو نے سورہ مائدہ پڑھی ہے؟'' اس نے نفی میں جواب دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استفسار فرمایا ''کیا تو اس شخص کو پہچانتا ہے جس نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا ہے؟'' اس نے لاعلمی کا اظہار کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر تو نے سورۂ مائدہ پڑھی ہوتی تو میں تجھے ضرور سزا دیتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یَحْکُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْیًا بَالِغَ الْکَعْبَةِ﴾ (المائدۃ ۹۵)

''تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کردیں اور یہ قربانی کعبے پہنچائی جائے۔''

اور شخص یہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔''[1]

علامہ باجی مالکیؒ ''منتقی شرح موطا مالک'' فرماتے ہیں:

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سائل کو خبردار کیا کہ جس شخص نے ان کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا ہے وہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ ہیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر اس نے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا تذکرہ سنا ہوگا تو ان کی عدالت سے واقف ہوگا اور اگر پہلے ان کا تذکرہ نہ سنا ہوگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتہائی کم وقت میں سوالیہ انداز میں اسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی عدالت، امانت اور علمیت سے متعارف کروادیا۔ اسی وجہ سے آپ نے اس سے کہا، ''یہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

---

[1] رواہ مالک (۸۶۸)

ہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا صراحۃً نام لیا تاکہ سائل کیلئے ان کی عدالت و امانت کا علم ہونا ممکن تھا کیونکہ وہ ایک مشہور آدمی تھے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ محض ان کی عدالت کا ذکر کرنا چاہتے تھے فرماتے "یہ عادل ہیں۔"[۱]

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جہاد کیلئے روانگی اور فتح

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ شعبان ۶ھ میں "دومۃ الجندل" کی مہم پر روانہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر اپنے دست اقدس سے عمامہ باندھا۔ پیچھے شملہ چھوڑا اور جھنڈا ہاتھ میں دے کر فرمایا:

"اللہ کے نام کے ساتھ اس کی راہ میں روانہ ہوجا، جو لوگ اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہیں ان سے جا کر جہاد کر۔ لیکن کسی کو دھوکہ نہ دینا، فریب نہ کرنا، بچوں کو نہ مارنا، یہاں تک کہ دومۃ الجندل پہنچ کر قبیلہ کلب کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ قبول کرلیں تو ان کے سردار کی لڑکی سے نکاح کرلے۔"

یہ اعزاز حاصل کرکے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہوکر دومۃ الجندل پہنچے اور تین دن تک دعوت و تبلیغ اسلام کا فریضہ خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے، یہاں تک کہ قبیلہ کلب کے سردار اصبغ بن عمرو اور ان کی قوم کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور جن لوگوں کو اسلام کی دولت میسر نہ آئی انہوں نے جزیہ منظور کرلیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حسب فرمان اصبغ کی لڑکی تماضر سے شادی کرلی اور انہیں مدینہ لے آئے، حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔[۲]

---

۱ المنتقیٰ شرح موطا مالک، کتاب الحج (۸۶۸)

۲ طبقات ابن سعد، ص: ۶۴، بحوالہ سیر الصحابۃ (۱۲۲/۲)

﴿صف اول کے نمازی﴾

۲۳ھ میں ایک روز حسب معمول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے کہ اچانک فیروز نامی ایک عجمی غلام نے حملہ کردیا اور متعدد زخم پہنچائے، حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر امامت کے مصلیٰ پر کھڑا کیا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی نماز تمام کی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر ان کے گھر لے آئے۔[1]

﴿وقف ہے ذہن فقط تیرے تصور کے لئے﴾

نوفل بن ایاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہوتا رہتا تھا، ان کی مجلس انتہائی فیض رساں ہوتی تھی، ایک دن وہ ہمیں اپنے دولت کدہ پر لے گئے۔ پھر خود اندر گئے اور غسل کر کے باہر نکلے، اس کے بعد کھانا آیا تو روٹی اور گوشت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے، میں نے پوچھا، ”اے ابومحمد! یہ گریہ وزاری کیسی ہے؟“ فرمایا ”رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی لیکن تمام عمر آپ کو اور آپ کے اہل وعیال کو پیٹ بھر جو کی روٹی بھی نہ ملی، ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اتنے دنوں تک دنیا میں رہنا ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔“[2]

﴿پیکر صدق وصفا﴾

دیانتدار اور صدق وصفا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا شعار تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی صداقت پر اس قدر اعتماد تھا کہ مدعی یا مدعی علیہ ہونے کی حیثیت میں بھی وہ تنہا ان کے بیان کو کافی سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ کی عدالت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے

---

[1] سیر الصحابۃ (۱۲۵/۲)

[2] الاصابۃ (۱۷۷/۴)

مقدمہ دائر کیا کہ ”میں نے آل عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قطعہ زمین خریدا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربار نبوت سے بطور جاگیر مرحمت ہوا تھا، لیکن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا دعویٰ ہے کہ ان کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ساتھ جاگیر ملی تھی اور فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک ان کا حصہ ہے“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے خلاف اور اپنے حق میں گواہی دے سکتے ہیں۔“[1]

سخاوت بے کنار

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا تجارتی قافلہ مدینہ آیا، یہ قافلہ سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ ان اونٹوں پر صرف گندم، آٹا اور دوسری اشیائے خورد و نوش موجود تھیں، اس عظیم الشان قافلہ کی آمد کی خبر پورے مدینہ میں پھیل گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جنت میں رینگتے ہوئے جائیں گے۔“

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کی ”میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے پورا قافلہ مع اسباب وسامان بلکہ اونٹ اور کجاوہ تک اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔“[2]

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی بیماری

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ زیادہ تر ریشم کا لباس زیب تن فرماتے تھے کیونکہ فقر و فاقہ میں بیماری کی وجہ سے حضور انور ﷺ نے خاص طور پر اجازت دی تھی۔

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ ابوسلمہ ریشمی کرتہ زیب تن کیے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس کے

---

۱ سیر الصحابۃ (۱۳۱/۲) بحوالہ مسند احمد (۱۹۲/۱)

۲ اسد الغابۃ (۳۱۶/۳)

چیتھڑے اڑا دیئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ نے کہا ''کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اجازت دی ہے۔'' فرمایا ''ہاں! معلوم ہے لیکن صرف تمہارے لیے اجازت ہے دوسروں کیلئے نہیں۔''[1]

﴿انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ﴾

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے عام خیرات وصدقات کا یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے، ایک دفعہ انہوں نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت اور سب راہِ خدا میں لٹا دیا لیکن اس فیاضی کے باوجود ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کہیں اس قدر تمول آخرت کیلئے موجب نقصان نہ ہو، ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی ''اے امی جان! مجھے خوف ہے کہ کثرت مال مجھے ہلاک کر دے گی'' ارشاد ہوا ''بیٹا! راہ خدا میں صرف کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ میرے اصحاب (رضی اللہ عنہم) میں بعض ایسے ہیں کہ مفارقت کے بعد انہیں میرا دیدار نصیب ہوگا۔''[2]

﴿غزوہ تبوک میں مال وجان کی قربانی﴾

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوہ تبوک کا مستحکم ارادہ فرمایا تو جس طرح افراد کی قلت تھی اسی طرح مسلمان مال کی قلت کا بھی شکار تھے جبکہ مقابلہ میں روم کا لشکر مال و افراد کی کثرت پر مشتمل تھا، اس سال اہل مدینہ قحط کا شکار تھے، سفر لمبا تھا اور راستہ انتہائی گرم اور دشوار گزار تھا، سامان سفر تو کم تھا اس کے ساتھ ساتھ سواریاں بھی انتہائی کم تھیں، یہاں تک کہ کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تقاضا کیا کہ ہمیں بھی اس غزوہ میں ساتھ لے جائیں، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں منع کر دیا

---

[1] سیر الصحابۃ (۱۳۵/۲) بحوالہ طبقات ابن سعد، تذکرۂ عبدالرحمٰن بن عوفؓ

[2] سیر الصحابۃ (۱۳۲/۲)

کیونکہ آپ کے پاس ان کیلئے کوئی سواری نہ تھی، وہ اس حال میں واپس گئے کہ ان کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات جاری تھی۔ اس صورتحال کے پیش نظر اس لشکر کو ''جیش العسرۃ'' یعنی تنگی کا لشکر قرار دیا گیا۔

اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا، مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو پورا کیا اور بڑھ چڑھ کر مال خرچ کیا۔

ان خرچ کرنے والوں میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی نمایاں حیثیت کا حامل ہے، انہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر دوسو اوقیہ سونا اللہ کے راستے میں خرچ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس صدقہ کو دیکھا تو دربار رسالت میں عرض کیا: ''میرا تو خیال ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ایک غیر مناسب فعل کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے گھر والوں کیلئے کچھ نہیں چھوڑا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن! تم نے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا ہے؟''

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے ان کیلئے خرچ کردہ مال سے زیادہ اور عمدہ مال چھوڑا ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ''پھر بھی کتنا چھوڑا؟''

عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ نے جس رزق خیر اور اجر کا وعدہ کیا ہے میں ان کیلئے چھوڑ آیا ہوں۔''[1]

﴿حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت﴾

ایک مرتبہ کچھ حضرات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''آپ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بات کریں' انہوں نے تو ہمیں اتنا مرعوب کر رکھا ہے کہ خدا کی قسم ہم انہیں نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتے۔''

---

[1] صور من حیاۃ الصحابۃ، ص: ۲۵۷

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس مجلس سے اٹھے اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ساری صورتحال سے انہیں آگاہ کیا اور لوگوں کا پیغام ان کو پہنچا دیا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا ''یہ لوگ کیسی بات کرتے ہیں؟ خدا کی قسم! میں ان پر اتنا نرم ہوا کہ مجھے خوف ہوا کہ نرمی میں حد سے تجاوز نہ کر جاؤں، پھر میں نے سختی کی تو مجھے اس پر خوف ہوا کہ سختی کرنے میں حد سے تجاوز نہ کر جاؤں، خدا کی قسم! مجھے ان لوگوں سے زیادہ خوف ہے۔ اب اس سے کوئی راہ فرار ہے؟'' یہ فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے، آپ کے ہونٹ کپکپانے لگے اور سینہ سے زوردار آواز آنے لگی، پھر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، یہ صورتحال دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ نے فرمایا:

''آپ کے بعد تو لوگ تباہ ہو جائیں گے۔''[1]

﴿حضرت عبدالرحمٰنؓ گشت کرتے ہیں﴾

ایک رات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا پہرہ دیا۔ یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی۔ یہ حضرات اس گھر کی طرف چل پڑے۔ جب اس گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بھڑا ہوا اور اندر کچھ لوگ زور زور سے بول رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا ''کیا تم جانتے ہو یہ کس کا گھر ہے؟'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے لاعلمی کا اظہار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کا گھر ہے اور یہ سب لوگ اس وقت شراب پیے ہوئے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا ''میرا خیال یہ ہے کہ ہم تو وہ کام کر بیٹھے جس سے اللہ نے ہمیں روکا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ (الحجرات: ۱۲)

---

[1] طبقات ابن سعد (۲۰۶/۱)

''اور سراغ مت لگاؤ۔''

اور ہم اس گھر والوں کے سراغ لگانے میں لگ گئے یہ سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔[۱]

احکامات خداوندی پر عمل کا جذبہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی کو کئی دن تک نہ دیکھا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''آؤ فلاں کے گھر جا کر دیکھتے ہیں کہ وہ کس کام میں لگا ہوا ہے'' چنانچہ یہ حضرات اس کے گھر گئے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ کھلا ہے اور وہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کی بیوی برتن میں ڈال ڈال کر اسے دے رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا ''اس کام میں لگ کر اس نے ہمارے پاس آنا چھوڑ دیا ہے۔'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ''آپ کو کیسے پتہ چلا کہ اس برتن میں کیا ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا آپ کو یہ خطرہ ہے کہ ہم تجسس کر رہے ہیں؟ (جس سے اللہ نے روکا ہے) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا ''بالکل یہ یقیناً تجسس ہے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب اس گناہ سے توبہ کا طریقہ کیا ہے؟'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا ''آپ کو اس کی جو بات معلوم ہوئی ہے وہ اسے نہ بتائیں اور اسے اپنے دل میں چھپا کر رکھیں'' پھر وہ دونوں حضرات واپس چلے گئے۔[۲]

چھپ گئے آپ کہاں حشر یہ برپا کر کے

عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نہایت خاموش زندگی بسر کی اور جہاں تک معلوم ہے ملکی مہمات میں انہوں نے دلچسپی نہیں لی۔ یہاں تک کہ روح اطہر نے پچھتر برس تک اس سرائے فانی کی سیر کر کے ۳۱ھ میں داعی حق کو لبیک کہا۔

۱؎ حیاۃ الصحابۃ (۲/۵۳۶)

۲؎ حیاۃ الصحابۃ (۲/۵۳۶)

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پر کھڑے ہو کر کہا:

﴿اِذْهَبْ يَا ابْنَ عَوْفٍ اَدْرَكْتَ صَفْوَها وَسَبَقْتَ زَلَتَهَا﴾

''اے ابن عوف! جا تو نے دنیا کا صاف پانی حاصل کیا اور گدلا چھوڑ دیا۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جناہ اٹھانے والوں میں شریک تھے اور کہتے جاتے تھے، ''واجبلاہ'' (ہائے افسوس! یہ پہاڑ بھی چل بسا) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔[1]

---

[1] اسد الغابۃ (۳/۳۱۷)، سیر الصحابۃ (۲/۱۲۷)

﴿سیدنا ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ﴾

﴿هذا امين هذه الامة﴾

''یہ (ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) اس امت کے امین ہیں۔'' (فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

﴿سیدنا ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ﴾

مختصر حالات زندگی

آپ کا نسب ''عامر بن عبداللہ بن الجراح بن بلال بن اہیب بن عتبہ بن الحارث بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ'' اور کنیت ''ابوعبیدہ'' ہے۔ آپ کی والدہ قبیلہ بنی حارث کی خاتون تھیں اور انہوں نے اسلام بھی قبول کیا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آٹھ افراد کے بعد ایمان لائے۔ ان سے پہلے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل ہے، تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب ہے۔ خلافت شیخین میں فتوحات شام وعراق اور فلسطین میں عساکر اسلامیہ کے سپہ سالار رہے۔

۱۸ھ میں جہان فانی سے عالم بقاء کی طرف انتقال فرمایا، طاعون عمواس میں آپ اور آپ کے اعزہ واقارب طاعون سے محفوظ رہے تو ایک دن آپ نے دعا کی ''اے اللہ! آل ابی عبید سے بھی اپنا حصہ لے لے'' چنانچہ ان کی ایک انگلی پر طاعون کا چھوٹا سا دانہ نکل آیا لوگوں نے کہا ''یہ خطرناک نہیں ہے'' فرمایا ''میں یہی خیال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔ جب وہ برکت دیتا ہے تو تھوڑی چیز بہت ہو جاتی ہے'' ایک روز عمواس سے بہ نیت نماز بیت المقدس کو جارہے تھے کہ موضع فحل پہنچ کر وفات پا گئے۔ آپ کا مدفن عمواس یا رملہ بیان کیا جاتا ہے، آپ کی عمر اٹھاون سال تھی۔

حلیہ

قد لمبا، جسم لاغر نحیف، چہرہ کم گوشت، سامنے کے دو دانت خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قربان ہو گئے تھے، ڈاڑھی گھنی نہ تھی اور بعض روایات کے مطابق خضاب

استعمال کرتے تھے۔

اولاد ازواج

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی صرف دو بیویوں سے اولاد ہوئی، ہند بنت جابر سے یزید اور درجا سے عمیر پیدا ہوئے لیکن دونوں لاولد رہے۔[1]

﴿حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتماد یافتہ صحابی﴾

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا، میں نے عرض کیا "یارسول اللہ! مجھے کسی ایسے آدمی کے حوالہ کردیں جو اچھی طرح سکھانے والا ہو" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردیا اور ارشاد فرمایا "میں نے تمہیں ایسے آدمی کے حوالہ کیا ہے جو تمہیں اچھی طرح تعلیم دے گا اور اچھی طرح ادب سکھائے گا۔"

جب میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو وہ اور حضرت بشیر بن سعد ابونعمان رضی اللہ عنہ آپس میں باتیں کررہے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ دونوں حضرات خاموش ہوگئے، میں نے کہا "اے عبیدہ! اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس طرح مجھے بیان نہیں کیا تھا (یعنی مجھے دیکھ کر خاموش نہیں ہوئے تھے) انہوں نے کہا "بیٹھ جاؤ!" ہم تمہیں حدیث سنائیں گے" پھر فرمایا:

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں اس وقت تو نبوت کا دور ہے، پھر نبوت کے طرز پر خلافت ہوگی، پھر بادشاہت اور جبر ہوگا۔"[2]

﴿دیوقامت مچھلی﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں قریش

---

[1] مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: سیر الصحابۃ (۲/۱۶۷۔۱۸۰)، اسد الغابۃ عشرہ مبشرہ، ص:۱۱۹، الریاض النضرۃ فی اصحاب العشرۃ للمحب الطبری

[2] حیاۃ الصحابۃ (۳/۲۲۷)

کے ایک تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا اور حضور ﷺ نے کھجوروں کا ایک تھیلا ہمیں زادِ سفر کے لیے دیا، اس کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہ تھی جو حضور ﷺ ہمیں عطا فرماتے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں روزانہ ایک کھجور دیا کرتے تھے۔ ہم بچے کی طرح اس کھجور کو چوستے پھر اس کے بعد پانی پی لیتے اور ایک دن ایک رات اسی پر گزارا کر لیتے، پھر ہم لاٹھی مار کر درختوں کے پتے جھاڑ لیتے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔

ایک دن ہم چلتے چلتے سمندر کے کنارے پر پہنچے تو ہمیں دور سے ایک بہت بڑے ٹیلے جیسی کوئی چیز نظر آئی۔ ہم نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو وہ عنبر نامی بہت بڑی مچھلی تھی، پہلے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''یہ مردار ہے، اسے مت کھاؤ!'' پھر فرمایا ''اچھا نہیں! ہم تو اللہ کے رسول ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کے راستہ میں ہیں اور تم لوگ حالتِ اضطرار کو پہنچ چکے ہو (جس میں مردار حلال ہو جاتا ہے) لہٰذا اسے کھا لو۔'' ہم تین سو آدمی تھے۔ ایک مہینہ تک اس کا گوشت کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے اور اس کی آنکھ کے حلقہ میں بڑے بڑے مٹکے بھر کر چربی نکالتے تھے اور بیل جتنے بڑے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آنکھ کے حلقہ میں چربی نکالنے کیلئے تیرہ آدمی داخل کیے تھے اور اس کا ایک کانٹا لے کر اسے کھڑا کیا اور سب سے لمبے اونٹ پر کجاوہ کس کر اس پر آدمی بٹھا کر اسے اس کانٹے کے نیچے سے گزارا تو وہ گزر گیا اور اس کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ہم نے واپسی کے سفر میں اپنے ساتھ رکھ لیے، جب ہم مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہم لوگوں نے مچھلی کا سارا واقعہ ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ وہ روزی ہے جو اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے تمہیں عطا فرمائی ہے، ہمیں کھلانے کیلئے اس مچھلی کا کچھ گوشت تم لوگوں کے پاس ہے؟'' اس پر ہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ گوشت بھیجا جسے آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔ آپ ﷺ نے یہ گوشت اس لیے کھایا کہ یہ گوشت برکت والا تھا اور تاکہ صحابہ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ مچھلی مردار نہیں تھی بلکہ حلال تھی مچھلی کو ذبح

کرنے کی ضرورت نہیں۔[1]

﴿حضرت ابوعبیدہؓ کے نزدیک مقام صدیق اکبرؓ﴾

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امر خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم سمجھتے تھے اور ان کی خلافت پر راضی تھے۔ خلافت صدیق اکبر کے سلسلہ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی کیا رائے تھی؟ یہ ہمیں مندرجہ ذیل قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تم اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ تاکہ میں تم سے بیعت ہو جاؤں، کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ اس امت کے امین ہیں'' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (نماز میں) ہمارا امام بننے کا حکم دیا ہو اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال تک ہماری امامت کی ہو'' (اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں)۔[2]

حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا ''آؤ! میں تمہیں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا) خلیفہ بنادوں، کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر امت کیلئے ایک امین ہوتا ہے اور آپ اس امت کے امین ہیں'' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (نماز میں) ہمارا امام بننے کا حکم دیا ہو (اور وہ خود آپ ہی ہیں۔)[3]

﴿حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جزیہ وصول کرتے ہیں﴾

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جزیہ وصول کرنے کیلئے بحرین بھیجا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بحرین کے رہنے والوں سے صلح کر کے ان پر حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر فرمایا تھا۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (۲۷۶/۴) [2] حیاۃ الصحابۃ (۳۳/۲)

[3] حیاۃ الصحابۃ (۳۳/۲)

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مال لے کر واپس آ چکے اور انصار کو ان کی واپسی کی خبر ہوئی تو وہ صبح کی نماز میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب حضور ﷺ نے صبح کی نماز پڑھادی تو رخ انور کو ان کی طرف پھیرا اور انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا۔ پھر ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''شاید کہ تمہیں ابوعبیدہؓ کی واپسی کی خبر پہنچ چکی ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ مال لے کر آئے ہیں۔''

''جی ہاں! یارسول اللہ!'' انہوں نے بیک زبان جواب دیا۔

چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''تم خوش ہو جاؤ اور وجہ مسرت چیز کی امید رکھو لیکن خدا کی قسم! مجھے تمہارے نادار ہو جانے کا کوئی ڈر نہیں بلکہ مجھے ڈر تو اس بات کا ہے کہ کہیں دنیا تم پر کشادہ نہ کر دی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کیلئے کشادہ کر دی گئی تھی، پھر جیسے انہوں نے دنیا میں رغبت کی اس طرح تم بھی دنیا میں رغبت کرنے لگو اور جس طرح دنیا نے انہیں ہلاک کر دیا اسی طرح کہیں تم کو بھی نہ ہلاک کر دے۔''[1]

اس امت کے امین

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اسے امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔''[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''امین سے مراد ایسا شخص ہے جو انتہائی قابل اعتماد اور آزمودہ ہو، یہ صفت اگرچہ صحابہ کرام کے درمیان مشترک ہے لیکن سیاق کلام

---

۱ رواہ البخاری (۲۹۲۴) مسلم (۵۲٦۱) الترمذی (۲۳۸٦) ابن ماجہ (۱۳۲) احمد (۱۰۳)

۲ رواہ البخاری (۳۴٦۱) ومسلم (۴۴۴۲) والترمذی (۳۷۲۳) وابن ماجہ (۱۵۱) واحمد (۱۱۸۱۳)

سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس سلسلہ میں خصوصی امتیاز حاصل ہے۔''[1]

ایک مرتبہ نجران کے دو آدمی ''عاقب'' اور ''سید'' مباہلہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ رہے تھے۔ اس دوران ایک نے دوسرے سے کہا ''ان سے مباہلہ نہ کرو، خدا کی قسم! اگر وہ نبی برحق ہوئے اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہم اور ہماری اولاد کبھی فلاح یافتہ نہ ہوگی'' لہٰذا جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''(ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے) اور آپ جو مال ہم سے مانگیں گے ہم آپ کو دیں گے، آپ ہمارے ساتھ ایک امین آدمی کو بھیج دیں اور صرف امین آدمی کو یہ بھیجیں۔'' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں تمہارے ساتھ ایک ایسے امین آدمی کو بھیجوں گا جو امانتداری کا حق ادا کرنے والا ہے'' یہ سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھنے لگے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''اے ابوعبیدہ بن جراح! کھڑے ہو جائیں۔'' جب وہ کھڑے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

﴿هذا امين هذه الامة﴾

''یہ اس امت کے امین ہیں۔''[2]

﴿حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا مبارک خط﴾

حضرت عیاض اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ یرموک میں شریک تھا، اس جنگ میں ہمارے پانچ امیر تھے (۱) حضرت ابوعبیدہ بن جراح (۲) یزید بن ابی سفیان (۳) ابن حسنہ (۴) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (۵) عیاض۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا تھا کہ ''جب لڑائی ہو تو تم ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لازم پکڑو۔''

چنانچہ جب لڑائی ہوئی تو ہم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ

---

[1] فتح الباری، کتاب المناقب (۳۴۶۱)

[2] رواہ البخاری (۴۰۲۹) ومسلم (۴۴۴۴) والترمذی (۳۷۲۹) وابن ماجہ (۱۳۲) واحمد (۲۲۱۸۵)

''موت نے ہم پر ڈیرے ڈال دیئے ہیں'' اور ہم نے ان سے مدد طلب کی۔

ہمارے خط کے جواب میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنا مکتوب ہماری طرف روانہ کیا جس میں یہ کلمات تحریر تھے:

''میرے پاس تمہارا خط آیا ہے جس میں تم نے مجھ سے مدد طلب ہے، لیکن میں تمہیں ایک ایسی ذات کا پتہ بتاتا ہوں جو مدد ونصرت پر سب سے زیادہ قادر اور لشکروں کو پسپا کرنے والی ہے، وہ ذات اللہ عزوجل کی ذات ہے، تم جانتے ہو کہ غزوہ بدر میں حضور ﷺ کی مدد کی گئی حالانکہ ان کے ساتھ تم سے بھی کم لوگ تھے۔ جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو تم لڑائی شروع کر دینا اور دوبارہ میری طرف متوجہ نہ ہونا۔''

حضرت عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خط پڑھ کر ہم نے دشمنوں سے جنگ لڑی اور انہیں شکست دے دی اور چار فرسخ تک ہم نے انہیں قتل کیا اور بہت سا مال غنیمت ہمارے قبضہ میں آ گیا۔''[1]

جہان فکر و نظر لا الہ الا اللہ ۔۔۔ متاع اہل خبر لا الہ الا اللہ
یہ ذکر حق کی متاع عزیز کیا شے ہے ۔۔۔ نہیں کسی کو خبر لا الہ الا اللہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بہت سا مال پیش کیا گیا، آپ نے اس میں چار سو دینار لے کر ایک تھیلی میں ڈالے اور اپنے غلام سے کہا ''یہ تھیلی ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دے آؤ، پھر کچھ دیر گھر میں رہ کر دیکھنا کہ وہ ان اشرفیوں کا کیا کرتے ہیں۔''

چنانچہ غلام وہ تھیلی لے کر ان کے پاس گیا اور ان سے کہا ''امیر المومنین آپ سے فرما رہے ہیں کہ ان اشرفیوں کو اپنی ضرورت میں صرف کر لو۔'' ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ

---

[1] مسند احمد (۳۲۶)

نے کہا ''اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل فرمائے اور ان پر اپنی رحمت فرمائے۔'' پھر خادمہ کو آواز دی۔ وہ آئی تو اس کو فرمایا ''یہ پانچ اشرفیاں فلاں کو دے آؤ اور یہ پانچ فلاں کو دے آؤ۔'' حتیٰ کہ انہوں نے اس طرح ان تمام اشرفیوں کو ختم کر دیا۔

غلام واپس آیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سارا قصہ عرض کیا، غلام نے دیکھا کہ اس طرح کی ایک تھیلی انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کیلئے بھی تیار کر رکھی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ تھیلی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دے آؤ اور ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہر کر دیکھنا کہ وہ ان اشرفیوں کا کیا کرتے ہیں۔''

چنانچہ غلام وہ تھیلی لے کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور جا کر کہا ''امیر المومنین فرما رہے ہیں کہ یہ اشرفیاں آپ کے لئے ہیں، آپ انہیں اپنی ضرورت میں صرف فرما لیجئے'' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اپنا رحم و فضل فرمائے'' پھر خادمہ کو بلایا اور فرمایا کہ ''فلاں کے گھر اتنی اشرفیاں دے آؤ اور فلاں کے گھر اتنی......'' یہ صورتحال دیکھ کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے کہا ''خدا کی قسم! ہم بھی محتاج ہیں، ہمیں بھی دو!'' اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار باقی رہ گئے تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے وہ دو دینار ان کو دے دیئے۔

غلام نے حاضر خدمت ہو کر سارا واقعہ خدمت اقدس میں عرض کیا اور کہا کہ ایک تھیلی حضرت صدیقہؓ کے لیے بھی تیار ہے، غلام وہ تھیلی لے کر حضرت حذیفہؓ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی وہی فیصلہ کیا جو پہلے دونوں حضرات نے کیا تھا، غلام نے آ کر سارا ماجرا حضرت عمرؓ سے عرض کیا، آپ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا:

''یہ سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔''[1]

﴿مقام ابن جراح رضی اللہ عنہ﴾

ایک مرتبہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا ''اگر رسول اللہ

---

[1] حضرت عمرؓ کے سو قصے، ص: ۸۷

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کو خلیفہ بنانے کی درخواست کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کو خلیفہ بناتے؟''

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کس کو خلیفہ بناتے؟'' سوال کرنے والے نے پوچھا۔

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کس کو خلیفہ منتخب فرماتے؟'' ان سے پوچھا گیا۔

''حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ [۱]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح مسلم'' میں فرماتے ہیں۔

''یہ حدیث خلافت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیم میں اہل سنت کی دلیل ہے نیز اسی پر اجماع صحابہ قائم ہے۔'' [۲]

﴿قرآن وسنت کے معلم﴾

ایک مرتبہ یمن کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''ہمارے ساتھ ایک ایسے آدمی کو بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دے'' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

﴿هذا امين هذهِ الامة﴾

''یہ اس امت کے امین ہیں۔'' [۳]

---

۱ رواہ مسلم (۴۳۹۷) واحمد (۲۳۲۱۰)

۲ شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ (۴۳۹۷)

۳ رواہ مسلم (۴۴۴۳) والبخاری (۳۴۶۱) والترمذی (۳۷۲۳) وابن ماجہ (۱۵۱) واحمد (۱۱۸۱۳)

﴿بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے معمولات کے متعلق چند سوالات کیے، جنہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں کچھ اس طرح نقل فرمایا ہے:

حضرت ابن شقیق رحمۃ اللہ علیہ: ''کیا حضور ﷺ قرآن مجید کی سورتیں پڑھتے تھے؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ''ہاں! حضور ﷺ سورۂ حجرات سے لے کر آخر قرآن تک کی سورتوں کی اکثر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔''

حضرت ابن شقیق رحمۃ اللہ علیہ: کیا حضور ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ''ہاں! جب لوگ آپ ﷺ کو بالکل نڈھال کر دیتے تو آپ بیٹھ کر بھی پڑھا کرتے تھے۔''

حضرت ابن شقیق رحمۃ اللہ علیہ: ''کیا حضور ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ: ''نہیں! البتہ جب سفر سے واپس آتے تو پڑھتے تھے۔؟''

حضرت ابن شقیق رحمۃ اللہ علیہ: ''کیا آپ ﷺ نے رمضان کے علاوہ پورا مہینہ روزہ رکھا؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: نہیں! بخدا! آپ نے رمضان کے علاوہ کبھی پورا مہینہ روزے نہیں رکھے اور نہ ہی پورا مہینہ کبھی بغیر روزہ کے رہے بلکہ ہر مہینہ میں کچھ دن روزہ ضرور رکھتے تھے۔''

حضرت ابن شقیق رحمۃ اللہ علیہ: ''حضور ﷺ کو اپنے اصحاب میں سب سے زیادہ محبت کس سے تھی؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے''

حضرت ابن شقیق رحمۃ اللہ علیہ: ''ان کے بعد کس سے؟''
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔''
حضرت ابن شقیق رحمۃ اللہ علیہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کس سے؟''
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے۔''
حضرت ابن شقیق رحمۃ اللہ علیہ: ''ان کے بعد کس سے؟''
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اس سوال کا جواب نہ دیا اور خاموشی اختیار فرمالی۔[1]

﴿حضرت ابوعبیدہؓ کی امارت میں لشکر کی روانگی﴾

خلیفہ بنائے جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلا خط جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا، جس میں انہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر کا امیر بنایا، اس میں یہ مضمون تھا:

''میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو کہ باقی رہے گا اور اس کے علاوہ باقی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور اسی نے گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور وہی اندھیروں سے نکال کر ہمیں نور کی طرف لے آیا۔ میں نے تمہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کا امیر بنا دیا ہے، چنانچہ مسلمانوں کے جو کام تمہارے ذمہ ہیں ان کو تم پورا کرو اور مال غنیمت کی امید میں مسلمانوں کو ہلاکت کی جگہ نہ لے جاؤ، کسی جگہ پڑاؤ ڈالنے سے پہلے آدمی بھیج کر مسلمانوں کیلئے مناسب جگہ تلاش کرلو اور یہ بھی معلوم کرلو کہ اس جگہ پہنچنے کا راستہ کیا ہے؟ اور جب بھی کوئی جماعت بھیجو تو بھرپور جماعت بنا کر بھیجو (تھوڑے آدمی نہ بھیجو) اور مسلمانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچو، اللہ تعالیٰ تمہیں میرے

[1] رواہ احمد (۲۴۷۴۵) وابوداؤد (۸۱۹)

ذریعہ اور مجھے تمہارے ذریعہ سے آزما رہے ہیں، اپنی آنکھیں
دنیا سے بند رکھو اور اپنا دل اس سے ہٹالو۔ اس کا خیال رکھو کہ
کہیں دنیا (کی محبت) تمہیں ہلاک نہ کردے جیسے کہ تم سے پہلے
لوگوں کو ہلاک کر چکی ہے اور تم ان لوگوں کی ہلاکتیں اور ان کی
ہلاکتوں کی جگہیں دیکھ چکے ہیں۔''[1]

حضرت عمرؓ کی طرف حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط

محمد بن سوقہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں حضرت نعیم بن ابی ہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، انہوں نے ایک پرچہ مجھے نکال کر دکھایا۔ اس پرچہ میں ایک مکتوب تھا جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک نصیحت نامہ تھا۔ اس خط کی عبارت یہ تھی:

''ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل کی طرف سے عمر بن خطاب
کے نام، سلام علیک! امابعد! ہم تو شروع ہی سے آپ کو دیکھ رہے
ہیں کہ آپ اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام کرتے ہیں اور
اب تو آپ پر کالے اور گورے یعنی عرب وعجم تمام افراد امت کی
ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، آپ کی مجلس میں بڑے مرتبہ والے
اور کم مرتبہ والے، دوست و دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، ان
میں سے ہر ایک کو عدل میں سے ان کا حصہ ملنا چاہیے۔ اے عمر
رضی اللہ عنہ! آپ غور کریں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے
ہیں؟ ہم آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن تمام چہرے
جھکے ہوئے ہوں گے اور دل (خوف کے مارے) خشک ہو
جائیں گے اور اس بادشاہ کی دلیل کے سامنے تمام (انسانوں)

---

[1] حیاۃ الصحابہ ص (۲/۱۶۳)

کی دلیلیں ناکام ہو جائیں گی جو اپنی کبریائی کی وجہ سے ان پر غالب اور زور آور ہوگا اور ساری مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہوگی سب اس کی رحمت سے امید کر رہے ہوں گے اور اس کی سزا سے ڈر رہے ہوں گے۔ ہم آپس میں یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ اس امت کے آخری زمانہ میں اتنا برا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن، ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا، آپ اس کے علاوہ کچھ اور سمجھیں کیونکہ ہم نے یہ خط صرف آپ کی خیرخواہی کے جذبہ سے لکھا۔ والسلام علیک۔''

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خط کا جواب﴾

مذکورہ خط کے جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کو یہ خط لکھا:

''عمر بن خطاب کی طرف ابوعبیدہ اور معاذ کے نام، سلام علیکما! امابعد! مجھے آپ دونوں کا خط ملا جس میں آپ نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے شروع سے دیکھ رہے ہیں کہ مجھے اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب مجھے کالے اور گورے یعنی عرب وعجم تمام افراد امت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، میری مجلس میں بڑے مرتبے والے اور کم مرتبے والے دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو عدل میں سے ان کا حصہ ملنا چاہئے۔ آپ دونوں نے یہ بھی لکھا کہ اے عمر! آپ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں؟ اور یہ حقیقت ہے کہ

اللہ عز وجل کی مدد سے ہی عمر (رضی اللہ عنہ) صحیح چل سکتا ہے اور غلط سے بچ سکتا ہے اور آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس دن سے ڈرا رہے جس دن سے ہم سے پہلے کی تمام امتیں ڈرائی گئی ہیں اور بہت پہلے سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ دن رات کا بدلتے رہنا اور دن میں وقت مقرر کے آنے پر لوگوں کا دنیا سے جاتے رہنا ہر دور کو نزدیک کر رہا ہے اور ہر نئے کو پرانا کر رہا ہے اور ہر وعدہ کو لا رہا ہے اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ سارے لوگ جنت اور دوزخ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے، آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے ڈرا رہے ہیں کہ امت کا آخر زمانہ میں اتنا برا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن، لیکن نہ تو آپ ان برے لوگوں میں سے ہیں اور نہ یہ وہ برا زمانہ ہے اور یہ تو اس زمانہ میں ہوگا جس میں لوگوں میں شوق اور خوف تو خوب ہوگا لیکن ایک دوسرے سے ملنے کا شوق صرف دنیاوی اغراض کی وجہ سے ہوگا۔ آپ دونوں نے مجھے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں کہ آپ دونوں نے مجھے یہ خط صرف میری خیر خواہی کے جذبہ سے لکھا ہے، آپ دونوں نے یہ بات ٹھیک لکھی ہے، لہٰذا مجھے خط لکھنا نہ چھوڑیں کیونکہ میں آپ دونوں کی نصیحت کا محتاج ہوں، آپ لوگوں سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ والسلام علیکما۔"[1]

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۱/۲۳۸)، حیاۃ الصحابۃ (۲/۱۸۰)

﴿حضرت عمرؓ کے نزدیک حضرت ابوعبیدہؓ کا مقام﴾

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ''اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو'' ایک صاحب نے کہا ''میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر درہموں سے بھر جائے اور میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کردوں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا ''اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو'' دوسرے صاحب نے کہا ''میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر سونے سے بھرا ہوا مجھے مل جائے اور میں اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کردوں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا ''اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو'' اس پر تیسرے صاحب نے کہا ''میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر جواہرات سے بھرا ہوا ہو اور میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کردوں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا ''اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو'' لوگوں نے کہا ''اتنی بڑی تمناؤں کے بعد اور تمنا کیا ہو سکتی ہے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جیسے آدمیوں سے بھرا ہو اور میں انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مختلف کاموں میں استعمال کروں (کیونکہ کام کے آدمیوں کی زیادہ ضرورت ہے۔)'' [1]

﴿ابوعبیدہؓ کا جذبہ رضائے الٰہی﴾

۱۸ھ میں حجاز میں زبردست قحط پڑا تھا جو نو ماہ رہا تھا۔ اس سال کو عام الرمادہ یعنی راکھ والا سال کہا جاتا ہے، بارش نہ ہونے کی وجہ سے مٹی راکھ کی طرح ہوگئی تھی، رنگ بھی ایسا ہو گیا تھا اور راکھ کی طرح اڑتی تھی۔

دوران قحط حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قحط زدہ علاقہ میں غلہ تقسیم کرنے کیلئے بھیجا۔ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۲/۳۰۶)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے ابن الخطاب! میں نے آپ کیلئے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ صرف اللہ کے لیے کیا تھا، میں اس کام پر کچھ نہیں لوں گا'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''حضور اقدس ﷺ ہمیں بہت سے کاموں کیلئے بھیجا کرتے تھے اور واپسی پر ہمیں کچھ دیا کرتے تھے تو ہمارا لینے کو بالکل دل نہیں چاہتا تھا، حضور ﷺ ہمیں فرماتے ''انکار نہ کرو! اے آدمی! اسے لے لو اور اسے اپنے دینی یا دنیاوی کاموں میں خرچ کرلو'' یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ ہزار درہم لے لیے۔[1]

فکر آخرت کے آنسو

ایک مرتبہ ایک صاحب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، ان صاحب نے عرض کیا ''اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ایک دن حضور ﷺ نے ان فتوحات اور مال غنیمت کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عطا فرمائیں گے۔ اس میں ملک شام فتح ہونے کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا ''اے ابوعبیدہ! اگر تم ان فتوحات تک زندہ رہے تو تمہیں تین خادم کافی ہیں، ایک تمہاری روزمرہ کی خدمت کیلئے اور دوسرا تمہارے ساتھ سفر کرنے کیلئے اور تیسرا تمہارے گھر والوں کی خدمت کرنے کیلئے جو ان کے کام کرتا رہے اور تین سواریاں تمہیں کافی ہیں، ایک سواری تمہارے گھر والوں کیلئے، دوسری سواری تمہارے ادھر ادھر آنے جانے کیلئے اور تیسری سواری تمہارے غلام کیلئے۔''

حضور ﷺ نے تو تین خادم اور تین سواریاں رکھنے کو فرمایا تھا اور میں اپنے گھر کو دیکھتا ہوں کہ وہ غلاموں سے بھرا ہوا ہے اور اپنے اصطبل کو دیکھتا ہوں تو وہ گھوڑوں اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ اب میں اس کے بعد حضور ﷺ سے کس منہ سے ملاقات کروں گا جبکہ آپ نے ہمیں تاکید فرمائی تھی کہ تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو (قیامت کے دن) مجھے اس حال میں ملے

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳۲۶/۲)

جس حال میں مجھ سے جدا ہوا تھا۔''[۱]

﴿قبر تک پہنچنے کا سامان﴾

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں اور سرداروں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میرا بھائی کہاں ہے؟'' لوگوں نے پوچھا ''یہاں آپ کا بھائی کون ہے؟'' انہوں نے فرمایا ''حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ'' لوگوں نے کہا ''وہ ابھی آپ کے پاس آجائیں گے۔'' چنانچہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آئے تو سواری سے نیچے اتر کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں گلے لگایا۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں گھر میں صرف یہ چیزیں نظر آئیں۔ ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک کجاوہ (حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کجاوے کی چادر کو بچھونا اور گھوڑے کو دانہ کھلانے والے تھیلے کو تکیہ بناتے تھے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال دیکھ کر فرمایا ''آپ کے ساتھیوں نے مکان اور سامان بنالیے ہیں وہ آپ نے کیوں نہیں بنالیے؟'' انہوں نے کہا ''اے امیر المومنین! قبر تک پہنچنے کیلئے یہ سامان بھی کافی ہے۔''[۲]

مذکورہ دونوں واقعات میں بظاہر تو تعارض نظر آتا ہے لیکن درحقیقت کوئی تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ پہلا واقعہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری سے پہلے کا ہو۔ جس میں انہوں نے دنیاوی اسباب کو جمع کیا لیکن جب انہیں مسلمانوں کا ذمہ دار بنا دیا گیا تو انہوں نے اپنی تمام تر توجہات کو امور عامہ کی طرف مرکوز کر دیا اور دنیاوی و ذاتی امور سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہو جیسا کہ اخیر الذکر واقعہ اس کی عکاسی کرتا ہے۔

﴿حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے محبت﴾

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اصحاب میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ،

---

۱ حیاۃ الصحابۃ (۳۵۵/۲)

۲ حیاۃ الصحابۃ (۳۷۹/۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیالہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ نے کہا ''یا نبی اللہ! آپ کا اس پیالہ پر مجھ سے زیادہ حق ہے۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں، تم لے لو!'' انہوں نے لے کر پینے سے پہلے عرض کی، ''یا نبی اللہ! آپ لے لیں'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم پیو! کیونکہ برکت ہمارے بڑوں کے ساتھ ہے، جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''[1]

﴿مجھ کو ملی ہے اپنی خبر مدتوں کے بعد﴾

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کسی نے پوچھا ''یارسول اللہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''عائشہ رضی اللہ عنہا'' اس آدمی نے پوچھا ''اور مرد حضرات میں کون؟'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوبکر رضی اللہ عنہ'' پھر پوچھا تو فرمایا ''عمرؓ'' اس آدمی نے پوچھا ''پھر کون؟'' فرمایا ''ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ۔''[2]

﴿ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت﴾

ایک دفعہ ایک مسلمان نے غنیم کے ایک سپاہی کو پناہ دی، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا لیکن سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہم اس کو پناہ دیتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان سب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے۔''[3]

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۲/۵۸۰)

[2] حیاۃ الصحابۃ (۲/۶۵۹)

[3] حیاۃ الصحابۃ (۲/۱۷۹) بحوالہ مسند احمد (۱/۱۹۵)

﴿اسلام کی خاطر والد کا قتل﴾

غزوہ بدر کے موقع پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بے مثال شجاعت اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ ان کے والد عبداللہ بھی اس وقت تک زندہ تھے اور کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے، انہوں نے تاک تاک کر اپنے لخت جگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو نشانہ بنانا چاہا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر تک ان کے وار سے بچاؤ کرتے رہے لیکن جب دیکھا کہ باز نہیں آ رہے تو بالآخر جوش توحید نسبی تعلق پر غالب آ گیا اور ایک ہی وار میں ان کا کام تمام کر دیا۔

درحقیقت یہ والہانہ جوش اور مذہبی پختگی کی ایک سچی مثال تھی جس میں ماں باپ، بہن بھائی، غرض تمام رشتہ دار بھی راہ حق سے ہٹا نہیں سکتے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس انقطاع الی اللہ کی ان الفاظ میں داد دی:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ (المجادلة ۲۲)

''اور جو لوگ خدا پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔''[۱]

﴿زندہ ہے نام محبت کا ہمارے دم تک﴾

غزوہ احد میں آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا تھا اور زرہ کی دو کڑیاں روئے انور میں چبھ گئی تھیں جس سے سخت تکلیف ہوتی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی

[۱] اسد الغابۃ (۸۵/۳)، سیر الصحابۃ (۱۶۵/۲)

اللہ نے دانت سے پکڑ کر کھینچا، اگرچہ دو کڑیوں نے نکلتے نکلتے ان کے دو دانت شہید کر دیئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری میں دو دانت تو کیا جان بھی نثار ہو جاتی تو پرواہ نہ تھی۔ [1]

دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ سامنے کے دانت ٹوٹ جانے کے بعد ابو عبیدہؓ پہلے سے زیادہ خوبصورت نظر آتے تھے۔

زندہ ہے نام محبت کا ہمارے دم تک
پھر نہ کھائے گا کوئی درد محبت کی قسم

﴿حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا پر اثر خطبہ﴾

دمشق فتح کرنے کے بعد اسلامی فوجیں آگے بڑھیں اور مقام فحل میں خیمہ افگن ہوئیں، رومیوں کا پڑاؤ فحل کے سامنے مقام ہسیان میں تھا، انہوں نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس مصالحت کا پیغام بھیجا اور گفت وشنید کے لیے ایک سفیر بلایا۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس عہدہ پر مامور ہوئے لیکن یہ سفارت بے نتیجہ رہی اور رومیوں نے براہ راست حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرنے کیلئے قاصد بھیجا۔ وہ قاصد مسلمانوں کے لشکر کی صورتحال کو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ ایک ہی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اور افسری اور ماتحتی کی کوئی تمیز نظر نہیں آتی۔ آخر اس نے گھبرا کر پوچھا ''تمہارا سردار کون ہے؟'' لوگوں نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے متعجب ہو کر کہا ''کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟'' فرمایا ''ہاں'' اس قاصد نے کہا ''اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو تمہاری فوج کے ہر سپاہی کو دو اشرفیاں دیں گے'' حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا اور قاصد کے تیور دیکھ کر فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ غرض دوسرے دن جنگ شروع ہوئی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ایک ایک صف میں جا کر کہتے تھے:

﴿عباد الله استو جبوا من الله النصر فان النصر بالصبر فان اللّٰه مع الصابرين﴾

---

[1] سیر الصحابہ (۲/۱۶۵)

''خدا کے بندو! صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو کیونکہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود قلب فوج میں تھے اور دانشمندی کے ساتھ سب کولڑا رہے تھے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی قلیل تعداد نے رومیوں کی پچاس ہزار یا با قاعدہ فوج کوشکست دے دی اور اردن کے تمام مقامات فرزندانِ توحید کے زیرنگین ہو گئے۔[1]

﴿رومی قاصد کا اسلام قبول کرنا﴾

یرموک کی لڑائی میں جارج نامی ایک رومی قاصد اسلامی لشکر میں پہنچا کہ کسی مسلمان سفیر کو ساتھ لے جائے، اسی وقت شام ہو چکی تھی، ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی، مسلمانوں کے مؤثر طریقہ عبادت خشوع وخضوع اور محویت واستغراق نے اس پر عجیب وغریب کیفیت طاری کر دی، وہ تعجب کے ساتھ مسلمانوں کی اس عبادت کو دیکھتا رہا، یہاں تک جب نماز ہو چکی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے چند سوالات کیے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

﴿یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ وَلَا تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ اِنَّمَا الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلۡقٰهَاۤ اِلٰى مَرۡيَمَ﴾ (النساء: ۱۷۱)

''اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے مت بڑھو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ مت کہو۔ مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ) خدا کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا۔''

﴿لَنۡ يَّسۡتَنۡكِفَ الۡمَسِيۡحُ اَنۡ يَّكُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰهِ وَلَا الۡمَلٰٓئِكَةُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ﴾ (النساء: ۱۷۲)

---

[1] سیر الصحابۃ (۱۷۰/۲)

''مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہوں اور نہ
مقرب فرشتے (عار رکھتے ہیں)۔''

جارج نے ان آیتوں کا ترجمہ سنا تو بے اختیار پکار اٹھے ''بے شک عیسیٰ علیہ السلام کے یہی اوصاف ہیں اور درحقیقت تمہارا پیغمبر سچا ہے۔'' یہ کہہ کر بطیب خاطر مسلمان ہوگیا۔ وہ اپنی قوم میں واپس جانا نہیں چاہتا تھا لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان نہ ہو واپس جانے پر مجبور کیا اور فرمایا ''کل جو سفیر یہاں سے جائے گا اس کے ساتھ چلے آنا۔''[1]

رفعتوں کی جستجو میں ٹھوکریں تو کھا چکے
آستان یار پر اب سر جھکا کر دیکھئے

عیسائیوں کے دل پر حکومت

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خلق وترحم تمام خلق اللہ کے لیے عام تھا، شام میں ان کی شفقت اور رعایا پروری نے عیسائیوں کو بھی مرہون منت بنا رکھا تھا، وہاں عیسائیوں کو نماز کے وقت ناقوس بجانے اور عام گزرگاہوں میں صلیب نکالنے کی سخت ممانعت تھی، لیکن انہوں نے درخواست پیش کی کہ کم سے کم سال میں ایک دفعہ عید کے روز صلیب نکالنے کی اجازت دے دی جائے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خوشی کے ساتھ یہ درخواست منظور کر لی۔ اس رواداری کا یہ اثر ہوا کہ شامی خود اپنے ہم مذہب رومیوں کے دشمن ہوگئے اور خوشی کے ساتھ جاسوسی اور خبر رسانی کے فرائض سرانجام دینے لگے۔[2]

پیغام اجل کی آمد

جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ شام میں لوگ طاعون میں مبتلا ہو رہے ہیں تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ ''مجھے ایک کام کے سلسلہ میں تمہاری ضرورت پیش آگئی ہے، میں تمہارے بغیر اس کام کو نہیں کرسکتا۔ اس لیے میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر تمہیں میرا یہ خط رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے اور اگر دن میں ملے تو شام ہونے سے پہلے تم سوار ہوکر میری طرف چل پڑو۔''

---

[1] سیر الصحابۃ (۱۷۳/۲) [2] سیر الصحابۃ (۱۸۰/۲)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر کہا ''امیر المومنین کو جو ضرورت پیش آئی ہے، میں اسے سمجھ گیا جو آدمی اب دنیا میں رہنے والا نہیں ہے اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ چاہتے ہیں کہ میں طاعون کی وباوالا علاقہ چھوڑ کر مدینہ چلا جاؤں اور اس طرح موت سے بچ جاؤں لیکن میں موت سے بچنے والا نہیں) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب میں یہ لکھا کہ ''میں مسلمانوں کے ایک لشکر میں ہوں، جان بچانے کے لیے میں انہیں چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہیں ہوں اور جو ضرورت آپ کو پیش آئی ہے میں اسے سمجھ گیا ہوں، آپ اسے دنیا میں باقی رکھنا چاہتے ہیں جو اب دنیا میں باقی رہنے والا نہیں ہے، لہٰذا جب میرا یہ خط آپ کی خدمت میں پہنچ جائے تو آپ مجھے اپنی قسم پورا کرنے سے معاف فرمادیں اور مجھے یہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا خط پڑھا تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور رونے لگے، حاضرین مجلس نے پوچھا ''کیا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''نہیں! لیکن یوں سمجھو کہ ہوگیا'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ''اردن کا سارا علاقہ وباء سے متاثر ہو چکا ہے اور جابیہ نامی شہر وبا سے محفوظ ہے، اس لیے آپ مسلمانوں کو لے کر وہاں چلے جائیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھ کر فرمایا ''امیر المومنین کی یہ بات تو ہم ضرور مانیں گے۔'' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں سوار ہو کر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہراؤں، اتنے میں میری بیوی کو بھی طاعون ہوگیا، میں (حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتانے کیلئے) ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود جا کر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہرانے لگے۔ پھر خود ان کو طاعون ہوگیا جس میں ان کا انتقال ہوگیا اور پھر طاعون کی وبا ختم ہوگئی۔

حضرت ابوالموجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھتیس ہزار (۳۶۰۰۰) کا لشکر تھا جن میں سے چھ ہزار زندہ بچے (باقی تیس ہزار کا اس طاعون میں انتقال ہوگیا)۔''[1]

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۱۲۱/۲)

﴿حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی انتقال سے قبل وصیت﴾

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قبر اردن میں ہے، جب وہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو وہاں جتنے مسلمان تھے ان سب کو بلا کر فرمایا:

''میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں، اگر تم اسے قبول کرلو گے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ خیرات دو، حج اور عمرہ کرتے رہو، ایک دوسرے کو وصیت کرو، اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو، ان کو دھوکہ نہ دو اور دنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے۔ اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہوگا جہاں آج تم مجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے لہٰذا ان سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا:

> ''اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو، کیونکہ جو بندہ بھی گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کر دے لیکن اس توبہ سے قرض معاف نہیں ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا کیونکہ بندہ اپنے قرض کے بدلہ میں گروی رکھ دیا جائے گا۔ تم میں سے جس نے اپنے بھائی سے قطع تعلق کر رکھی ہے اسے چاہیے کہ وہ خود جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے۔ کسی مسلمان کو اپنا بھائی تین دن سے زیادہ نہیں چھوڑنا چاہئے، کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔''[1]

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳/۵۵۱)

﴿سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ﴾

﴿ارْمِ یا سعد ارمِ فداک ابی و امی﴾

''تیر چلاؤ اے سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔''

(فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

مختصر حالات زندگی

سعد نام اور کنیت ابواسحاق ہے۔ سعد بن ابی وقاص کے نام سے معروف ہیں، ان کے والد ابو وقاص کا نام ''مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ'' ہے۔ والدہ کا نام ''حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس'' ہے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کے چچازاد بھائی ہیں کیونکہ سیدہ آمنہ کے والد وہیب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد ابی وقاص کے بھائی ہیں۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی ایک مواقع پر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو ماموں کہہ کر مخاطب فرمایا تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ابتداء بعثت ہی میں اسلام لائے، آپ باختلاف روایات چوتھے یا چھٹے مسلمان ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ اور اصحاب شوری کے 6 ارکان میں سے تھے۔ صاحب جہادِ عظیم وفتوحاتِ فخیم ہیں۔ ان کے مناقب کثیر اور خدمات کبیر ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت وعزت جاری وساری ہے۔ بدر، احد، احزاب، حنین اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ خلافت شیخین تک برابر مہمات میں سرگرم رہے۔ عراق میں امراء افواج اسلامیہ میں ایک تھے۔ مہم فارس کے سپہ سالار اور مدائن کسریٰ کے فاتح آپ ہی ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک مدت تک والی عراق رہے۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے والی ہوئے۔ شہر کوفہ اور نہر سعد آپ ہی کے عہد ولایت کی یادگاریں ہیں۔

وفات

باختلاف روایات ۵۱ھ یا ۵۸ھ تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں وادی عقیق میں جو

مدینہ منورہ سے سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے، وفات پائی۔ عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر میں آپ نے انتقال فرمایا۔

وفات کے وقت ایک پرانا جبہ منگوا کر کہا "مجھے اس میں کفنانا، غزوہ بدر میں یہی پہن کر میں نے لڑائی کی تھی اور اسے اسی دن کے لیے محفوظ رکھا تھا۔" ترکہ میں تقریباً دو لاکھ پچاس ہزار درہم چھوڑے۔[1]

﴿قبول اسلام کا واقعہ﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اسلام قبول کرنے سے پہلے میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ ایسی تاریکی اور ظلمت میں ہوں کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ اچانک مجھے ایک چاند کی روشنی دکھائی دی تو میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس چاند کے پاس پہنچ کر میں نے دیکھا کہ مجھ سے پہلے حضرت زید بن حارثہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم وہاں پہنچ چکے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ "تم یہاں کب پہنچے ہو؟" انہوں نے کہا "ایک گھڑی پہلے۔"

مجھے یہ بات پہلے سے معلوم تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھپ چھپ کر گھاٹیوں میں اسلام کی دعوت دیتے ہیں، میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جب آپ عصر کی نماز ادا کر کے فارغ ہوئے تو میں نے اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں دے دیا اور اسلام قبول کر لیا۔"[2]

اگر نہ ان کی پناہ ملتی نجانے کیا کچھ تباہ ہوتے
جہاں میں ہم لوگ آ گئے تھے ظلوم بن کر جہول ہو کر

---

[1] مزید تفصیل کیلئے دیکھئے، عشرہ مبشرہؓ از قاضی حبیب الرحمٰن، الریاض النضرۃ فی اصحاب العشرۃ للمحب الطبری اور سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندویؒ

[2] اسد الغابۃ (۲/۲۹۲)

﴿انصار سے محبت کی وجہ﴾

ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عامر بن سعد رضی اللہ نے ان سے پوچھا، ''اے ابا جان! میں دیکھتا ہوں کہ آپ انصار کے ساتھ جو حسن سلوک اور بھلائی کا برتاؤ کرتے ہیں اور کسی کے ساتھ نہیں کرتے؟'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''میرے ایسا کرنے سے آپ کو کوئی تکلیف ہوتی ہے؟'' حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے کہا ''نہیں البتہ مجھے آپ کے اس عمل پر تعجب ضرور ہے۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے اس عمل کی وجہ آشکارا کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انصار سے وہی شخص محبت کرسکتا ہے جس کے دل میں ایمان ہے اور ان سے وہی شخص بغض رکھ سکتا ہے، جس کے دل میں نفاق ہے۔''[1]

﴿حصول علم کا جذبہ﴾

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ سے تحصیل علم میں کبھی پس وپیش یا شرم وحجاب دامن گیر نہ ہوتا تھا، ایک دفعہ بارگاہ نبوت میں حاضر تھے، آنحضرت ﷺ نے ایک جماعت کو کچھ عطایا مرحمت فرمائے۔ لیکن ان میں سے ایک شخص کو محروم رکھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کی محرومی پر تعجب ہوا، لہٰذا عرض کیا ''یارسول اللہ! میرا خیال ہے کہ یہ بھی مومن ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''مومن یا مسلم؟'' لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تشفی نہ ہوئی۔ انہوں نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سہ بارہ اسی سوال کو دہرایا۔ یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ فرما کر تشفی کردی کہ ''بعض اوقات وہ شخص جس کو عطیہ نہ دیا جائے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو عطیہ دیا جائے۔''[2]

---

[1] اسد الغابۃ (۲/۲۹۳)

[2] رواہ البخاری (۶۲) ومسلم (۲۱۴) والنسائی (۴۹۰۶) وابوداؤد (۴۰۶۳) واحمد (۱۴۴۰)

﴿حضرت سعیدؓ کی حضورؐ سے محبت﴾

حضور اقدس ﷺ کی عقیدت و محبت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دل میں رچی ہوئی تھی۔ اس محبت میں وہ کسی عزیز سے عزیز شخص کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے، انہوں نے حالت کفر میں غزوہ احد کے دوران رسول اللہ ﷺ کا روئے مبارک زخمی کر دیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ ''واللہ! میں عتبہ سے زیادہ کبھی کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔''[1]

اسی طرح حضور ﷺ کے افعال و اقوال کی اتباع و اطاعت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ اہل کوفہ نے دربار خلافت میں شکایت کی کہ یہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے تو فرمانے لگے کہ ''رسول اللہ ﷺ کی نماز سے سر موانحراف نہیں کرتا۔''[2]

﴿حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا قصہ ناراضگی﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے بہت فرماں بردار تھے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ نے کہا ''اے سعد! تو نے یہ کون سا دین اختیار کر لیا ہے؟ جب تک تو اس نئے دین کو نہیں چھوڑے گا میں نہ کوئی چیز کھاؤں گی اور نہ پیوں گی یہاں تک کہ میری موت واقع ہو جائے۔ پھر تو لوگوں کی تنقید اور ملامت کی زد میں آئے گا۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے امی جان! ایسا نہ کیجئے! کیونکہ میں اپنے دین کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔''

کچھ دن تک یہی صورتحال رہی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کھانے پینے سے مکمل بائیکاٹ کیے رکھا اور انتہائی کمزوری اور لاغری کا شکار ہو گئیں، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، لہٰذا انہوں نے اپنی والدہ سے کہا ''اگر آپ کی

---

[1] سیر الصحابۃ (۱۶۱/۲)

[2] رواہ البخاری (۷۱۳)

ایک ہزار جانیں بھی ہوتیں اور وہ ایک ایک کر کے نکل جاتیں تو پھر بھی میں اپنے دین کو نہ چھوڑتا۔" جب ان کی والدہ نے ان کے جذبات کو ملاحظہ کیا تو بائیکاٹ ختم کر دیا اور کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت مبارکہ کو نازل فرمایا:

﴿وَاِنْ جَاهَدَاکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا﴾ (لقمٰن: ۱۵)

"اور اگر وہ تیرے در پے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا کے کاموں میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا۔"[۱]

﴿اسلام کیلئے پہلا خون﴾

ابتدائے اسلام میں جب حضور اقدس ﷺ کے صحابہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو چھپ کر گھاٹیوں اور پہاڑوں کی اوٹ میں نماز ادا کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت میں مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ اچانک کہیں سے مشرکین کا ایک گروہ آ نکلا، انہوں نے مسلمانوں کا تمسخر اڑایا اور اسلام کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ نوبت قتل و قتال تک پہنچ گئی۔ اس لڑائی میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کو اس زور سے اونٹ کی ہڈی رسید کی کہ اس کا سر پھٹ گیا، یہ پہلا خون تھا جو اسلام کی خاطر بہایا گیا۔[۲]

﴿حضرت سعدؓ اور قبولیت دعا﴾

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دعا دی:

﴿اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاکَ﴾

---

[۱] رواہ مسلم (۴۴۳۲)

[۲] اسد الغابۃ (۱/۲۹۱)

''اے اللہ! سعد جب بھی تجھ سے دعا مانگے اس کی دعا کو قبول فرما۔''

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بھی دعا مانگا کرتے تھے ان کی دعا قبول ہوتی تھی۔ لوگوں کو ان کے مستجاب الدعوت ہونے کا علم تھا اس لیے وہ ان سے ڈرا کرتے تھے۔[1] یعنی ان کو تکلیف پہنچانے سے گریز کرتے تھے کہ کہیں کوئی بد دعا ہی نہ دے دیں۔

﴿اس کا اثر اگر میرے کردار میں نہ ہو﴾

ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے قصر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے جو مقام عتیق میں تھا۔ راستہ میں ایک غلام کو درخت کاٹتے ہوئے دیکھا۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو حرام قرار دیا تھا، اس لیے انہوں نے اس کے اوزار چھین لیے، غلام کے مالک نے آ کر اس کا مطالبہ کیا تو فرمانے لگے ''معاذ اللہ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش کو واپس کر دوں گا؟'' یہ فرمایا اور اس کے اوزار واپس کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔[2]

﴿زہد وتقویٰ کا اہتمام﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے زہد وتقویٰ کا یہ حال تھا کہ جس وقت دنیائے اسلام حکومت و بادشاہت کے جھگڑوں میں مبتلا تھی۔ اس وقت وہ مدینہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی دعائیں مانگ رہے تھے اور جو کوئی ان جھگڑوں کے متعلق پوچھتا تو فرماتے کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ''میرے بعد عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا جس میں سونے والا بیٹھنے والے سے بہتر

---

[1] اسد الغابۃ (۲/۲۹۱)

[2] رواہ مسلم (۲۴۲۷) ابوداؤد (۱۷۴۱) واحمد (۱۳۶۶)

[3] رواہ احمد (۳۶۹)

ہوگا، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اچھا ہوگا۔''[۳]

﴿نیکیوں کا بدلہ﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت مصعب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کی جان نکل رہی تھی تو ان کا سر میری گود میں تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے، انہوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا ''اے میرے بیٹے! کیوں روتے ہو؟'' میں نے کہا ''آپ کے مقام کی وجہ سے اور آپ کو دنیا سے رخصت ہوتے دیکھ کر رو رہا ہوں۔'' میرے والد نے مجھے کہا ''مت روئیں! کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے کبھی عذاب نہیں دیں گے اور میں یقیناً جنت والوں میں سے ہوں، مومن بندے جب تک اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دے گا اور کفار کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی، اور مومنین کے وہ عمل جو انہوں نے اللہ کیلئے کیے تھے جب وہ ختم ہو جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا جس کیلئے عمل کیا تھا۔ ہر ایک اس کا ثواب بھی اسی سے لے لے۔''[۱]

﴿قوت حافظہ﴾

ایک مرتبہ حضرت سعید بن میسب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا ''میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن آپ سے ڈر بھی لگتا ہے۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے میرے بھتیجے! مجھ سے نہ ڈرو۔ جب تمہیں معلوم ہو کہ وہ چیز مجھے معلوم ہے تو تم مجھ سے ضرور پوچھ لو۔'' حضرت سعید بن میسب رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا ''جب غزوہ تبوک میں حضور ﷺ اپنے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر گئے تھے تو ان سے کیا فرمایا تھا؟'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ''حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جاؤ جیسے کہ

---

۱ حیاۃ الصحابۃ (۳/۷۰) بحوالہ ابن سعد (۳/۱۴۷)

۲ حیاۃ الصحابۃ (۳/۲۴۰)

حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے تھے (کہ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو پیچھے چھوڑ گئے تھے)۔"[۲]

﴿مختصر مگر پر اثر﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیہ عورت کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس گننے سے زیادہ آسان ہو۔" یا فرمایا "اس سے افضل ہو۔"

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَآءِ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ مِثْلَ ذٰلِكَ﴾

"اللہ کی تعریف اس مخلوق کے بقدر جو اس نے آسمانوں میں پیدا کی اور اس مخلوق کے بقدر جو اس نے زمین میں پیدا کی اور اس مخلوق کے بقدر جو ان دونوں زمین و آسمان کے درمیان ہے اور اس مخلوق کے بقدر جسے وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر اللہ اکبر اور سب کے برابر الحمد للہ اور اس سب کے برابر لا الہ الا اللہ اور اس سب کے برابر لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔"[۱]

﴿کرامت سعد رضی اللہ عنہ﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے یہ شعر پڑھے۔ (حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیماری کی وجہ سے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے تھے جس پر اس نے یہ اشعار طنزاً پڑھے)۔

---

۱ ابوداود (۱۴۸۲) والترمذی (۳۴۹۱)

نُقَاتِلُ حَتّٰی ینزل اللّٰہ نصرہٗ
وسعد بباب القادسیۃ معصمٌ
فَابنا وقدامت نساءٌ کثیرۃ
ونسوۃ سعدٍ لیسس فیھن ایّمٌ

''ہم تو اس لیے جنگ کر رہے تھے تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل کر دے
اور (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ کے دروازہ سے چمٹے کھڑے
رہے جب ہم واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں لیکن
(حضرت) سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔''

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان اشعار کا پتہ چلا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ ''اے اللہ! اس کی زبان اور ہاتھ کو مجھ سے تو جس طرح چاہے روک دے۔''

چنانچہ جنگ قادسیہ کے دن اسے ایک تیر لگا جس سے اس کی زبان کٹ گئی اور ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ قتل بھی ہو گیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ:

ایماندار لوگوں کو بتانے کیلئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے اٹھا کر دروازے کے پاس لے چلو، چنانچہ لوگ انہیں اٹھا کر باہر لائے، پھر انہوں نے اپنی پشت سے کپڑا اٹھایا تو اس پر بہت سے زخم تھے، جنہیں دیکھ کر تمام لوگوں کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ واقعی معذور تھے اور کوئی بھی انہیں بزدل نہیں سمجھتا تھا۔''[1]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ پہرہ دیتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند نہ آئی، آپ نے فرمایا: ''کاش میرے اصحاب میں سے کوئی صالح شخص آج پہرہ دے دے۔'' اتنے میں ہم نے ہتھیار کی جھنکار سنی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کون ہے؟'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ''یا رسول اللہ! میں آپ کی حفاظت کے لیے پہرہ دینے آیا ہوں۔''

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۷۱۸/۳)

اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اطمینان سے استراحت فرمانے لگے، یہاں تک کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خراٹوں کی آواز بھی سنائی دینے لگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا۔

الالیت شعری هل ابتین لیلة

بوادو حوالی اذخر وجلیل

''میں نہیں سمجھتا کہ میں اس وادی میں رات سو کر گزار لوں گا، جبکہ میرے اردگرد ایک خوشبودار گھاس اور دوست احباب موجود ہیں۔''[1]

دو لمبی اور مختصر رکعتیں

ایک مرتبہ کوفہ والوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نماز کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھجوا کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور اہل کوفہ کی شکایت کا تذکرہ کیا جو انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نماز کے متعلق کی تھی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی اس شکایت کو سن کر کہ۔ ''میں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسی نماز پڑھاتا ہوں اور اس میں بالکل کمی نہیں کرتا، میں انہیں پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں اور دوسری دو رکعتیں مختصر کر کے پڑھاتا ہوں۔'' یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے ابو اسحاق! آپ کے بارے میں میرا یہی گمان تھا۔''[2]

فرشتوں کی زیارت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں اور بائیں طرف سفید کپڑوں میں ملبوس دو ایسے آدمیوں کو دیکھا

---

۱ رواہ البخاری (۶۶۹۰) ومسلم (۴۴۲۷) والترمذی (۳۶۸۹) واحمد (۲۳۹۴۱)

۲ رواہ مسلم (۶۸۹) والبخاری (۷۱۳) والنسائی (۹۹۲) وابوداؤد (۶۸۰) واحمد (۱۴۳۶)

۳ رواہ مسلم (۴۲۶۴) والبخاری (۳۷۴۸) واحمد (۱۳۸۹)

جنہیں نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں کبھی دیکھ سکا، ان میں سے ایک حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔''[۳]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح مسلم'' میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو دیکھنا انبیاء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ صحابہ اور اولیاء بھی انہیں دیکھ سکتے ہیں اور اس حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو دیکھا ہے۔''[۱]

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ''وہ فرشتے پوری تندہی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جنگ لڑ رہے تھے۔''

﴿اے سعد! تیر چلاؤ﴾

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''غزوہ احد میں ایک کافر بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کر رہا تھا اور اس نے کافی نقصان پہنچایا تھا، اس صورتحال کو دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا ''اے سعد! تیر چلاؤ! میرے ماں باپ تم پر قربان ہو۔'' چنانچہ میں نے اسے ایک تیر مارا جو اس کے پہلو میں لگا اور وہ مردار ہو کر ایسا گرا کہ اس کا ستر بھی کھل گیا۔ (اس کی ہلاکت کی خوشی میں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔''[۲]

﴿پہلے تیر انداز﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ''خدا کی قسم! اللہ کے راستہ میں تیر چلانے والا پہلا شخص میں ہوں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے اور ہمارے پاس کھانے کیلئے حبلہ اور کیکر کے پتوں کے سوا کوئی چیز نہ ہوتی

---

۱ شرح مسلم للنووی، کتاب الفضائل (۴۲۶۴)

۲ رواہ مسلم (۴۴۳۱) والبخاری (۳۴۴۶) والترمذی (۲۷۵۶) ابن ماجہ (۱۲۷) واحمد (۱۴۷۹)

تھی، یہاں تک کہ ہم لوگ بکری کی مینگنیوں کی طرح کا پاخانہ کیا کرتے تھے، پھراب بنو اسد والے مجھے دین کے بارے میں ملامت کرتے ہیں اور تنقید کا نشانہ بناتے ہیں کہ میں نامرداد ہو گیا اور میرے اعمال ضائع ہو گئے۔"[۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے محبت

حضرت خثیمہ بن ابی سبرہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کوئی صالح ہم نشین میسر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس عطا فرمائی، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے کہا "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے کوئی صالح ہم نشین مل جائے، اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی صحبت سے سرفراز فرما دیا ہے۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا "آپ کہاں سے تعلق رکھتے ہیں؟" میں نے کہا "میں کوفہ کا رہنے والا ہوں، مدینہ میں خیر و بھلائی کی تلاش میں جستجو میں آیا ہوں۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا تم میں سعد بن مالک رضی اللہ عنہ (یعنی ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) نہیں جو مستجاب الدعوۃ ہیں؟ کیا تم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین اور وضو کے برتن کے ذمہ دار ہیں؟ کیا تم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز دان ہیں؟ کیا تم میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی شیطان سے پناہ دی ہے؟ کیا تم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نہیں جو دو کتابیں (انجیل و قرآن) کے حامل ہیں؟"[۲]

تلخابہ حیات میں کتنی مٹھاس ہے!

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں مکہ میں بیمار ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اپنے دست مبارک کو میری پیشانی پر رکھا، پھر میرے سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا

---

۱ رواہ مسلم (۵۲۶۷) و البخاری (۳۴۴۹) والترمذی (۲۲۸۸) و ابن ماجہ (۱۲۷) و احمد (۱۴۱۶) والدارمی (۲۳۰۸)

۲ الترمذی (۳۷۴۷)

﴿اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَاَتِمِمْ لَهٗ هِجْرَتَهٗ﴾

''اے اللہ! سعد رضی اللہ عنہ کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو کمال تک پہنچا۔''[۱]

علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد کتاب الجنائز میں فرماتے ہیں:

''علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے ہجرت کے کامل ہونے کی دعا اس لیے فرمائی کیونکہ وہ بیمار تھے اور اس بات کا خوف تھا کہ کہیں اسی جگہ انتقال نہ ہو جائے جہاں سے ہجرت فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو شفا عطا فرمائی اور بعد میں ان کا انتقال مدینہ میں ہوا۔''[۲]

بخاری شریف میں اسی واقعہ کو کچھ اس انداز میں نقل کیا گیا ہے کہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میں ایک مرتبہ مکہ میں بہت شدید بیمار ہو گیا، حضور ﷺ میری تیمارداری کیلئے تشریف لائے، میں نے عرض کیا ''یا نبی اللہ! میں نے ترکہ میں بہت سا مال چھوڑا ہے جبکہ میری ایک ہی بیٹی ہے، میں چاہتا ہوں کہ دو تہائی مال کو صدقہ کر دوں اور ایک تہائی مال ترکہ میں چھوڑوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''نہیں! ایسا نہ کرو'' میں نے عرض کیا ''پھر میں آدھا مال صدقہ کر دیتا ہوں اور آدھا چھوڑ دیتا ہوں۔'' حضور ﷺ نے مجھے ایسا کرنے سے بھی منع کر دیا۔ پھر میں نے عرض کیا ''میں ایک تہائی صدقہ کر دیتا ہوں اور دو تہائی اپنی بیٹی کیلئے چھوڑ دیتا ہوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''ایک تہائی ٹھیک ہے اور یہ بہت ہے۔'' پھر آنحضرت ﷺ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا اور میرے چہرے سے پیٹ تک ہاتھ پھیرا، پھر فرمایا:

---

۱ ابوداؤد (۲۶۹۸) و البخاری (۵۴) و (۱۲۱۳) و (۲۵۳۷) ومسلم (۳۰۷۶) و الترمذی (۸۹۷) والنسائی (۳۵۶۷) وابن ماجہ (۲۶۹۹) واحمد (۱۳۶۳) ومالک (۱۲۵۸) والدارمی (۳۰۶۴)

۲ عون المعبود شرح ابی داؤد، کتاب الجنائز (۲۶۹۸)

۳ رواہ البخاری (۵۲۲۷)

''اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو کامل فرما۔''
جب بھی مجھے اس واقعہ کا خیال آئے گا تو میں اپنے دل میں اس کی ٹھنڈک محسوس کرتا رہوں گا۔''[۳]

بے لطف زندگی ہے غم یار کے بغیر — موجیں نہیں قریب تو ساحل اداس ہے
تیرے نثار اے غم جاناں تیرے طفیل — تلخابہ حیات میں کتنی مٹھاس ہے

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مقام سعد رضی اللہ عنہ﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے عراق میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دوران وضو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں ایسا کرنے پر ملامت کی۔ پھر جب ہم دونوں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا'' جس عمل کی وجہ سے آپ مجھے ملامت کررہے تھے اس کے متعلق اپنے والد محترم سے پوچھ لیجئے۔'' میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ساری بات کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا ''جب سعد رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کوئی حکم بیان کریں تو اس کا انکار مت کیا کرو، بلاشبہ حضور اقدس ﷺ موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔''[۱]

﴿حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا﴾

عصر سے کچھ پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بازاروں میں گھومتے ہوئے احجار الزیت نامی مقام پر پہنچے، آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک سوار کے پاس جمع ہیں جو بہت بری اور ناگوار آواز کے ساتھ چیخ رہا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کررہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا'' یہ کیا ماجرا ہے؟'' ایک شخص نے کہا'' یہ آدمی جو اپنی اونٹنی پر سوار ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کررہا ہے۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی طیش میں آگئے اور سارے مجمع کو پیچھے دھکیلتے ہوئے آگے بڑھے اور اس سوار کو للکار کر کہا'' اے

---

[۱] مسند احمد (۸۳) و مالک (۶۵)

فلاں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کیوں تنقیص کر رہا ہے؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہونے والے شخص نہیں ہیں؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے شخص نہیں ہیں جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے زاہد نہیں جنہوں نے دنیا سے بے رغبتی کا مثالی نمونہ قائم کیا؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے بڑے عالم نہیں؟ کیا وہ داماد رسول نہیں ہیں؟ کیا حضور ﷺ نے اپنی بیٹی ان سے نہیں بیاہی تھی؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوات میں حضور ﷺ کے علم بردار نہیں رہے؟''

اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قبلہ رخ ہو کر اس آدمی کے خلاف یوں بددعا فرمائی:

''اے اللہ! اس آدمی نے تیرے ایک دوست کی شان میں گستاخی کی ہے، لوگوں کا یہ مجمع اس وقت تک واپس نہ لوٹے جب تک تو ان کو اپنی قدرت کا مشاہدہ نہ کروا دے۔''

ابھی وہ تمام لوگ وہیں کھڑے تھے کہ اچانک اس گستاخ کی اونٹنی بدکی اور اس نے زوردار جھٹکا دے کر اسے نیچے پھینک دیا جس سے اس کا سر تن سے جدا ہو کر دور جا گرا اور اس کا دماغ پھٹ گیا اور وہیں مر گیا۔[1]

﴿بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے﴾

جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ''بہرسیر'' نامی شہر کو فتح کر لیا اور اس میں پڑاؤ ڈال دیا۔ پھر مجاہدین نے کشتیاں تلاش کیں تاکہ وہ لوگ دریائے دجلہ پار کر کے دور والے شہر جا سکیں اور اسے فتح کر سکیں۔ لیکن انہیں کوئی کشتی نہ مل سکی کیونکہ ایرانی لوگ تمام کشتیاں سمیٹ کر وہاں لے جا چکے تھے، چنانچہ مسلمان صفر مہینے کے کئی دن ''بہرسیر'' میں ٹھہرے رہے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتے رہے کہ (کشتیوں کے بغیر ہی) دریا پار کر لیا جائے، لیکن شفقت کی وجہ سے وہ

---

۱ المستدرک للحاکم (۵۰۰/۳)

مسلمانوں کو ایسا نہیں کرنے دیتے تھے، پھر وہاں کے کچھ عجمی کافروں نے آ کر انہیں دریا پار کرنے کیلئے وہ گھاٹ بتایا جو وادی کی سخت جگہ تک پہنچا دیتا تھا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ تردد میں پڑ گئے اور اس گھاٹ سے گزر کر جانے سے انکار کر دیا، اتنے میں دریا کا پانی چڑھ گیا۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ دریا میں پانی بہت زیادہ چڑھا ہوا ہے لیکن مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں گھسے ہیں اور پار ہو گئے ہیں۔ اس خواب کو دیکھ کر انہوں نے دریا پار کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور لوگوں کو جمع کر کے بیان کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''تمہارا دشمن اس دریا کی وجہ سے تم سے محفوظ ہو گیا ہے، تم لوگ ان تک نہیں پہنچ سکتے لیکن وہ لوگ جب چاہیں کشتیوں میں بیٹھ کر تم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں، تمہارے پیچھے ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے تم پر حملہ کا خطرہ ہو، میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ دریا پار کر کے دشمن پر حملہ کیا جائے۔''

تمام مسلمانوں نے بیک زبان کہا ''آپ ضرور ایسا کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہدایت پر قائم رکھے۔'' پھر سعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دریا پار کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

''آپ لوگوں میں سے کون اس بات کیلئے تیار ہے کہ پہل کرے اور دریا پار کر کے گھاٹ کے دوسرے کنارے پر قبضہ کر لے اور اس کنارے کی دشمن سے حفاظت کرے تاکہ دشمن مسلمانوں کو اس کنارے تک پہنچنے سے نہ روک سکے۔''

اس پر حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ فوراً تیار ہو گئے اور ان کے بعد چھ سو بہادر آدمی بھی تیار ہو گئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ ان کو لے کر چلے پھر دجلہ کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا ''آپ میں سے کون میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے تاکہ گھاٹ کے پرلے کنارے کو دشمن سے محفوظ کر لیں۔'' اس پر ان میں سے ساٹھ آدمی تیار ہو گئے، حضرت

عاصم رضی اللہ عنہ نے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا، آدھے لوگوں کو گھوڑوں پر آدھے لوگوں کو گھوڑیوں پر بٹھایا تا کہ گھوڑے کیلئے تیرنے میں آسانی رہے، پھر وہ لوگ دجلہ میں داخل ہو گئے (اور دریا کو اللہ کی مدد سے پار کرلیا) جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے گھاٹ کے دوسرے کنارے پر قبضہ کر کے اسے محفوظ کر لیا ہے تو انہوں نے تمام لوگوں کو دریا میں گھس جانے کا حکم دیا اور فرمایا ''یہ دعا پڑھو:

﴿نَسۡتَعِيۡنُ بِاللّٰهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيۡهِ وَحَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الۡعَلِيِّ الۡعَظِيۡمِ﴾

''ہم اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ کی طرف سے ہی ہے جو بلند و برتری اور عظمت والا ہے۔''

لشکر کے اکثر لوگ ایک دوسرے کے پیچھے چلنے لگے اور گہرے پانی پر بھی چلتے رہے، حالانکہ دریائے دجلہ بہت جوش میں تھا اور بہت جھاگ پھینک رہا تھا اور ریت اور مٹی کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ ہو رہا تھا اور لوگوں کی دو دو کی جوڑیاں بنی ہوئی تھیں اور وہ دریا پار کرتے ہوئے آپس میں یوں باتیں کر رہے تھے جس طرح زمین پر چلتے ہوئے کیا کرتے تھے۔

ایران والے یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ اس کا انہیں وہم وگمان بھی نہیں تھا وہ لوگ گھبرا کر ایسے بھاگے کہ اپنا اکثر مال وہاں ہی چھوڑ گئے اور 16 ہجری صفر کے مہینہ میں مسلمان اس شہر میں داخل ہوئے اور کسریٰ کے خزانوں میں جو تین ارب تھے ان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور شیرویہ اور اس کے بعد کے بادشاہوں نے جو کچھ جمع کیا تھا اس پر بھی قبضہ ہو گیا۔[1]

دشت تو دشت ہیں صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳/۶۶۲)

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

﴿میرے دل حزیں کو مگر غم ہی راس ہے﴾

حضرت عامر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے باہر بکریوں کا ایک ریوڑ پال رکھا تھا، ایک مرتبہ میرے بھائی عمر رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف گئے، جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں دور سے آتے ہوئے دیکھا تو میرے بھائی عمرؒ نے کہا ''اے ابا جان! کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آپ بکریوں کو چراتے رہیں اور اعرابی بن کر زندگی گزاریں جبکہ لوگ مدینہ میں بادشاہت کے بارے میں تنازع کا شکار ہوں؟'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عمر رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا ''خاموش ہو جا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کو پسند کرتے ہیں جو متقی، غنی اور خفیہ طریقے سے صدقہ کرنے والا ہو۔''[1]

اے دوست تیرے لطف و عنایت کا شکریہ
میرے دل حزیں کو مگر غم ہی راس ہے

﴿حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا﴾

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا جو ایک بڑے برتن میں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کھانا تناول فرمایا لیکن اس میں سے کچھ کھانا بچ گیا۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اس کشادہ راستہ سے ایک جنتی آدمی آئے گا جو اس باقی ماندہ کھانے کو کھائے گا۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی عمیر رضی اللہ عنہ کو وضو کرتا چھوڑ آیا تھا اور میرا خیال تھا کہ

---

[1] رواہ احمد (۱۳۶۴) ومسلم (۵۲۶۶)

[2] رواہ احمد (۱۳۷۹)

وہی آ کر اس کھانے کو کھائیں گے، لیکن حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور اس کھانے کو تناول فرمالیا۔“[۲]

﴿زیادہ آزمائشیں کس پر آتی ہیں؟﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا ”یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائشیں کس پر آتی ہیں؟“ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ”سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء پر اور پھر نیک لوگوں پر اور پھر ان کے مثل لوگوں پر آتی ہیں، آدمی کو اس کے دین کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے، اگر وہ دین میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش میں زیادتی کر دی جاتی ہے اور اگر وہ دین میں کمزور ہو تو اس کی آزمائش میں بھی کمی کر دی جاتی ہے۔ بندے پر مصیبتیں اور آزمائشیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس کے ذمہ ایک گناہ بھی نہیں ہوتا۔“[۱]

﴿حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے کو نصیحت﴾

ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ”اے اللہ! میں تجھ سے جنت، اس کی نعمتوں اور اس کے ریشمی کپڑوں کا سوال کرتا ہوں اور جہنم کے عذاب، اس کی بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔“ یہ سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تو نے اللہ تعالیٰ سے خیر کثیر کا سوال کیا ہے اور شر کثیر سے پناہ مانگی ہے اور میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو حد سے تجاوز کیا کریں گے۔“

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

---

[۱] رواہ احمد (۱۴۰۰)

(الاعراف: ۵۵)

''(لوگو) اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو اور وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

پھر فرمایا:

''تیرے لیے اتنا کافی ہے کہ تو کہے ''اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور اس قول اور عمل کی التجا کرتا ہوں جو جنت کے قریب لے جانے والا ہو اور میں تجھ سے جہنم اور اس کے قریب لے جانے والے قول و عمل سے پناہ مانگتا ہوں۔''[1]

﴿غیر اللہ کی قسم کی تلافی﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی نیا نیا مسلمان ہوا تھا کہ میں نے دوران گفتگو لات وعزیٰ (زمانہ جاہلیت کے بت) کی قسم کھائی تو مجھے میرے ساتھیوں نے کہا ''تم نے ایک غیر مناسب بات زبان سے نکالی ہے، تم حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور انہیں بتادو، کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ تم کافر ہوگئے ہو۔'' لہٰذا میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا ''میرا زمانہ جاہلیت قریب ہی گزرا ہے۔ (اسی وجہ سے) میں لات وعزیٰ کی قسم کھا بیٹھا ہوں۔ (اب میں اس کی تلافی کیسے کروں؟)'' حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''لا الہ الا اللہ وحدہ کہہ کر بائیں طرف تین مرتبہ تھوکو اور اللہ تعالیٰ سے اس عمل سے پناہ مانگو اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔''[2]

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو وصیت﴾

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عراق

---

[1] رواہ احمد (۱۴۰۲) وابوداؤد (۱۲۶۵)

[2] رواہ احمد (۱۵۰۵) والنسائی ۳۷۱۶) وابن ماجہ (۲۰۸۸)

میں لڑائی کا امیر بنانے کا ارادہ فرمایا تو انہیں پیغام بھیج کر بلایا۔ جب وہ آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں عراق کی لڑائی کا امیر بنایا اور ان کو یہ وصیت فرمائی:

''اے سعد! اے قبیلہ بنو وہیب کے سعد! تم اللہ کے بارے میں اس بات سے دھوکہ میں نہ پڑ جانا کہ تمہیں لوگ رسول اللہ ﷺ کا ماموں اور بھتیجا کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے بلکہ برائی کو اچھائی سے مٹاتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کے علاوہ کسی کا اللہ سے کوئی رشتہ نہیں، اللہ کے ہاں بڑے خاندان کے لوگ اور چھوٹے خاندان کے لوگ سب برابر ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کا رب ہے اور وہ سب اللہ کے بندے ہیں، جو عافیت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے نظر آتے ہیں، لیکن یہ بندے اللہ تعالیٰ کے انعامات اطاعت سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ تم نے حضور ﷺ کی بعثت سے لے کر ہم سے جدا ہونے تک جس کام کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کام کو اپنے سامنے رکھنا اور اس کی پابندی کرنا کیونکہ یہی اصل کام ہے۔ یہ میری تمہیں خاص نصیحت ہے اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی طرف توجہ نہ دی تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں بلا کر نصیحت فرمائی:

''میں نے تمہیں عراق کی لڑائی کا امیر بنایا ہے۔ لہٰذا تم میری وصیت یاد رکھو، تم ایسے کام کیلئے آگے جا رہے ہو جو سخت و دشوار بھی ہے اور طبیعت کے خلاف بھی ہے، حق پر چل کر ہی تم اس سے خلاصی پا سکتے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بھلائی کا عادی بناؤ اور بھلائی کے ذریعہ ہی مدد طلب کرو، تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر اچھی عادت حاصل کرنے کیلئے کوئی چیز ذریعہ بنا کرتی

ہے، بھلائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ صبر ہے، ہر مصیبت اور ہر مشکل میں ضرور صبر کرنا اس طرح تمہیں اللہ کا خوف حاصل ہوگا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کا خوف دو باتوں سے حاصل ہوتا ہے، ایک اللہ کی اطاعت سے، دوسرے اس کی نافرمانی سے بچنے سے، جس کو دنیا سے نفرت ہو اور آخرت سے محبت ہو وہی آدمی اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جسے دنیا سے محبت اور آخرت سے نفرت ہو وہی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کچھ حقیقتیں پیدا کرتے ہیں ان میں سے بعض چھپی ہوئی ہوئی ہیں اور بعض ظاہر، ایک ظاہری حقیقت یہ ہے کہ حق بات کے بارے میں اس کی تعریف کرنے والا اور اسے برا کہنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر ہوں، حق بات پر چلنے سے مقصود اللہ کا راضی ہونا ہے لوگ چاہے برا کہیں یا تعریف کریں اس سے کوئی اثر نہ لے اور چھپی ہوئی حقیقتیں دو نشانیوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ حکمت و معرفت کی باتیں اور اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہونے لگیں، دوسری یہ ہے کہ لوگ اس سے محبت کرنے لگیں، لہٰذا لوگوں کے محبوب بننے سے بے رغبتی اختیار نہ کرو (بلکہ اسے اپنے لیے اچھی چیز سمجھو) کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کی محبت اللہ سے مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ جب بندہ سے محبت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں اور جب کسی بندہ سے نفرت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ تمہارے ساتھ دن رات اٹھتے بیٹھتے ہیں ان کے دلوں میں تمہارے بارے میں (محبت یا نفرت کا) جو جذبہ ہے تم اللہ کے ہاں بھی اپنے لیے وہی سمجھ لو۔[1]

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۱۶۵/۲)

﴿حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو نصیحت﴾

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارضی رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کرنے گئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ''آپ کیوں رورہے ہیں؟ آپ تو (انتقال کے بعد) اپنے ساتھیوں سے جاملیں گے اور حضور ﷺ کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے اور حضور ﷺ کا انتقال اس حال میں ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔'' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں نہ تو موت سے گھبرا کر رورہا ہوں اور نہ دنیا کی لالچ کی وجہ سے، بلکہ اس وجہ سے رورہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ گزارے کیلئے تمہارے پاس اتنی دنیا ہونی چاہیے جتنا کہ سوار کے پاس توشہ ہوتا ہے اور (میں اس وصیت پر عمل نہیں کرسکا کیونکہ) میرے اردگرد یہ بہت سے کالے سانپ ہیں یعنی دنیا کا بہت سا سامان ہے۔''

حالانکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس صرف ایک لوٹا اور کپڑے دھونے کا برتن اور اس طرح کی چند چیزیں اور تھیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ ''آپ ہمیں کوئی وصیت فرمادیجئے، جس پر ہم آپ کے بعد بھی عمل کریں۔'' انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''جب آپ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنے لگیں اور جب آپ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز تقسیم کرنے لگیں تو اس وقت اپنے رب کو یاد کرلیا کریں۔ یعنی کوئی بھی کام کرنے لگیں تو اللہ کا ذکر ضرور کریں۔''[1]

﴿سب سے پہلے تیر انداز﴾

ایک مرتبہ حضور انور ﷺ نے حجاز کے علاقہ رابغ کی جانب ایک جماعت کو بھیجا جس میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس دن حضرت سعدؓ نے اپنے تیروں سے مسلمانوں کی خوب حفاظت کی اور حضرت سعدؓ سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا اور یہ اسلام کی سب سے پہلے

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۳۵۲/۲)

جنگ تھی اور حضرت سعدؓ نے اپنے تیر چلانے کے بارے میں یہ اشعار کہے:

الاهل اتی رسول الله انی حميت صحابتی بصدور نبلی

ازود بها عدوهم زيادًا بكل حزونة و بكل سهل

فما يعتدرام فی عدو بسهم يارسول الله قبلی

''ذرا غور سے سنو! کیا حضور ﷺ کو یہ بات پہنچ گئی ہے کہ میں نے اپنے تیروں کی نوک سے اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی ہے؟ ہر سخت اور نرم زمین پر میں نے اسلام اور اہل اسلام کے دشمنوں کو تیروں کے ذریعہ خوب اچھی طرح بھگایا ہے۔ یارسول اللہ! کوئی بھی مسلمان مجھ سے پہلے دشمن پر تیر چلانے والا شمار نہیں کیا جائیگا۔ (کیونکہ میں نے سب سے پہلے تیر چلایا ہے)۔''[1]

﴿ایک تیر تین شکار﴾

حضرت سعدؓ نے غزوہ احد کے دن ایک تیر سے تین کافروں کو قتل کیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ دشمن نے ان کی طرف تیر پھینکا۔ انہوں نے وہ تیر کافروں پر چلایا اور ایک کو قتل کر دیا۔ کافروں نے وہ تیر پھر ان پر چلایا۔ انہوں نے اس تیر کو لے کر کافروں پر دوبارہ چلا دیا اور ایک اور کافر کو قتل کر دیا۔ کافروں نے وہ تیر ان پر تیسری مرتبہ چلایا۔ انہوں نے پھر وہ تیر لے کر ان کافروں پر چلایا اور تیسرے کافر کو قتل کر دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس کارنامے سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور بہت حیران ہوئے۔ حضرت سعدؓ نے بتایا کہ ''یہ تیر مجھے حضور ﷺ نے دیا تھا۔'' (کافروں کی طرف سے آیا ہوا یہ تیر حضور ﷺ نے ان کو پکڑایا ہوگا)۔ راوی کہتے ہیں کہ (اس دن) حضور ﷺ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا تھا کہ ''میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔''[2]

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (۶۹۹/۱)

[2] حیاۃ الصحابۃ (۷۰۰/۱)

﴿حضرت سعدؓ کی بھوک﴾

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ ''حضور ﷺ کے ساتھ مکہ میں ہم لوگوں نے بڑی تنگی سے اور بڑی تکلیفوں کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ جب تکلیفیں آنے لگیں تو ہم نے ان پر صبر کیا اور ہمیں تنگی اور تکلیف برداشت کرنے کی عادت پڑگئی اور ہم نے خوشی خوشی ان پر صبر کیا۔ میں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ مکہ میں اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک رات پیشاب کرنے نکلا۔ جہاں میں پیشاب کر رہا تھا وہاں میں نے کسی چیز کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی، میں نے غور سے دیکھا تو وہ اونٹ کی کھال کا ایک ٹکڑا تھا، میں نے اس ٹکڑے کو اٹھایا اور دھو کر جلایا، پھر اسے دو پتھروں کے درمیان رکھ کر پیس کر سفوف سا بنالیا، پھر اسے پھانک کر میں نے پانی پی لیا اور میں نے تین دن اسی پر گزارے۔''[1]

﴿حضرت سعدؓ کا خطبہ﴾

جنگ قادسیہ کے دن حضرت سعدؓ نے بیان فرمایا چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ حق ہیں اور بادشاہت میں ان کا کوئی شریک نہیں، ان کی کسی بات کے خلاف نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ﴾ (اور ہم نے لکھ دیا ہے۔ نصیحت کے بعد کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے) یہ زمین تمہاری میراث ہے اور تمہارے رب نے تمہیں اس زمین کو استعمال کرنے کا موقع دیا ہوا ہے، تم خود بھی اس میں سے کھا رہے ہو اور دوسروں کو بھی کھلا رہے ہو اور یہاں کے رہنے والوں کو قتل کر رہے ہو اور ان کا مال سمیٹ رہے ہو، غرض کہ یہ گزشتہ تمام جنگوں میں تمہارے ناموروں نے ان کو بڑا نقصان پہنچایا ہے اور اب تمہارے سامنے ان کا یہ بہت بڑا لشکر جمع ہو کر آگیا ہے۔ (اس لشکر کے تعداد دو لاکھ بتائی جاتی ہے) اور تم عرب کے سردار اور معزز لوگ ہو اور تم میں

[1] حلیۃ الاولیاء (۱/۹۳)، حیاۃ الصحابۃ (۱/۴۰۵)

سے ہر ایک اپنے قبیلہ کا بہترین آدمی ہے، اور تمہارے پیچھے رہ جانے والوں کی عزت تم سے ہی وابستہ ہے اگر تم دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کا شوق اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا وآخرت دونوں دیں گے اور دشمن سے لڑنے سے موت قریب نہیں آجاتی، اگر تم بزدل بن گئے اور تم نے کمزوری دکھائی تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم اپنی آخرت برباد کرلو گے۔"[1]

﴿وفات وتجہیز وتکفین﴾

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق میں اپنے لیے ایک عمدہ گھر تعمیر کرایا تھا۔ چنانچہ عزلت نشینی کی زندگی اسی میں بسر ہوئی، آخر عمر میں قویٰ مضمحل ہو گئے تھے اور آنکھوں کی بصارت بھی جاتی رہی تھی، یہاں تک کہ ۵۵ھ میں طائر روح نے باغ رضوان کے اشتیاق میں ہمیشہ کے لئے اس قفس عنصری کو خیر باد کہا۔

حضرت سعدؓ نے وصیت کی تھی کہ جنگ بدر میں جو اونی کپڑا میرے جسم پر تھا اس سے کفن کا کام لیا جائے، چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور لاش مدینہ لائی گئی۔ بعض امہات المومنین اس وقت حیات تھیں۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس جان نثار رسول ﷺ کا جنازہ مسجد میں لایا جائے، چنانچہ مسجد میں ان کے حجروں کے سامنے نماز ادا کی گئی۔ امہات المومنین بھی نماز میں شریک تھیں۔ کسی نے مسجد میں نماز جنازہ پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "لوگ کس قدر جلد بھول گئے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھائی تھی؟"[2]

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

---

۱ تاریخ طبری (۴/۴۴)

۲ سیر الصحابۃ (۲/۱۵۹)

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

(حضرت عمرؓ کے اسلام کا ذریعہ بننے والے عظیم صحابیؓ)

﴿حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ﴾

مختصر حالات زندگی

حضرت سعیدؓ کی کنیت ابوالاعور تھی۔نسب نامہ یہ ہے:
''سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوئی''۔
آپ کی والدہ کا نام ''فاطمہ بنت بعجہ بن ملیح'' ہے۔
حضرت سعیدؓ حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی ہیں اور حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہؓ آپ کے گھر میں تھیں، نیز سیدنا سعیدؓ کی بہن عاتکہ کا نکاح ثانی عبداللہ بن ابی بکر کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ سے ہو گیا تھا۔حضرت سعیدؓ آغاز بعثت ہی میں اسلام لے آئے تھے اور آپ کی بیوی فاطمہ بنت خطابؓ بھی حضرت عمرؓ سے پیشتر مشرف باسلام ہو چکی تھیں۔یہ دونوں ہی حضرت عمرؓ کے اسلام کا سبب بنے۔

وفات

باختلاف روایت ۵۰ھ و ۵۱ھ و ۵۵ھ میں مقام عقیق میں انتقال فرمایا۔
حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے آپ کو غسل دیا۔آپ کے جسم سے خوشبو نکل رہی تھی۔نماز جنازہ حضرت ابن عمرؓ نے پڑھائی۔قبر میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اتارا۔[1]

﴿قبول اسلام اور مصائب﴾

حضرت سعید بن زیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان جرنیلوں میں سے ہیں کہ مکہ

---

[1] مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: سیر الصحابۃ (۱۸۱/۲)۔اسد الغابۃ (۳۰۶/۲) و عشرہ مبشرہ،ص:۱۴۹

مکرمہ میں جنہوں نے اسلام کے طلوع ہوتے ہی اس کی پکار پر لبیک کہا۔ چنانچہ سابقین اولین میں سے ہوئے اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ حاصل کیا۔

حضرت سعید بن زیدؓ پہلی جماعت کے ساتھ اس وقت اسلام لائے جب کہ ابھی آپ ﷺ دارارقم میں رونق افروز نہ ہوئے تھے اور نہ ہی وہاں دعوت شروع ہوئی تھی۔

اسلام لانے کے بعد جو حالات اور ناگواریاں مسلمانوں کو پیش آتی تھیں، حضرت سعید رضی اللہ عنہ بھی ان سے محفوظ نہ رہ سکے، چنانچہ قیس بن حازم سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت سعید بن زیدؓ کو کوفہ کی مسجد میں یہ کہتے ہوئے سنا:

"اللہ کی قسم! اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت عمرؓ مجھے باندھ دیا کرتے تھے تاکہ میں اسلام چھوڑ دوں۔"[1]

فاروق اعظمؓ کے قبول اسلام میں حضرت سعیدؓ کا حصہ

حضرت سعیدؓ کا نکاح حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ بنت خطابؓ سے ہوا تھا۔ حضرت سعیدؓ اور ان کی اہلیہ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور یہ دونوں ہی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا سبب بنے۔ اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ایک دن حضرت عمر فاروقؓ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے باہر نکلے، راستہ میں انہیں بنوزہرہ کے ایک شخص (نعیم بن عبداللہؓ) ملے۔ انہوں نے کہا، "اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟" حضرت عمرؓ نے کہا "میرا ارادہ ہے کہ (نعوذ باللہ من ذلک) میں محمد (ﷺ) کو قتل کر دوں۔"

"اگر تم محمد (ﷺ) کو قتل کر دو گے تو بنو ہاشم اور بنوزہرہ سے کیسے بچو گے؟"

"میرا خیال یہ ہے کہ تو بھی بے دین ہو چکا ہے اور جس دین پر پہلے تھا اس کو چھوڑ چکا ہے؟"

"میں تمہیں اس سے بھی زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں؟"

---

[1] سیر الصحابۃ

''وہ کیا؟''

''تمہاری بہن (فاطمہ بن خطابؓ) اور بہنوئی (سعید بن زیدؓ) دونوں بے دین ہو چکے ہیں اور جس دین پر تم ہو اس دین کو چھوڑ چکے ہیں!!!''

یہ سن کر حضرت عمرؓ غصہ میں بھر گئے اور اپنی بہن کے گھر چل دیئے، جب وہ ان کے گھر پہنچے تو وہاں مہاجرین میں سے حضرت خبابؓ بیٹھے ہوئے تھے جب حضرت خبابؓ نے حضرت عمرؓ کی آہٹ سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے، حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا:

''یہ پست آواز کیسی تھی جو میں نے تمہارے پاس سے سنی؟''

وہ لوگ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے، ان دونوں نے کہا:

''ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے، اور کچھ نہیں تھا!!!''

''شاید تم دونوں بھی اس نبی کی طرف مائل ہو گئے ہو۔'' حضرت عمرؓ نے کہا۔

''اے عمر! اگر تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں حق ہو تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟'' حضرت سعید بن زیدؓ نے استفسار فرمایا۔

یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ حضرت سعید بن زیدؓ پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بری طرح مارنا شروع کر دیا۔ ان کی بہن انہیں اپنے خاوند سے ہٹانے کے لئے آئیں تو اپنی بہن کو حضرت عمرؓ نے اس زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا، ان کی بہن کو بھی غصہ آ گیا، انہوں نے کہا:

''اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر؟''

اور انہوں نے بلند آواز سے کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ پڑھا۔

جب حضرت عمرؓ مایوس ہو گئے تو کہا، ''مجھے بھی وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تا کہ میں اسے پڑھوں، حضرت عمرؓ پڑھنا جانتے تھے، ان کی بہن نے کہا'' تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں، اس لیے جا کر غسل کر و یا وضو......'' پھر

حضرت عمرؓ نے اس کتاب کو لے کر سورۂ طٰہٰ سے پڑھنا شروع کیا:

﴿طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی تَنْزِیْلاً مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی وَاِنْ تَجْھَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَ ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی اِذْ رَاٰنَارًا فَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ھُدًی فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی وَ اَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾ (سورۃ طٰہٰ: ۱ تا ۱۴)

''طٰہٰ (اے محمد) ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کے لئے (نازل کیا ہے) جو خوف خدا رکھتا ہے یہ اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان بنائے۔ (یعنی خدائے) رحمٰن جس نے عرش پر قرار پکڑا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ (زمین کی) مٹی کے نیچے ہے سب اس کا ہے اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات کو جانتا ہے (وہ) معبود (برحق) ہے (کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے (سب) نام اچھے ہیں اور کیا تمہیں موسیٰ (کے حال) کی خبر ملی ہے جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا تم (یہاں) ٹھہرو میں نے آگ

دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید اس میں سے میں تمہارے
پاس انگاری لاؤں یا آگ (کے مقام) کا راستہ معلوم کرو، جب
وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ موسیٰ! میں تو تمہارا پروردگار ہوں تو اپنی
جوتیاں اتار دو تم (یہاں) پاک میدان (یعنی) طویٰ میں ہو اور میں
نے تم کو انتخاب کر لیا ہے تو جو حکم دیا جائے اسے سنو۔ بیشک میں ہی
خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کیا کرو اور
میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔"

یہاں پہنچ کر حضرت عمرؓ نے کہا "مجھے بتاؤ کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟" جب حضرت خبابؓ نے یہ بات سنی تو وہ گھر کے اندر سے باہر آئے اور کہا "اے عمر! تمہیں بشارت ہو، حضور ﷺ نے جمعرات کی رات میں یہ دعا مانگی تھی کہ:

"اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) کے
(مسلمان ہونے کے) ذریعہ سے عزت عطا فرما۔"

مجھے امید ہے کہ حضور ﷺ کی یہ دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے۔"

اس وقت حضور ﷺ اس گھر میں تھے جو صفا پہاڑ کے دامن میں تھا، حضرت عمرؓ یہاں سے چل کر اس گھر (دارارقم) میں پہنچے، اس وقت گھر کے دروازہ پر حضرت حمزہ اور حضرت طلحہؓ اور حضور ﷺ کے کچھ صحابہؓ موجود تھے۔ جب حضرت حمزہؓ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی حضرت عمرؓ کے آنے سے خوف محسوس کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا "ہاں یہ عمر ہے! اگر اللہ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو یہ مسلمان ہو کر حضور ﷺ کا اتباع کر لیں گے اور اگر اللہ کا اس کے علاوہ کسی اور بات کا ارادہ ہے تو ان کو قتل کرنا ہمارے لیے آسان بات ہے۔"

اس وقت حضور ﷺ گھر کے اندر تھے اور آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی، چنانچہ (وحی کے نازل ہونے کے بعد) حضور ﷺ باہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان کے گریبان اور تلوار کے پرتلے کو پکڑ کر فرمایا "کیا تم باز آنے

والے نہیں ہو؟'' پھر فرمایا:

''اے عمر! کیا تم اسی کا انتظار کررہے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر وہی ذلت اور سزا نازل کردے جو اس نے ولید بن مغیرہ پر نازل کی ہے۔''

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

''اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے، اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت عطا فرما۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' اور مسلمان ہوگئے، مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے کہا ''یارسول اللہ! آپ باہر (مسجد حرام کو نماز پڑھنے کے لیے) تشریف لے چلیں۔''[1]

غزوہ بدر میں عدم شرکت کی وجہ

غزوہ بدر کے موقع پر لشکر اسلام کی طرف سے ایک انتہائی اہم ذمہ داری حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی، جسے تاریخ کی معتبر کتب میں بیان کیا گیا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قریش کے قافلہ کی ملک شام سے واپسی کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو مدینہ سے روانگی سے دس روز قبل قافلہ کی خبریں لانے کیلئے بھیج دیا۔ یہ حضرات مقام حوراء میں جا کر ٹھہر گئے۔ جب قافلہ وہاں سے گزرا تو یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع دینے کیلئے وہاں سے چل پڑے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کے آنے سے پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ساتھیوں کو لے کر قافلہ کے تعاقب میں نکلے لیکن قافلہ والوں نے حملے کے خوف سے ساحلی راستہ اختیار کیا اور دن رات چل کر جلدی سے مکہ پہنچ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی روانگی کا علم ان دونوں حضرات کو نہیں تھا۔ لہٰذا یہ اطلاع دینے کیلئے مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے تھے، مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ

---

[1] طبقات ابن سعد (۳/۱۹۱)، البدایۃ والنہایۃ (۳/۸۱)، حیاۃ الصحابۃ (۱/۳۸۵)

حضور ﷺ لڑائی کیلئے تشریف لے جا چکے ہیں، جس دن یہ حضرات مدینہ پہنچے تھے عین اسی دن غزوہ بدر پیش آیا، پھر یہ مدینہ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے اور بدر سے واپسی پر آپ ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی۔

یہ دونوں حضرات لڑائی میں شریک نہ ہو سکے مگر آپ ﷺ نے مال غنیمت میں ان کا حصہ رکھا اور انہیں اس کے اجر و ثواب کی بشارت بھی دی اور لڑنے والوں کی طرح بدریین میں ان کا شمار بھی ہوا۔[1]

حضرت سعیدؓ کے جنگی کارنامے

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ غزوہ بنو قریظہ میں شریک ہوئے اور ان بہادروں میں شامل تھے جنہوں نے ۲۵ رات تک یہود کا محاصرہ کیے رکھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم پر محاصرہ ختم کیا۔ حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کا وہ فیصلہ فرمایا جو سات آسمان اوپر سے آنے والے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق تھا۔ خمس نکالنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کے اموال کو تقسیم فرما دیا۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کو نجد لے جا کر بیچ دیں اور وہاں سے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ خرید لائیں تاکہ مسلمانوں کی حربی قوت میں اضافہ ہو۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور حضور ﷺ کے فرمان کی اتباع میں نجد گئے اور وہاں قیدیوں کو فروخت کیا اور گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ خرید لائے اور حضور ﷺ کی رضا کو حاصل کیا۔[2]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور پہاڑوں کی طرح جم کر رومیوں کا مقابلہ کیا، ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی طرف دیکھا تو ان سے خوف محسوس ہوا، زمین پر گھٹنے ڈال کر کھڑے ہوئے اور پھر اس روز حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ ثابت قدم

---

۱ سیر الصحابۃ

۲ فرسان حول الرسول ﷺ، ص: ۳۲۹

رہے۔[1]

﴿لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول﴾

فتح دمشق کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو دمشق پر اپنا نائب مقرر کیا، یہ اس امت کے پہلے فرد تھے جنہوں نے نیابت کا عمل انجام دیا۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو میدان جہاد سے دوری گوارا نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا:

''امابعد! جہاد اور اس کام کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہو میں اپنی ذات کو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ترجیح نہیں دے سکتا، جب میرا خط آپ کے پاس پہنچے تو اس گورنری کیلئے ایسے شخص کو بھیج دیجئے جسے اس کی رغبت ہو، میں جلد از جلد آپ کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔''[2]

﴿حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے آنسو﴾

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بہت روئے، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

''میں تو اسلام پر روتا ہوں کہ ان کی موت سے اسلام میں ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو قیامت تک پر نہ ہو سکے گا۔''[2]

﴿اک دم کی زندگی بھی محبت میں حرام﴾

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنگ یرموک کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے

---

۱ فرسان حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۳۰

۲ فرسان حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۳۱

فرماتے ہیں کہ ''جنگ یرموک کے دن ہماری تعداد تقریباً بیس ہزار جبکہ رومی لشکر ایک لاکھ بیس ہزار کے لگ بھگ نفری پر مشتمل تھا، انہوں نے اپنے ہاتھوں میں دیو قامت اور مضبوط نیزے اٹھا رکھے تھے، ان کے مذہبی پیشوا ان کے آگے آگے صلیب کو اٹھائے ہوئے چل رہے تھے، یہ بلند آواز میں کوئی وظیفہ پڑھتے اور لشکر کے سپاہی اس وظیفہ کو دہراتے، ان سب کی آواز بجلی کی کڑک جیسی محسوس ہو رہی تھی۔

جب مسلمانوں نے اس صورتحال کو دیکھا تو تھوڑا سا گھبرا گئے اور ان کے دلوں میں رومی لشکر کا قدرے خوف بیٹھ گیا۔

امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی اس کیفیت کو تاڑ لیا اور انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے اللہ کے بندو...... تم اللہ کے دین کی مدد کرو۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا...... اے اللہ کے بندو...... صبر کرو کیونکہ صبر ہی وہ عمل ہے جو کفر سے نجات دلاتا ہے...... اللہ کی رضا کا سبب ہے...... عار و ذلت کو دور کرنے والا ہے...... اپنے نیزوں کو ٹھیک کر لو اور کمانوں کو مضبوط کر لو! خاموشی اختیار کرو...... البتہ دل میں اللہ کا ذکر کرتے رہو، یہاں تک کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں تمہیں حملہ کرنے کا حکم دوں گا۔''

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ خطبہ سن کر ایک مسلمان سپاہی آگے بڑھا اور اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

''میں نے شہید ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے، کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں؟''

''ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا اسلام کہنا اور ان سے عرض کرنا کہ ''یا رسول اللہ! جس بات کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو پا لیا۔'' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس شہید کو اپنا پیغام دے دیا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جونہی میں نے اس شخص کا کلام سنا اور اس کو دیکھا کہ وہ اپنی تلوار کو لہلہاتا ہوا دشمن پر جھپٹ پڑا تو میں نے اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اپنا تیر چلانا شروع کر دیا، ایک گھڑ سوار میری طرف بڑھا تو میں نے نیزہ کا وار کر کے اس کا خاتمہ کر دیا، اس کے بعد میں دشمن پر جھپٹ پڑا اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے خوف کو نکال دیا، ہمارے سپاہی شیروں کی طرح رومی سپاہیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان سے لڑتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فتح سے ہمکنار کر دیا۔''[1]

صدق وفا اور یقین محکم سے سرفراز جذبوں کو اس ترجمانی کو علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے پیش کیا ہے، ان اشعار کو پڑھ کر عرب کے نوجوانان تیغ و بند کے جذبات کی گہرائی معلوم ہوتی ہے ؎

صف بستہ تھے عرب کے نوجوانان تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروس زمین شام
ایک نوجوان صورت سیماب مضطرب
آ کر ہوا امیر عساکر سے ہم کلام
اے بو عبیدہ! رخصت پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا ہے میرے صبر و سکوں کا جام
بیتاب ہو رہا ہوں فراق رسول میں
ایک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضور رسالت پناہ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

---

[1] صور من حیاۃ الصحابۃ، ص:۲۳۴

یہ ذوق و شوق دیکھ کر پرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفت تیغ بے نیام
بولا امیر فوج کہ ''وہ نوجواں ہے تو
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پوری کرے خدائے محمد تری مراد
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام
پہنچے جو بارہ گاہ رسول امیں میں تو
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضور نے[1]

کرامت سعید رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ اروٰی نامی ایک عورت نے مروان بن حکم کی عدالت میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا۔ جس میں اس نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کے مکان پر قبضہ کر رکھا ہے، لیکن حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے یہ فرما کر اس مکان سے دستبرداری کا اعلان کر دیا کہ:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ جو شخص ناحق ایک بالشت زمین پر بھی قبضہ کرے گا تو اس عمل کی جہ سے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔''

اس کے بعد حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے حق میں بددعا کی اور دعا فرمائی:

''اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی بینائی ختم کر دے اور اس کی قبر اس کے گھر میں ہی بنا دے۔''

---

[1] بانگ درا، ص: ۲۹۸

راوی کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آیا کہ میں اس عورت کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اندھی ہو چکی تھی اور دیواروں کے سہارے سے چلتی ہوئی جا رہی تھی، اور اس کی زبان سے یہ کلمات جاری تھے۔ ''مجھے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی ہے۔'' ایک دن وہ عورت اپنے گھر میں چل رہی تھی۔ اس دوران کنویں کے پاس سے گزرنے لگی تو اس کنویں میں گر گئی اور کنواں اس کی قبر بن گیا۔[1]

﴿دس اہل جنت کا جبل حراء پر اجتماع﴾

ایک مرتبہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نو آدمیوں کے بارے میں گواہی دے سکتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں شخص کے بارے میں بھی گواہی دے دوں تو گناہ گار نہیں ہوگا۔'' لوگوں نے پوچھا ''وہ کیسے؟''

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ جبل حراء پر موجود تھے کہ اچانک پہاڑ میں زلزلہ آیا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''اے حراء ٹھہر جا! تیرے اوپر موجودہ افراد میں سے ایک نبی ہے، ایک صدیق اور باقی شہید ہیں، لوگوں نے پوچھا اس وقت جبل حراء پر کون کون موجود تھا؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس وقت جب جبل حراء پر یہ افراد موجود تھے (۱) حضور نبی کریم ﷺ (۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۴) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۶) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۸) حضرت سعد رضی اللہ عنہ (۹) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں نے پوچھا ''دسویں شخصیت کون سی تھی؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''دسواں آدمی میں ہوں۔''[2]

---

۱ رواہ البخاری (۲۲۷۲) و مسلم (۳۰۲۱) والترمذی (۱۳۳۸) واحمد (۱۵۶۲) والدارمی (۲۴۹۲)

۲ رواہ الترمذی (۳۶۹۰) وابوداؤد (۴۰۳۰) وابن ماجہ (۱۳۰) واحمد (۱۵۴۳)

﴿ایک عظیم فتنہ کا تذکرہ﴾

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، حضور ﷺ نے ایک بہت بڑے فتنہ اور آزمائش کا تذکرہ فرمایا، لوگوں نے عرض کیا ”یارسول اللہ! اگر یہ فتنہ ہمارے زمانہ میں آیا تو کیا ہمیں ہلاک کر دے گا؟ یعنی ہماری دنیا و آخرت کی بربادی کا ذریعہ بن جائے گا۔“ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”ہرگز نہیں! بلکہ تمہارا مقتول ہو جانا کافی ہے۔“ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے اپنے بھائیوں کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔“[1]

﴿حضرت سعید رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں............﴾

ریاح بن حارث رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں فلاں شخص کے پاس بیٹھا تھا، کچھ کوفی لوگ بھی ان کی خدمت میں حاضر تھے، اتنے میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے آئے تو انہوں نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا نہایت پرتپاک استقبال کیا اور انہیں اپنے تخت پر بٹھایا، دریں اثنا قیس بن علقمہ نامی ایک شخص وہاں آنکلا اور ان کے سامنے آکر گالیاں دینے لگا، حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا ”یہ شخص کس کو گالیاں دے رہا ہے؟ لوگوں نے کہا ”یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا ہے؟“ حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا ”تمہارے سامنے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو برا بھلا کہا جاتا ہے لیکن تم فکر نہیں کرتے اور نہ ہی غیرت و غصہ میں آتے ہو، یاد رکھو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، اور جو بات میں تمہیں بتانے لگا ہوں یہ بالکل حق ہے کیونکہ میں اس سے بے نیاز ہوں کہ حضور ﷺ کے متعلق کوئی ایسی بات کروں جو آپ نے نہ فرمائی ہو، آج تو میں بات کردوں لیکن جب کل کو آپ ﷺ سے میرا سامنا ہوگا اور آپ نے مجھ سے اس بات کے متعلق پوچھ لیا تو میرا کیا بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

---

[1] رواہ ابوداؤد (۴۲۷۹)

''نبی ﷺ جنتی ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، سعد بن مالک جنتی ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔''

اور اگر میں چاہوں تو دسویں شخص کا نام بھی لے سکتا ہوں۔''

''وہ کون ہیں؟'' لوگوں نے بے قرار ہو کر پوچھا تو آپ نے فرمایا ''دسواں آدمی سعید بن زید ہے۔''

اس کے بعد حضرت سعید بن زید نے فرمایا:

''صحابہ میں سے کسی کا حضور ﷺ کے ساتھ ایسی صورت حال میں حاضر ہونا جس میں اس کا چہرہ گرد آلود ہو جائے (یعنی جہاد اور غزوات کے موقع پر) یہ تمہارے اس شخص کے سب اعمال سے بہتر ہے جسے حضرت نوح علیہ السلام کے بقدر عمر عطا کی گئی ہو۔''[1]

﴿تلاش حق﴾

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (قبل از بعثت) حضور اقدس اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مکہ میں (کسی مقام پر بیٹھے کھانا کھا رہے) تھے کہ ان کے پاس سے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد زید بن عمرو بن نفیل کا گزر ہوا، ان دونوں حضرات نے انہیں کھانے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا ''اے میرے ابن اخ! میں ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا جنہیں بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔'' حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اس وقت کے بعد حضور اقدس ﷺ کو کبھی ان جانوروں کا گوشت کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا جنہیں بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔'' حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اور آپ نے خود بھی میرے والد کو دیکھا ہے کہ ان کا مزاج وطبیعت ایسی تھی کہ اگر وہ آپ کی بعثت کا زمانہ پا لیتے تو آپ پر ایمان لے آتے اور آپ کی اتباع کرتے، لہٰذا ان

[1] رواہ ابوداؤد (۴۰۳۱) وابن ماجہ (۱۳۱) واحمد (۱۵۴۵)

کے لئے استغفار فرما دیجئے۔" حضور ﷺ نے فرمایا "ہاں ضرور! میں ان کے لیے استغفار کروں گا۔ بلاشبہ انہیں قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ پوری ایک جماعت کے مساوی ہوں گے۔"[1]

﴿حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد کا واقعہ﴾

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد زید کا دل زمانہ جاہلیت میں ہی کفر و شرک سے متنفر تھا اور جستجوئے حق میں دور دراز ممالک کی خاک چھانی، والد کے اسی نظریہ توحید کا اثر تھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے توحید کی صدا انتہائی مانوس صدا تھی اور انہوں نے ظلمت و شرکت کے ظلمت کدہ میں توحید کا جلوہ دیکھ لیا تھا۔

تلاش حق میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد زید نے شام کا سفر کیا اور ایک یہودی عالم سے مقصود کی رہبری چاہی، اس نے کہا "اگر خدا کے غضب میں حصہ لینا ہے تو ہمارا دین حاضر ہے۔" زید نے کہا "میں اسی سے بھاگا ہوں، پھر اس میں گرفتار نہیں ہوسکتا، البتہ اگر کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو تو بتا دو۔" اس نے دین حنیف اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے پوچھا "دین حنیف کیا ہے؟" بولا "دین حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب ہے جو نہ یہودی تھے، نہ عیسائی بلکہ صرف خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے۔" یہاں سے بڑھے تو ایک عیسائی عالم سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا "اگر خدا کی لعنت کا طوق چاہتے ہو تو ہمارا مذہب موجود ہے۔" زید نے کہا "خدارا کوئی ایسا مذہب بتاؤ جس میں نہ خدا کا غضب ہو، نہ لعنت، میں ان دونوں سے فرار اختیار کرتا ہوں۔ وہ عیسائی عالم کہنے لگا "میرے خیال میں ایسا مذہب صرف دین حنیف ہے۔" غرض جب ہر جگہ سے دین ابراہیم کا پتہ ملا تو شام سے واپس ہوئے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "خدایا! تجھے گواہ بناتا ہوں کہ اب میں دین حنیف کا پیرو ہوں۔"[2]

---

1. رواہ احمد (۱۵۶۱)
2. سیر الصحابۃ

﴿توحید پہ ناز﴾

زید کو اس کفرستان میں اپنے موحد ہونے کا نہایت فخر تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ زید کو دیکھا کہ کعبہ سے پشت ٹیک کر کہہ رہے تھے "اے گروہ قریش! خدا کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر قائم نہیں ہے۔"[1]

﴿حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد کو جنت کی بشارت﴾

عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ (حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد) زید بن عمرو بن نفیل نے مجھ سے کہا "میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی ہے اور ملت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو اپنایا ہے۔ عبادت بھی ان کے طریقے پر کرتا ہوں اور اسی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں جس کی طرف وہ اپنا رخ کیا کرتے تھے، میں اب اس آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اگر ان کی بعثت تک تو زندہ رہے تو انہیں میرا سلام کہنا۔"

حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید بن عمرو کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لیے دعائے رحمت فرمائی اور فرمایا کہ "میں نے انہیں جنت میں چلتے ہوئے دیکھا کہ ان کے کپڑے گھسٹتے جا رہے تھے۔"[2]

﴿حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا انتقال﴾

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا انتقال ۷۰ سال کی عمر میں ۵۱ ہجری میں ہوا۔

---

۱ سیر الصحابۃ

۲ فرسان حول الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص: ۳۲۵

حضرت نافع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو ام سعید رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ''کیا تم انہیں مشک (خوشبو) لگاؤ گے۔'' فرمانے لگے مشک سے بڑھ کر کون سی خوشبو ہوسکتی ہے! مشک لے آؤ۔'' چنانچہ انہیں مشک لا کر دی گئی۔[1]

﴿تجہیز و تکفین﴾

نواحِ مدینہ میں مقام عقیق حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا مستقل مسکن تھا، اس لیے وہیں وفات پائی، جمعہ کا دن تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز جمعہ کی تیاری کر رہے تھے، کہ وفات کی خبر سنی، اسی وقت عقیق کی طرف روانہ ہوگئے، حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔[2]

حضرت عائشہ بنت سعد فرماتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انہیں غسل دے کر خوشبو لگائی، پھر گھر آ کر غسل کیا، جب دوبارہ باہر تشریف لے گیا تو فرمایا۔''میں نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو غسل دینے کی وجہ سے غسل نہیں کیا بلکہ گرمی کی شدت کو کم کرنے کے لیے غسل کیا ہے۔''[3]

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور قبر میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اترے۔[4]

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

---

۱ فرسان حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۳۷

۲ سیر الصحابۃ (۲/۱۸۵)

۳ اسد الغابۃ (۲/۳۰۸)

۴ اسد الغابۃ (۲/۳۰۸)

فہرست المراجع

۱	الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۲	الصحیح للمسلم	مسلم بن حجا القشیری رحمۃ اللہ علیہ
۳	سنن ابی داوٗد	سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ
۴	سنن النسائی	عبدالرحمٰن بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ
۵	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ
۶	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ
۷	موطا امام مالک	امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ
۸	سنن الدارمی	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل الدارمی رحمۃ اللہ علیہ
۹	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی
۱۱	الترغیب والترہیب	حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصبہانی المعروف بابن قوام رحمۃ اللہ علیہ
۱۲	تفسیر ابن کثیر	حافظ محمد اسماعیل ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
۱۳	البدایہ والنہایہ	علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
۱۴	اسد الغابۃ	علامہ عزالدین ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ
۱۵	طبقات ابن سعد	امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ
۱۶	حیاۃ الصحابۃ	مولانا یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷	سیر الصحابۃ	مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۱۹	تاریخ طبری	ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ
۲۰	فتح الباری	ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۱	شرح مسلم للنووی	الامام ابو زکریا یحییٰ بن شری النووی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲	تحفہ الاحوذی	مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ
۲۳	عون المعبود	ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۲۴	حلیۃ الاولیاء	امام حافظ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۵	دلائل النبوۃ	ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ
۲۶	تاریخ ابن خلدون	امام ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ
۲۷	کشف الباری	مولانا سلیم اللہ خان صاحب
۲۸	شرح سنن ابن ماجہ للسندی	علامہ ابوالحسن السندی رحمۃ اللہ علیہ
۲۹	مستدرک الحاکم	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ
۳۰	تاریخ اسلام	مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۱	الریاض النضرۃ	محبّ طبری رحمۃ اللہ علیہ
۳۲	فرسان حول الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	خلیل احمد جمعہ
۳۳	صور من حیاۃ الصحابۃ	ڈاکٹر عبدالرحمٰن پاشا
۳۴	مائۃ قصۃ من حیاۃ ابی بکرؓ	صدیق المنشاوی
۳۵	مائۃ قصۃ من حیاۃ عمرؓ	صدیق المنشاوی
۳۶	مائۃ قصۃ من حیاۃ علیؓ	صدیق المنشاوی

۳۷	روضۃ المحبین	ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۸	الفاروق	علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۹	المرتضیٰ	مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۰	البلاغۃ الواضحۃ	علی الجارم، مصطفیٰ امین
۴۱	حضرت عثمان خلیفہ مظلوم	مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۴۲	عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہ	قاضی حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ
۴۳	مقام صحابہ رضی اللہ عنہ	مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۴۴	الشفاء	قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
۴۵	المنتقی	علامہ الباجی المالکی رحمۃ اللہ علیہ